خطبات

خواجہ شمس الدین عظیمی

جلد دوئم

خواجہ شمس الدین عظیمی

خطبات

خواجہ شمس الدین عظیمی

جلد دوئم

خواجہ شمس الدین عظیمی

www.ksars.org

فہرست

سوال: علم حاصل کرو چاہے چین جانا پڑے اس سے کیا مراد ہے؟ 5

سوال: سلطان کیا چیز ہے اور اسے کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے؟ 7

سوال: علم الاعداد کے انسانی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ 10

سوال : نمک اور مٹھاس کی کیا اہمیت ہے؟.. 11

سوال: خیالی خواب اور حقیقی خواب میں کیا فرق ہے؟ 12

سوال: فرشتے دعاؤں کو آسمان سے کیوں پھینک دیتے ہیں؟.. 12

سوال: بیعت کتنی عمر میں کرنی چاہئے؟.. 13

سوال: عام مسلمان اور مومن میں کیا فرق ہے؟ 15

سوال: تصوف میں یا حي یا قیوم کی اصطلاح کی کیا اہمیت ہے؟.. 17

سوال: عذاب قبر سے کیا مراد ہے؟ 18

میزبان سوال: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصال ہیں کیا حکمت ہے؟ 20

معراج النبی ﷺ کی روحانی توجیح اور پانچ وقت کی نماز میں کیا حکمت ہے؟.. 28

باطنی آنکھ سے کیا مراد ہے اور اس کو بیدار کرنے کا آسان طریقہ کیا ہے؟ 31

سوال ؛ فیض سے کیا مرا د ہے ؟اس کی تشریح کریں ۔ 33

www.ksars.org

تقدیر کیا ہے؟ تقدیر مبرم اور تقدیر معلق میں کیا فرق ہے؟ 37

آدمی مراقبہ کے ذریعے زمین اور آسمان سے آزاد ہو جاتا ہے۔اس تشریح کریں؟ 40

"سوال " : جنت میں آدم و حوا کس طرح زندگی بسر کرتے تھے؟ 43

"انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کیا ہیں؟" 52

زندگی خیالات کا نام ہے؟ 58

سوال: انسان کی حقیقت کیا ہے؟ 64

ٹائم اینڈ اسپیس 68

شہید زندہ ہیں اور تم ان کا شعور نہیں رکھتے 71

سورۃ اخلاص کی عملی تفسیر کیا ہے؟ 73

سوال: فقیر اور درویش میں کیا فرق ہے؟ 84

سوال: رمضان میں حواس کی رفتار 60,000 گنا کیسے کی جاسکتی ہے؟ 91

سوال : اللہ کے دوستوں کو نہ خوف ہوتا ہے نہ غم اس سے کیا مراد ہے ؟ 96

سوال: عالم برزخ اور عالم اعراف کس قسم کے عالم ہیں اور ان میں کیا فرق ہے؟ 99

کیا عورتوں کا قبرستان میں جانا درست ہے اور مادی جسم کا روح سے کس طرح تعلق قائم ہے؟ 100

سوال: عرس کے کیا معنیٰ ہیں اور یہ کیوں منایا جاتا ہے؟ 109

سوال: انسان کو اللہ نے کتنا اختیار دیا ہے حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے فرمایا ہے کہ انسان کوئی کام اپنے سے ارادہ سے نہیں ہے........ 114

www.ksars.org

انسانوں کی اور مخلوقات کی تقسیم کس طرح ہوتی ہے خاندان الگ الگ کس طرح بن جاتا ہے؟ 126

سوال :اللہ روشنی ہے زمین اور آسمان کی اس سے کیا مراد ہے؟.. 128

سوال: مراقبے میں دیکھی ہوئی چیز کا کیسے پتا چلے گا؟ 130

سوال؛ مسلمانوں کی حالت زار کس طرح درست ہو سکتی ہے؟ 136

سوال؛ ہم فرقوں سے نکل کر اجتماعیت میں کس طرح داخل ہو سکتے ہیں؟... 142

کائنات علم کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور اللہ کی مخلوق بھی علم ہے.. 146

سوال: حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نسبت کی منتقلی کیسے ہو؟.. 158

تصوّف بیں ورکشاپ ٹریننگ کا بہترین طریقہ ہے (ڈاکٹر رشید).. 169

سوال: تخلیق علم کے علاوہ کچھ نہیں ہے.. 173

www.ksars.org

سوال: علم حاصل کرو چاہے چین جانا پڑے اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کے دو احکامات ہیں۔ایک تو یہ کہ علم حاصل کرنا مرد و عورت پر فرض ہے۔دوسرا یہ فرمان ہے کہ علم اگر تمہیں چین میں ملے تو چین میں جاکر علم حاصل کرو۔علم جو ہے دینی علم ہو، دنیاوی علم ہو دونوں کا سیکھنا جو ہے وہ ضروری ہے۔قرآن پاک میں جو اللہ تعالیٰ نے علوم بیان کئے ہیں۔اس کے تین درجے بیان کئے جاتے ہیں۔قرآن کا ایک پورا حصہ ان علوم سے بحث کرتا ہے جو پیدائش سے پہلے کی زندگی سے متعلق ہے۔ مطلب یہ کہ آدمی پیدا ہونے سے پہلے کہاں تھا اور پیدائش سے پہلے اس کے اوپر کیا کیفیات گزریں۔اور کن مراحل سے گزر کر وہ اس دنیا میں آیا۔دوسرا حصہ اس کا یہ ہے کہ جب آدمی مر جاتا ہے تو مرنے کے بعد کہاں چلا جاتا ہے۔کہاں رہتا ہے۔مرنے کے بعد کی زندگی کیا ہے۔حشر و نشر کیا ہے۔حساب کتاب کیا ہے۔جنت دوزخ کیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ تو ایک حصہ قرآن پاک کا ان علوم سے بحث کرتا ہے کہ جو ہماری پیدائش سے متعلق ہیں۔

پیدائش کے پہلے کی زندگی سے متعلق ہے۔پیدائش کے بعد مرنے کے بعد کی زندگی سے متعلق ہے۔اور مرنے کے بعد کی زندگی میں جنت، دوزخ، حساب کتاب، حشر و نشر سے متعلق ہے۔قرآن پاک کا دوسرا حصہ جو علوم ظاہر کرتا ہے وہ تاریخ ہے۔کہ یہ دنیا کیسے بنی؟ اور اس میں کتنے پیغمبر تشریف لائے۔قوموں نے اچھے کام کئے۔اس کے کیا نتائج مرتب ہوئے۔اور جب قوموں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور لوگوں کی دل آزاری کی، لوگوں کو ستایا، پریشان کیا، اس کے کیا نتائج مرتب ہوئے۔اور وہ دنیا میں کس طرح رہے۔آیا انہوں نے حیوانات کی طرح زندگی گزاری۔جو بھیڑ بکری، گائے، بھینس ہوتی ہے یا انہوں نے حیوانات سے ہٹ کر اس زمین کے اوپر اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں غور و فکر کیا۔اور اس غور و فکر کے نتیجے میں انہوں نے کیا ترقی کی۔مطلب یہ کہ انہوں نے کیا سائنسی علوم حاصل کئے۔ان سائنسی علوم میں تسخیر کائنات کے علوم ہیں۔

مطلب یہ کہ ہم آسمانوں میں کس طرح داخل ہو سکتے ہیں۔بیداری کی حالت میں۔ایک تو وہ مرنے کے بعد کی زندگی کا ہے وہ تو الگ ہے۔کہ بیدار رہتے ہوئے اس زندگی میں وہ کون سے علوم ہیں جن علوم کی بنیاد پر ہم ریسرچ کر کے کوشش کر کے آسمانوں میں داخل ہو سکتے ہیں۔وہ کون سے علوم ہیں جن علوم کی بنیاد پر ہم چاند سورج، ستاروں اور زمین کے اندر جو چیزیں ہیں انہیں اپنے تابع حکم بنا سکتے ہیں۔یعنی وہ ہمارے تابع ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا...وسخر لکم مافی السموت ومافی الارض جمیعا منکم... کہ ہم نے تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے، تمہارے تابع کر دیا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔تو یہ علوم بھی ہیں۔جن علوم کو سیکھنا ہے۔علم کا ایک حصہ یہ بھی ہے۔قرآن پاک تیسرا حصہ وہ یہ ہے کہ انسانوں کو حیوانات سے ممتاز ہو کر کس طرح زندگی گزارنی چاہیئے۔آداب معاشرت مطلب یہ ہے کہ آپ کا رہن سہن کیسا ہو؟

آپ لباس کیسا پہنیں۔آپ کا لین دین کیسا ہو۔آپ جھوٹ نہ بولیں۔سچ بولیں۔اپنے ہمسائیوں سے محبت کریں۔اپنی اولاد کی صحیح تربیت کریں وغیرہ وغیرہ۔اس کا نام شریعت ہے۔تو قرآن پاک جو ہے تین حصوں پر پھیلا ہوا ہے۔ایک حصہ زندگی سے متعلق وہ زندگی

www.ksars.org

پیدائش سے پہلے کی ہو، پیدائش کے بعد کی ہو۔ یا مرنے کے بعد کی ہو۔ دوسرا حصہ تاریخ کے اوپر اور ان علوم کے اوپر جن قوموں نے علوم حاصل کر کے ترقی کی ہے۔ مثلاً اب آپ دیکھیں آج کا دور سائنس کا دور ہے۔ اگر آپ پیچھے چلے جائیں تو ہمارے اسلاف سارے کے سارے سائنٹسٹ تھے۔ انہوں نے گھڑی ایجاد کی۔ پانی کا جہاز مسلمانوں نے بنایا۔ زمین کی پیمائش مسلمانوں نے کی۔ دور بین مسلمانوں نے ایجاد کی وغیرہ وغیرہ۔ بے شمار چیزیں ایسی ہیں جو مسلمانوں نے ایجاد کیں اور مسلمانوں کی ایجاد کو غیر قوموں نے، غیر مسلموں نے جب پڑھا اس کو سمجھا۔ اس میں انہوں نے جدوجہد اور کوشش کی نتیجے میں مسلمان پیچھے چلا گیا اور وہ آگے آگئے۔

تو قرآن جو ہے وہ ریسرچ کی کتاب ہے اور دوسرے یہ کہ ان تاریخی واقعات سے آپ عبرت بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ مثلاً حضرت نوحؑ کا واقعہ آپ کے سامنے ہے۔ حضرت لوطؑ کا قصہ آپ کے سامنے ہے۔ عاد و ثمود کی قوموں کے واقعات آپ کے سامنے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا بندروں کی شکل بن گئی، قرآن پاک میں آپ پڑھیں پیغمبروں کے قصے اس میں پوری تاریخ موجود ہے۔ کہ لوگوں نے جب اچھے کام کئے تو ان کے اوپر کتنا اللہ تعالیٰ کا کرم ہوا۔ کتنا اللہ تعالیٰ کا فضل عام ہوا۔ اور جب لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اپنے پیغمبر کی بات نہیں مانی بلکہ اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا تو ان کے اوپر کیسی کیسی سختیاں آئیں، پریشانیاں آئیں اور نتیجے میں تباہ و برباد ہو گئے۔ اب علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے معنی یہ نکلے کہ علم کوئی بھی ہو وہ سیکھنا ہے۔ دین کا علم بھی سیکھنا ہے۔

دنیاوی علوم بھی سیکھنے ہیں۔ اور سائنسی علوم بھی سیکھنے ہیں۔ مثلاً اگر ہم یہ کہیں کہ صاحب علم سیکھنے سے مراد یہ ہے کہ فقہ کا آپ علم سیکھ لیں اس سے مسائل معلوم کر لیں۔ اور دنیا کا علم نہ سیکھیں۔ مثلاً موچی کا کام نہ سیکھیں۔ موچی کا کام بھی ایک علم ہے۔ مثلاً یہ کہ لوہار کا کام نہ سیکھیں۔ وہ بھی ایک علم ہے۔ درزی کا کام نہ سیکھیں وہ بھی ایک علم ہے۔ اگر یہ سب علوم ہم نہیں سیکھیں گے تو وہ انسان کی جو زندگی ہے وہ پریشان کن ہو جائے گی۔ اور آرام ہو آسائش کی زندگی سے نکل جائے گی۔ علم کوئی بھی ہو سیکھیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اس میں ہر عورت اور ہر مرد پر علم سیکھنا فرض ہے۔ اور علم چاہے آپ کو چین میں ملے وہاں بھی جا کے سیکھیں۔ ظاہر ہے حضور پاک ﷺ کے زمانے میں لوگ چین میں علم فقہ تو سیکھنے نہیں جائیں گے۔ یا قرآن بھی نہیں سیکھنے جائیں گے۔ حدیث بھی نہیں سیکھنے جائیں گے۔

چونکہ اس زمانے میں چین جو ہے سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک تھا۔ جیسے اس زمانے میں چین نے کاغذ ایجاد کر لیا تھا۔ اس زمانے میں چین میں روشنائی ایجاد ہو گئی تھی۔ تو اور کہیں نہیں تھی۔ چونکہ چین ترقی یافتہ ملک تھا ساری دنیا میں اس کی علمی حیثیت سے ایک ممتاز حیثیت تھی۔ اسی لئے حضور پاک ﷺ نے فرمایا اگر چین میں بھی علم ملے تو چین میں بھی جا کر سیکھو۔ اختتام

www.ksars.org

سوال: سلطان کیا چیز ہے اور اسے کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے؟

جواب: سوال ادھورا ہے۔ جس بھائی نے بھی سوال کیا ہے اس میں سورہ رحمٰن کی آیت کا حوالہ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں... یا معشر الجن والانس...اے گروہ جنات اور اے انسانوں کے گروہ! تم اگر تم اگر زمین اور آسمان کے کناروں سے نکل سکتے ہو تو نکل کر دکھاؤ۔ من اقطار السموت والارض...اگر تم آسمانوں اور زمین کے باہر جا سکتے ہو تو جاؤ...لا تنفذوا... نہیں نہیں جا سکتے، نہیں نکل سکتے۔ الا بالسلطن... مگر سلطان کے ذریعے۔ مطلب یہ کہ اگر آپ سلطان حاصل کر لیں تو آپ زمین اور آسمان کے کناروں سے باہر جا سکتے ہیں۔ دیکھئے اس میں آیت مبارکہ میں بہت ہی زیادہ غور و فکر کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ فرما رہے ہیں کہ ایک صورت ایسی ہے، ایک صلاحیت ایسی انسانوں کے اندر اللہ تعالیٰ نے منتقل کر دی ہے کہ اگر اس صلاحیت کو آپ تلاش کر لیں اور وہ صلاحیت آپ کے اندر بیدار ہو جائے تو آپ غیب کی دنیا میں داخل ہو سکتے ہیں۔

من اقطار السموت والارض...آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل کر دکھاؤ تم نہیں نکل سکتے مگر سلطان کے ذریعے نکل سکتے ہو۔ تو اب یہ بہت سارے حضرات یہ کہتے ہیں کہ انسان غیب کی دنیا میں داخل نہیں ہو سکتا انسان کو غیب حاصل ہی نہیں ہو سکتی۔ یہ غلط ہے۔ اس آیت مبارک سے یہ ثابت ہے کہ انسان کو اگر انسان کو سلطان حاصل ہو جائے تو وہ غیب کی دنیا میں داخل ہو سکتا ہے۔ من اقطار السموت والارض... کہ آسمانوں کے کناروں سے تم نکل سکتے ہو، آسمانوں کے کناروں سے کیا مطلب ہوا؟ زمین کے کناروں سے، زمین کے کناروں سے جب آپ خلاء میں پہنچ گئے تو خلاء بھی غیب کے ضمن میں آتا ہے۔ جو چیز آپ کو نظر نہیں آتی یا جس چیز کے بارے میں آپ کو علم حاصل نہیں ہے وہ آپ کے لئے غیب ہے تو جب آپ زمین کے کناروں سے نکل کر آسمان میں پہنچ گئے۔ جب آسمان میں پہنچے تو سماوات... سات آسمان کے کناروں سے نکل گئے تو آسمان کی دنیا کو اس کو ہم غیب کی دنیا کے علاوہ کوئی نام نہیں دے سکتے۔

تو سات آسمانوں سے نکل جانا۔ اب سات آسمانوں کے کناروں سے نکلنے کا مطلب یہ ہے کہ سات آسمانوں کے بعد عرش ہے۔ اس کا مطلب ہے ہر انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت رکھی ہوئی ہے اس آیت مبارکہ کہ مطابق کہ اگر سلطان حاصل کر لے تو وہ زمین اور آسمانوں کے کناروں سے نکل کر عرش تک پہنچ سکتا ہے۔ اور عرش پہ کیا ہے؟ عرش پہ اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو بھی ہم دیکھ سکتے ہیں۔ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں صاحب اللہ تعالیٰ کو زندگی میں کوئی دیکھ ہی نہیں سکتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت یں کہیں یہ نہیں کہا کہ تم زندگی میں نہیں دیکھ سکتے۔ مرنے کے بعد دیکھ سکتے ہو۔ کچھ لوگ یہ سوال کرتے ہیں صاحب یہ غیب کی دنیا میں داخل ہونا تو الگ بات ہے کیسے ممکن ہے اللہ تعالیٰ کو تو کوئی دیکھ ہی نہیں سکتا۔ موسیٰؑ نہیں دیکھ سکے۔ جب کوہ طور پر اللہ تعالیٰ کی تجلی کا نزول ہوا تو موسیٰؑ دیکھ کر بے ہوش ہو گئے۔

تو جب موسیٰؑ نہیں دیکھ سکتے تو ایک عام آدمی کیسے دیکھ سکتا ہے۔ پہلی بات اس میں یہ ہے کہ موسیٰؑ اگر خدا کو نہیں دیکھ سکے تو بے ہوش کیسے ہو گئے؟ یہ الگ بات ہے کہ ایک چیز کو موسیٰؑ نے دیکھا ضرور لیکن موسیٰؑ کا شعور اس کو برداشت نہیں کر سکا اس لئے وہ بے ہوش

www.ksars.org

ہو گئے۔ تو اگر جب وہ دیکھا ہی کچھ نہیں تھا تو بے ہوش کیوں ہو گئے؟ اس کا مطلب ہے موسیٰؑ کی نظروں کے سامنے کچھ آیا۔ اللہ تعالیٰ کی تجلی؟...اب وہ اللہ تعالیٰ ہی آئے۔ اس لئے کہ موسیٰؑ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ میں تو آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے کہا بھئی تو کیسے مجھے دیکھ سکتا ہے؟ انہوں نے کہا جی میں تو دیکھوں گا۔ مجھے تو آپ دکھائیں۔ انہوں نے کہا...موسیٰ اپنے جوتے اتار دے اور جوتے اتار کے یہاں اندر داخل ہو جا وادی مقدس میں اب یہ وادی جو ہے مقدس ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کہا، اس پہاڑ کی طرف دیکھو!

اگر طور یہ پہاڑ اپنی جگہ قائم رہ گیا مجھے دیکھ سکے گا۔ جب موسیٰؑ نے جب اس پہاڑ کی طرف دیکھا تو وہاں ایک تجلی کا نزول ہوا تو پہاڑ بھی جل کا خاکستر ہو گیا اور موسیٰؑ بھی بے ہوش ہو گئے۔ تو نزول اپنی جگہ مسلم اس لئے ہو گیا کہ پہاڑ....اگر اللہ تعالیٰ کی تجلی کا نزول نہ ہوتا تو پہاڑ خاکستر نہ ہوتا۔ موسیٰؑ کا بے ہوش ہونا بجائے اس کے اس بات کی علامت ہے کہ موسیٰؑ نے اس تجلی کا دیدار کیا لیکن اسے برداشت نہیں کر سکے۔ تو اب یہ تو ثابت ہو گیا کہ موسیٰؑ نے دیکھا۔ اور اس کو برداشت نہیں کر سکے۔ تو ایک اصول ہے یہ کہ آپ کسی چیز کو اگر اچانک دیکھیں مثلاً یہ ہے مثال تو ہے آدمی کی مثال ہمیشہ کمزور ہوتی ہے کہ آپ سو واٹ کا بلب دیکھنے کے عادی ہیں۔ ایک دم آپ کے سامنے پانچ ہزار واٹ کا بلب روشن ہو جائے۔ اس کا کیا نتیجہ ہو گا۔ ایک دم آپ چکرا کے گر جائیں گے آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا جائے گا۔

لیکن پھر وہی بلب اگر آپ کو دکھایا جائے تو آپ دیکھ لیں گے۔ تو اب موسیٰؑ جب بھی اللہ تعالیٰ سے بات کرتے تھے، گفتگو کرتے تھے تو کوہ طور پہ تشریف لے جاتے تھے اللہ تعالیٰ کی باتیں سنتے تھے۔ لوگوں کے پیغام لے جاتے تھے ان کے جواب لا کر دیتے تھے۔ چالیس دن اور چالیس رات کوہ طور پہ انہوں نے قیام کیا اور تورات کتاب نازل ہوئی۔ تو اس لئے یہ کہنا کہ صاحب خدا کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ موسیٰؑ نہیں دیکھ سکے تو کون دیکھ سکتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ خود فرما رہے ہیں کہ...یا معشر الجن والانس...اے گروہ جنات اور اے گروہ انس...یا معشر الجن والانس...استطعتم ان تنفذوا...کیا تم اس بات کی استطاعت رکھتے ہو کہ تم نکل جاؤ...تم نکل جاؤ...من اقطار السموت والارض...کہ سماوات اور زمین کے کناروں سے۔ دیکھئے اس میں ایک اور بہت اس آیت میں بڑی عجیب بات اللہ تعالیٰ نے زمین پہلے نہیں کہا...من اقطار السموت والارض...بات زمین پر ہو رہی ہے لیکن اللہ تعالیٰ پہلے سماوات تذکرہ کر رہے ہیں...من اقطار السموت والارض...کیا تم آسمانوں کے کناروں اور زمین کے کناروں سے نکل سکتے ہو؟

اس کا مطلب ہے آسمان ہے پھر دنیا ہے اس کی تشریح لمبی ہو جائے گی۔ تم نہیں نکل سکتے بغیر سلطان کے۔ سلطان کیا ہے؟ سلطان انسان کے اندر اس کی اپنی روح ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا۔ پیدا کرنے کے بعد خود اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو انسان سے متعارف کرانے کے لئے انسان کے سامنے پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ نے کن کہہ کر اس کائنات کے پروگرام کا جاری کر دیا کہ وہ جب ساری روحیں بن گئیں اب وہ پریشان تھی...پریشان کے بھئی ہم کون ہیں کہاں ہیں کس طرح ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے کن کہا تو سارے انسان بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "الست بربکم" میں تمہارا رب ہوں۔ جب مخلوق کے ذہن میں، انسانوں کے ذہن میں یہ آواز پڑی کہ میں تمہارا رب ہوں تو سارے انسانوں کا ذہن اس طرف متوجہ ہو گیا کہ بولنے والی ہستی کون ہے۔ یہ کدھر سے آواز آئی۔ جب مخلوق اور انسان اس آواز کی طرف متوجہ ہوئے تو انہوں نے یہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ان سے مخاطب ہیں۔

www.ksars.org

اور انہوں نے کہا کہ ''قالوا بلی'' جی ہاں ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ آپ ہمارے رب ہیں۔ بغیر دیکھے اعتراف نہیں کیا۔ بغیر دیکھے خدا کا اعتراف کیسے ہو گیا؟ اس کا مطلب ہے عالم ارواح میں ہماری روح نے اللہ تعالیٰ کی آواز بھی سنی۔ اور اللہ تعالیٰ کو دیکھا بھی اور اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار بھی کیا۔ تو ہماری روح اللہ تعالیٰ کو پہلے سے دیکھئے ہوئے اور پہلے سے جانے ہوئے۔ اب وہ جو ہمارے اندر موجود عالم ارواح کی روح اگر ہم اس کو تلاش کر لیں تو ظاہر ہے اس کو تلاش کرنے کے بعد وہ روح کا جو مقام ہے کہ روح نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا، اللہ کی آواز سنی تھی، اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا تھا ہمارے اندر وہ صلاحیت بنتی چلی جائے گی۔ اور اس صلاحیت ہی کا نام اللہ تعالیٰ نے سلطان رکھا ہے۔ سلطان سے مراد یہ ہے کہ اگر تم اپنی روح کو تلاش کر لو اس روح کو جس روح نے عالم ارواح میں ہماری ربوبیت کا اقرار کیا ہے تو تم آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل سکتے ہو۔

یہ سورہ رحمٰن کی آیت ہے۔ یا معشر الجن والانس۔ (اختتام)

www.ksars.org

سوال: علم الاعداد کے انسانی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: یہ اللہ تعالیٰ نے سات نہیں چھ کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ سبع سماوات فی ستۃ ایام...سات آسمان بنائے چھ دنوں میں۔ تو چھ بھی بھائی طاق نہیں ہے۔ یہ تو ایک بات ہو گئی۔ دوسری بات یہ کہ علم الاعداد ایک بہت بڑا علم ہے۔ اتنی مختصر سی مجلس میں علم الاعداد کے اوپر گفتگو نہیں کی جا سکتی۔ البتہ روحانی ڈائجسٹ میں ایک مرتبہ پورا اس پر تفصیلی مضمون شائع ہوا ہے۔ میں پھر آپ لوگوں سے عرض کر دوں روحانی ڈائجسٹ پڑھا کریں۔ آپ اخبار بھی پڑھتے ہیں۔ اس میں اس طرح کے مضمون آٹومیٹک آتے رہتے ہیں۔ اب پچھلے دنوں تین چار قسطوں میں علم الاعداد کے اوپر مضمون چھپا ہے۔ چار قسطوں میں چھپا ہے۔ تو چار قسطوں کا مطلب یہ کہ کبھی چھ صفحے چھپے ہیں، کبھی آٹھ، چار صفحے چھپے ہیں۔ تو چار بھی اگر آپ لگا لیں تو سولہ صفحے روحانی ڈائجسٹ کے اس میں صرف ہوئے علم الاعداد کے سلسلے میں اور سولہ صفحے کا مضمون دو لفظوں میں آپ کو کیسے بیان کروں۔

تو بہت ساری چیزیں ایسی ہیں کہ اگر آپ کو واقعی علم کی پیاس ہے، روحانی علوم آپ سیکھنا چاہتے تو روحانی ڈائجسٹ پڑھا کریں۔ آپ کے پاس پیسے نہ ہوں، مانگ کے پڑھ لیا کریں بھئی مسلمان مذہبی لٹریچر مانگ کے ہی پڑھتا ہے۔ پیسے نہیں خرچ کرتا۔ ناول خرید لے گا، رسالہ خرید لے گا۔ اخبار خریدے گا جس میں سوائے جھوٹ کے کچھ بھی نہیں ہوتا اور سوائے ڈر و خوف کے کچھ نہیں ہوتا۔ صبح کو اٹھتے ہی ہر آدمی اخبار ایسے پڑھتا ہے جیسے تلاوت کر رہا ہو اور اس میں کچھ بھی نہیں ہوتا یا تو قتل ہو گیا، وہاں ڈاکہ ہو گیا۔ یا اس نے کچھ بول دیا اس نے کچھ بول دیا۔ سارے دن وہ جناب اٹھتے ہی وہ رات کو سونے کے بعد انسان کا دماغ صاف ستھرا ہوتا ہے، دھل جاتا ہے سفید کپڑے کی طرح اور بجائے اس کے کہ قرآن پڑھے، اللہ کا نام لے، رسول کا نام لے وہ اخبار پڑھنا شروع کر دیتا ہے اور وہ سارے دن سوائے دہشت کے، عدم تحفظ کے، خوف کے، جھوٹ کے وہ سارے دن اسی کے گرد گھومتے رہتے ہیں۔

رات کو سوتا ہے تو ذرا دماغ دھلتا ہے صبح کو پھر وہ پریشان ہو جاتا ہے یعنی پیسے دے کر جھوٹ اپنے اندر منتقل کر رہا ہے۔ بھئی چلو ٹھیک ہے وہ اچھی کتابیں بھی پڑھا کرو بھئی۔ اللہ کی...اولیاء اللہ کی کتابیں پڑھا کرو۔ قصص الانبیاء پڑھا کرو۔ قرآن کا ترجمہ پڑھا کرو۔ قرآن شریف پڑھا کرو اور جو اچھی معلوماتی کتابیں ہیں وہ پڑھا کرو۔ روحانی ڈائجسٹ کے بارے میں آپ یہ نہیں سمجھیں کہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کیونکہ میں نکالتا ہوں اس لئے آپ پڑھا کریں۔ نہیں میں اس لئے کہتا ہوں کہ اس میں واقعتاً روحانی علوم ہوتے ہیں۔ اس سے آپ کی استعداد بڑھے گی۔ آپ کو پتہ چلے گا کہ روحانیت ہے کیا چیز؟ اب بہت سارے لوگ یہ کہتے ہیں صاحب اس کے اندر مضامین ایسے ہوتے ہیں وہ ہماری سمجھ میں نہیں آتے۔ بھئی وہ تو جب آپ پڑھو گے سمجھ میں آ جائے گا۔ اب ایک آدمی نے انگریزی کبھی پڑھی نہیں اس کے سامنے آپ انگریزی بولتے رہیے بولتے رہیے اس کی سمجھ میں نہیں آئے گا۔

لیکن جب اس کی دلچسپی بڑھے گی وہ اس کو سیکھنا چاہے گا پھر وہ انگریزوں کی طرح بھی انگریزی بولنا شروع کر دے گا۔ اختتام

www.ksars.org

سوال :نمک اور مٹھاس کی کیا اہمیت ہے؟

جواب :اسے دیکھیئے ہم روحانی ڈائجسٹ کے اندر مسائل کا حل شائع کرتے ہیں۔آپ نے دیکھا ہو گا ہم جہاں یہ کہتے ہیں بھئی نمک جو ہے کم سے کم کر دو تو وہ روحانی تسکین کے لئے نہیں کہتے۔بلکہ نفسیاتی مریض جو لوگ ہوتے ہیں ان کے لئے کہتے ہیں۔دماغی مریض،نفسیاتی مریض، پاگل پن کے مریض ان کے لئے ہم یہ کہتے ہیں کہ بھئی نمک جو ہے کم کر دو، مٹھاس بڑھادو۔اس کی وجہ کیا ہے؟ وجہ اس کی یہ ہے کہ مٹھاس جو ہے وہ انسان کے زمینی شعور کو طاقت پہنچاتی ہے۔اگر مٹھاس کم ہو جائے تو انسان کا زمینی شعور جو ہے وہ کمزور ہو جاتا ہے۔جب وہ کمزور ہو جاتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک آدمی جناب بیٹھا ہوا ہے وہ کچھ دیکھ رہا ہے۔اس کی نظر کھل گئی اس نے کچھ دیکھا۔اس کی کوئی کان میں آواز آگئی۔آگے پیچھے اس کے کچھ ہے نہیں۔وہ اس آواز کو اپنے لیے مفید مطلب معنی پہنارہا ہے حالانکہ اس کا ان معنوں سے کوئی تعلق نہیں۔

جب وہ چونکہ عملی زندگی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔وہ اس میں بضد ہوتا ہے، یہ ایک قسم کا پاگل پن بن جاتا ہے، مریض ہو جاتا ہے۔تو روحانی تسکین کے لئے ہم نے کسی کو نہیں کہا کہ نمک بند کر دو۔بلکہ دماغی امراض کے لئے ہم لوگوں کو یہ بتاتے ہیں کہ نمک کم کر دو، مٹھاس زیادہ کر دو۔جتنا کوئی آدمی مٹھاس زیادہ کھاتا ہے اسی مناسبت سے اس کا شعور، زمینی شعور یا gravity اس کو آپ کہہ لیجئے، کشش ثقل کہہ لیجئے، اس میں اضافہ ہو جاتا ہے۔اور پھر وہ دنیاوی زندگی کو زیادہ اچھی طرح گزارتا ہے بہ نسبت اس کے کہ اگر اس میں نمک کی زیادتی ہو جائے اس کا شعور بند ہو جاتا ہے لاشعور active ہو جاتا ہے۔تو لاشعور active ہونے سے اس کے دنیاوی کاموں میں خلل پڑتا ہے اس لئے کہ اس کے پیچھے کوئی استاد تو ہوتا نہیں۔تو اپنے آپ ہی معنی پہناتا رہتا ہے اور اس سے وہ بیمار ہو جاتا اور پھر اپنے لئے بھی عذاب ہو جاتا ہے اور گھر والوں کے لئے بھی عذاب ہو جاتا ہے۔

وہ جن صاحب نے بھی کہا روحانی تسکین کے لئے ایسا نہیں ہے۔میرا خیال ہے وہ زیادہ غور سے توجہ سے اس کو پڑھا نہیں ہے۔اختتام

www.ksars.org

سوال: خیالی خواب اور حقیقی خواب میں کیا فرق ہے؟

جواب: کائنات میں کوئی چیز بے معنی نہیں ہے۔ کائنات میں کوئی خیال، کوئی واہمہ، کوئی بھی چیز یہاں بے معنی نہیں ہے۔ دو قسم کے معنی نکلتے ہیں یا اس خیال میں رحمان سے متعلق معنی نکلیں گے یا اس خیال میں شیطان سے متعلق معنی نکلیں گے۔ دو ہی علوم ہیں یہاں... ایک شیطانی علوم ہیں اور ایک رحمانی علوم ہیں۔ اور جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے اس دنیا میں اللہ کی طرف سے انہوں نے ایک ہی بات کہی کہ بھائی رحمانی علوم سیکھو۔ رحمانی علوم سیکھنے کے بعد اس پر عمل کرو تاکہ تم رحمان سے قریب ہو جاؤ۔ شیطانی علوم نہ سیکھو۔ اور شیطانی علوم پر عمل بھی نہ کرو۔ اس لئے کہ اگر تم نے شیطانی علوم پر عمل کیا تو تم شیطان سے قریب ہو جاؤ گے۔ ظاہر ہے جب بندہ شیطان سے قریب ہو جائے گا وہ رحمان سے دور ہو جائے گا۔ اور جو بندہ رحمان سے قریب ہو گا وہ شیطان سے دور ہو جائے گا۔ تو یہ خواب خیال کی بات جو آپ نے کہی ہے تو اب اگر ایک انسان کے خیال میں چوبیس گھنٹے فرض کیجئے یہی ہے کہ پیسہ، پیسہ، پیسہ، پیسہ، دولت، ہوس ہے وہ۔

تو ظاہر ہے یہ اور ایک آدمی کے ذہن میں ہر وقت پیغمبر، ان کی تعلیمات، اولیاء اللہ، اللہ کی محبت اور اللہ کے رسول کی محبت، ہر وقت وہ اسی خیال میں رہتا ہے کہ کسی صورت سے مجھے اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب ہو جائے، رسول اللہ ﷺ کا قرب نصیب ہو جائے، حضور آقا ﷺ کی زیارت نصیب ہو جائے تو ظاہر ہے وہ خیالات جو ہے وہ پاکیزہ ہے۔ تو ز الذا اس خیال کو کہا جاتا ہے یعنی شیطانی خیال ہے۔ ایک تو شیطانی خیال ہے ظاہر ہے اس میں کیا تعبیر ہے کہ وہ رحمانی نہیں ہوتا۔ خیال یا اس میں شیطنت ہوتی ہے۔ یا اس میں رحمانیت ہے۔ وہ پیغمبروں نے شیطنت کو رد کیا ہے۔ اور شیطانی خیالات سے دور رہنے کی ہدایت کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے قریب ہونے اور رحمانی خیالات پر چلنے کی انہوں نے ہدایت کی ہے۔

سوال: فرشتے دعاؤں کو آسمان سے کیوں پھینک دیتے ہیں؟

جواب: دیکھئے سیدھی سے بات ہے کہ ہر چیز کے آداب و اصول ہیں۔ دعا مانگنے کے بھی آداب ہیں۔ دعا مانگنے کے بھی اصول ہیں۔ مثلاً کچھ بھی مانگنے کے اصول ہیں۔ آپ ابا کے پاس جاتے ہیں... ابا پیسے نکال! پیسے نکال! ابا اسے... بلکہ وہ تھپڑ مار دے گا... چلو بھاگو۔ لیکن وہی بیٹا ابا کے پاس جاتا ہے ابا جی! مجھے پیسے چاہئے بڑی ضرورت ہے۔ ابا بجائے دو روپے کے پانچ روپے دے دیں گے۔ تو ہمارے ہاں جو موجودہ دور میں دعا مانگی جاتی ہے آپ اگر اس پہ ذرا غور کریں اس میں نہ گداز ہوتا ہے نہ عاجزی ہوتی ہے، نہ انکساری ہوتی ہے بلکہ آرڈر اللہ کو، اللہ کو حکم دیا جاتا ہے، اللہ یہ کر دو، وہ کر دو، اس کو تباہ کر دو، اس کو برباد کر دو۔ (اختتام)

www.ksars.org

سوال: بیعت کتنی عمر میں کرنی چاہئے؟

جواب: اس سلسلے میں یہ بات سوچنے کی ہے کہ بیعت ضروری بھی ہے یا نہیں۔ کس عمر میں بیعت کرنی چاہئے یہ تو الگ بات ہے۔ لیکن کیا ضروری ہے کہ آدمی ضرور کسی سے بیعت کرے۔ ایک تو یہ بات۔ دوسری بات یہ کہ فی الواقع بیعت ہے کیا چیز؟ یہ دو باتیں جو ہیں زیادہ غور طلب ہیں۔ عام طور سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ کوئی ایسا آدمی جو کسی بھی صورت سے ماورائی علوم جانتا ہو یا اسے بزرگوں سے کوئی علم منتقل ہوا ہو، گدی نشین ہو تو اس کی اگر سرپرستی حاصل کرلی جائے تو دنیاوی کام بہت سے آسان ہو جاتے ہیں اور آدمی بلاؤں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ عام تصور یہ ہے کہ بے پیر آدمی کچھ بھی نہیں ہے۔ جب سر پہ سایہ ہی نہیں تو اس کا کیا۔ تو اگر اس لئے بیعت کی جاتی ہے کہ اس کے دنیاوی کام ہوتے رہیں، اور بلاؤں سے اسے نجات ملتی رہے یا اللہ تعالیٰ اس کو بیعت کے ذریعے اپنے حفظ و امان میں رکھے تو یہ بات صحیح نہیں ہے۔

پھر بیعت ہونا کوئی ضروری بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کی حفاظت کرتے ہیں۔ بیعت دراصل ایک اصطلاح ہے خود کو بیچ دینا، فروخت کردینا کسی کے ہاتھ پر۔ نیز بیعت کا مطلب ہے بیع سے نکلا، بیع معنی خرید و فروخت۔ قرآن کا لفظ ہے بیع۔ تو اس سے جو بڑا ایک مسئلہ کھڑا ہو گیا ہے کہ جب آدمی کوئی کسی سے مرید ہو جاتا ہے، کسی کے ہاتھ پر بیعت کرلیتا ہے تو آدمی سمجھتا ہے بھئی یہ تو میرا زر خرید ہو گیا۔ اس نے خود اپنی مرضی سے مجھے، میرے ہاتھ، پر بیچ دیا خود کو۔ اس سے جو بات جو بیعت کے اصطلاح کے تحت آتی ہے وہ پوری نہیں ہوتی ہے۔ یہ پتہ نہیں کہاں سے لفظ نکلا بہر حال اس لفظ کی کوئی اہمیت اتنی نہیں ہے کہ جتنے کا اس کا کہا جاتا ہے۔ ہمارے حضور قلندر بابا نے اس اصطلاح کو کہ کہاں سے آگئی تصوف میں یہ اصطلاح یہ تو اللہ کو پتہ ہے۔ لیکن انہوں نے اس اصطلاح کو بیعت کی اصطلاح کو یعنی ایک آدمی دوسرے کسی آدمی کے ہاتھ خود کو بیچ دے اس کو ختم کر دیا۔

ہمارے جو سلسلے کے جو قواعد و ضوابط ہیں ان قواعد و ضوابط میں ایک بات یہ بھی ہے کہ کوئی ایسا آدمی جو سلسلہ عظیمیہ میں کسی لائق ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دوسرے لوگوں کو فیض پہنچائیں گے اس کے اوپر یہ لازم ہے وہ کسی آدمی کو اپنا مرید نہ کہے۔ بلکہ اپنا دوست کہے۔ تو یہ بیعت کا جو لفظ ہے یہ سرے سے میری سمجھ میں تو کبھی آیا نہیں۔ اس لئے کہ ایک آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے آزاد پیدا کیا وہ کیوں کسی آدمی کے ہاتھ میں خود کو فروخت کرے۔ ایک دنیاوی شاگرد بھی کسی علم کو سیکھنے کے لئے آپ جب کوئی استاد بناتے ہیں، کسی استاد کا انتخاب کرتے ہیں تو اس کو عام طور سے شاگرد کہا جاتا ہے۔ اسی طرح روحانی علوم سیکھنے کے لئے بھی جب آپ کسی استاد کا انتخاب کرتے ہیں، کسی بھی روحانی آدمی کا انتخاب کرتے ہیں تو وہ بھی شاگرد ہے۔ تو بیعت ہونا، اگر آپ روحانی علوم سیکھنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے۔

اور اگر آپ روحانی علوم سیکھنا نہیں چاہتے تو بیعت ہونا کوئی ضروری نہیں ہے۔ حضور قلندر بابا کے پاس جب لوگ آیا کرتے تھے تو وہ فرمایا کرتے تھے دیکھو بھائی کوئی کام ہو تو بتا دو۔ ہم سے یہ استاد شاگردی کا رشتہ نہ استوار کرو اس میں پریشانی ہو گی۔ دوست بناؤ ہمیں اور

www.ksars.org

جو تمہارا کام ہے وہ کہو ہم دعا کریں گے اللہ تعالیٰ پورا کرے گا۔ تو بیعت سے سرے سے ہمارے ہاں سلسلہ عظیمیہ میں کوئی لفظ ہی نہیں ہے۔ اس کو ہم اس طرح سمجھتے ہیں کہ انسان کی جو عظمت ہے آزادی کی وہ اس طرح سے اس کو مجروح کرنے والی بات ہے۔ اب یہ کس عمر میں آپ شاگردی اختیار کریں تو روحانی علوم سیکھنے کے لئے تو کوئی جس طرح اور دوسرے علوم سیکھنے کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں ہے اسی طرح روحانی علوم سیکھنے کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔ عام طور سے پانچ سال میں چھ سال کے بچے کو آپ اسکول میں داخل کرتے ہیں۔

اس کے بعد وہ پڑھتا ہے، لکھتا ہے اور اس کا ایک شعور بن جاتا ہے۔ جب بھی وہ اپنے شعور کے دائرے میں داخل ہو اور وہ یہ جاننا چاہتا ہو کہ روحانیت کیا ہے۔ تو کسی بھی عمر میں وہ اپنا روحانی استاد بنا سکتا ہے۔ اور روحانی شاگرد بن سکتا ہے۔ اس میں عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔ ہمارے ہاں یہ صورت ہے کہ ہم نے جو اپنا عظیمیہ سلسلہ کا فارم بنایا ہے اس میں ہم یہ کوشش کرتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو سلسلے میں داخل کریں، اپنے اسکول میں، روحانی اسکول میں۔ کہ جن کے اندر شعور میں پختگی آگئی ہو۔ ایسا نہ ہو کہ ہم نے ان کو اسکول میں داخل کر لیا تھوڑے دن کے بعد وہ چھوڑ کے بھاگ گئے۔ تو اس کی اپنی محنت بھی ضائع گئی اور ہماری محنت بھی ضائع گئی۔ تو عام طور سے شعور میں پختگی اٹھارہ سال کے بعد آجاتی ہے۔ لڑکیوں میں سولہ سال کے بعد اور لڑکوں میں اٹھارہ سال کے بعد۔ وہ عمر کا کوئی تعین نہیں ہے۔ محض اس لئے کہ شعور میں پختگی آجاتی ہے۔ اس لئے ہم یہ اس کا خیال کرتے ہیں کہ اتنا آدمی کا شعور بالغ ہو جائے کہ جب وہ ایک دفعہ فیصلہ کرلے اگر اس کے ذہن میں کوئی بات خلاف آئے تو اس کو چھوڑ کے نہ بھاگے۔ ویسے عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔ اب ظاہر ہے جو بہت ہی چھوٹا بچہ ہے آپ یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ صاحب اس کو اسکول میں داخل کرادیں۔ لیکن جب شعور اس کو آجاتا ہے تو کسی بھی عمر میں وہ استاد شاگردی کا رشتہ قائم کرلے۔ اختتام

www.ksars.org

سوال: عام مسلمان اور مومن میں کیا فرق ہے؟

جواب: عجیب آپ نے سوال کیا ہے۔ سوال دوسرے طریقہ سے ہوتا۔ ہم آپ سے یہ سوال کرتے ہیں۔ جن صاحب نے بھی یہ سوال کیا ہے کہ ایک میٹریکولیٹ اور پی ایچ ڈی میں کیا فرق ہوتا ہے؟ حالانکہ میٹرک کرنے والا بندہ بھی آپ کی طرح روٹی کھاتا ہے، سوتا ہے، جاگتا ہے۔ عقل کی باتیں کرتا ہے۔ کاروبار کرتا ہے۔ اپنے عزیزوں کو اور رشتہ داروں کو پہچانتا ہے اور علم بھی رکھتا ہے جتنا اس کا۔ لیکن ایک پی ایچ ڈی میں اور ایک میٹریکولیٹ میں بہت فرق ہوتا ہے۔ کیا فرق ہوتا ہے؟ علم کا فرق ہوتا ہے۔ کہ جتنا علم زیادہ ہو گا۔ اسی مناسبت سے کسی بھی آدمی کا دماغ اور ذہن روشن ہو جائے گا۔ یہ عام دنیاداری کی بات ہے۔ یہی ایک عام آدمی میں مومن میں فرق ہے۔ مومن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ تو مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ عام آدمی اللہ کے نور سے نہیں دیکھتا۔

تو عام آدمی میں اور مومن میں بنیادی فرق یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی نظر عطا ہو جاتی ہے کہ نور اس کے سامنے آجاتا ہے اور مومن جو کچھ دیکھتا ہے ان انوار اور تجلیات کی روشنی میں دیکھتا ہے۔ تو ایک عام آدمی میں تو فرق یہ ہو گا عام آدمی اور مومن میں فرق یہ ہو گا۔ اب یہ سوال کہ بھئی اللہ تعالیٰ ہاتھ بن جاتا ہے۔ کان بن جاتا ہے۔ یہ حدیث ہے۔ ہاتھ بن جاتا، کان بن جاتا کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ جس طرح ہمارے ہاتھ ہیں اللہ میاں کے بھی ہاتھ ہیں۔ یا جس طرح ہم ان آنکھوں سے دیکھتے ہیں اللہ میاں بھی ان ہی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ یہ ہاتھ کان پیر یہ مخلوق کی بشری چیزیں ہیں۔ خالق جو ہے ان سے ماورا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ یہ کہہ رہے ہیں کہ میں آنکھ بن جاتا ہوں۔ کان بن جاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ وہ بندہ اگر کوئی چیز سنتا ہے۔ تو وہ میری معرفت سے سنتا ہے۔

اگر وہ کچھ دیکھتا ہے تو وہ میری معرفت دیکھتا ہے۔ اگر وہ کہیں جاتا ہے تو میری معرفت پیروں سے چل کر جاتا ہے۔ یعنی اس کے ذہن میں میرے علاوہ کچھ تصور نہیں ہوتا۔ ہر کام جو بھی وہ کرتا ہے میری خوشنودی کے لئے کرتا ہے۔ کسی بات کو بیان کرنے کا یہ ایک طریقہ ہوتا ہے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ صاحب اللہ تعالیٰ آنکھ بن گیا۔ اللہ تعالیٰ ہاتھ بن گیا۔ اللہ تعالیٰ پیر بن گئے تو پھر ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کے بھی ہاتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بھی پیر ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے بھی آنکھیں ہیں۔ جو کہ ...آنکھ، ناک، کان، پیر، ہاتھ یہ سب مخلوق کی صفات ہیں۔ تو یہ کہ اللہ تعالیٰ ہاتھ بن جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ ایسی بصیرت عطا کر دیتا ہے کہ وہ جب کچھ دیکھتا ہے تو اس دیکھنے میں اللہ تعالیٰ کی مشیت اس کے سامنے ہوتی ہے۔ اور وہ کوئی ایسی چیز کو نہیں دیکھتا کہ جس چیز کے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ ناخوش ہوتے ہیں۔

وہ کسی ایسے راستے پر قدم نہیں بڑھاتا جس راستے پر قدم بڑھانے سے اللہ تعالیٰ ناخوش ہوتے ہیں۔ وہ کوئی ایسی چیز ہاتھ سے نہیں پکڑتا۔ مثلاً ایک آدمی سودی کاروبار کرتا ہے۔ اب سودی کاروبار کرنے کا مطلب ہے کہ جب رقم آئے گی تو آدمی ہاتھ سے پکڑے گا۔ ایک آدمی شراب خانے کی طرف چلتا ہے۔ ایک آدمی مسجد کی طرف چلتا ہے۔ ظاہر ہے چلنا جو ہے تو وہ اگر وہ شراب خانے کی طرف چلنا ہے تو وہ اللہ

www.ksars.org

تعالیٰ کے لئے ناخوشنودی ہے۔ اگر وہی آدمی مسجد کی طرف چل رہا ہے تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔ اب ایک آدمی شراب خانے سے چل کر جب مسجد کی طرف یا مکے کی طرف یا مدینے کی طرف سفر کرتا ہے تو ظاہر ہے اس کا سارا چلنا اللہ کے لیے چلنا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ اللہ کی خوشنودی کے تحت قدم اٹھا رہا ہے۔ یہی ذہن کی بات ہے۔ جب وہ کچھ سوچتا ہے تو اس کی سوچ میں رحمانیت ہوتی ہے شیطنت نہیں ہوتی۔

تو اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ وہ بندہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کہا میں ہاتھ بن جاتا ہوں، کان بن جاتا ہوں وہ بندہ جو ہے وہ مکمل اللہ تعالیٰ کی رضا پر قائم ہو جاتا ہے۔ راضی برضا ہو جاتا ہے۔ اور انہی بندوں کے لئے ایک اور بھی حدیث ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ کے ایسے بندے ہوتے ہیں کہ جب وہ اللہ کے بھروسے پر کوئی بات کہہ دیتے ہیں تو اللہ اپنے اوپر لازم کرلیتا ہے وہ بات پوری کرتا ہے۔ یہی بزرگوں کی شفاعت ہے۔ کہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قوانین کے تحت ان پر عمل کرتے ہیں اور جن باتوں سے اللہ تعالیٰ ناخوش ہوتے ہیں ان کو اختیار نہیں کرتے۔ اختتام

www.ksars.org

سوال: تصوف میں یا حي یا قیوم کی اصطلاح کی کیا اہمیت ہے؟

جواب: یہ حي قیوم تو بھئی اللہ کا نام ہے۔اللہ کے نام کی اصطلاح سے کیا مطلب ہے؟اصطلاح تو اسے کہتے ہیں کہ جیسے کوئی ایک علم ہے اس کو آپ سمجھانا چاہتے ہیں۔اب سمجھانے کے لئے آپ کے پاس لفظ نہیں ہے۔تو اس علم کو سمجھانے کے لئے ایک آپ لفظ اپنی طرف سے بناتے ہیں۔اور پھر اس کی تشریح کرتے ہیں کہ بھئی مثلاً اب حضور قلندر بابا اولیاؒ نے لوح و قلم میں بہت ساری اصطلاحات قائم کی ہیں۔مثلاً ایک اصطلاح ہے "عالم جُو" اب عالم جو...عالم جو کا اگر کہیں آپ دیکھیں لغت میں کہیں بھی آپ کو ترجمہ لغت میں نہیں ملے گا۔تو اس کی تشریح وہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب کائنات بنائی تو سارا کا سارا ریکارڈ جو ہے وہ لوح محفوظ پر نقش ہو گیا۔لوح محفوظ سے نزول کر کے ایک اسٹیج ہے اور ایک اسٹیج نیچے آکر پھر وہ پروگرام نشر ہوتا ہے اسے لوح دوئم آپ کہہ سکتے ہیں۔اب لوح دوئم کو انہوں نے عالم جو کی ایک اصطلاح قائم کر دی۔

اور اس کی تشریح کر دی کہ بھئی عالم جو کا مطلب یہ ہے کہ لوح محفوظ سے نیچے ایک اور لوح محفوظ ہے۔اب اگر یہ کہتے کہ لوح محفوظ کے نیچے ایک اور لوح محفوظ ہے تو یہ کہنا پڑتا کہ لوح محفوظ نمبر ا، لوح محفوظ نمبر ۲، لوح محفوظ نمبر ۳ تو وہ جو آدمی کا دماغ... بھئی کتنی لوح محفوظ ہے کتنے وہ کس طرح ہے۔تو لوح محفوظ کے بعد جو دوسرا مقام ہے جو زون ہے یا جو درجہ ہے یا مرتبہ ہے اس کو انہوں نے عالم جو کے نام سے ایک اصطلاح قائم کر دی۔اب جہاں بھی لوح و قلم میں کوئی بندہ عالم جو پڑھے گا وہ سمجھ جائے گا کہ بھئی یہ لوح محفوظ کے بعد کا جو دوسرا درجہ ہے اس کے بارے میں یہ بیان ہے۔تو یا حي یا قیوم جو ہیں اللہ کے نام ہیں۔اللہ کے نام کی کوئی اصطلاح نہیں ہوتی۔نام، نام ہے اللہ کا نام ہے۔

www.ksars.org

سوال: عذاب قبر سے کیا مراد ہے؟

جواب: دیکھئے یہ بات کئی دفعہ اصل میں مسئلہ یہ سامنے آچکا ہے اور کئی دفعہ بڑی تفصیل سے میں نے اس پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے یہ ہم آپ کو کئی دفعہ بتا چکے ہیں کہ جسم جو ہے وہ ختم ہو جاتا ہے۔ کسی بھی قبر کو آپ دو ہفتے کے بعد کھول کے دیکھیں یا ایک مہینہ کے بعد اس کو کھول کے دیکھیں وہاں جسم نہیں ہوتا۔ مٹی ہو گی۔ سال بھر کے بعد کھول کے دیکھیں تو معلوم ہو گا ہڈیاں بھی نہیں ہوں گی۔ یعنی جسم لباس جو ہے لباس تو لباس سے تو کوئی سوال جواب ہو ہی نہیں سکتا۔ مثلاً اب اگر ایک آدمی ہے ایک آدمی جیسے میں ہوں میرا کرتہ، شلوار، ٹوپی آپ اس میں باندھ دیں بنا کر کھڑا کر دیں اور اس سے آپ سوال جواب کریں وہ آپ کو کیا جواب دے گا؟ اس لباس کو آپ پھاڑ دیں۔ جب بھی اس کی طرف سے کوئی مدافعت نہیں ہو گی۔ اس پہ آپ دیا سلائی لگا دیں وہ لباس جل جائے گا لیکن ایک آہ بھی نہیں نکلے گی۔

تو قبر میں تو یہ جو جسم ہے جسم قبر میں اس لئے رکھا جاتا ہے تاکہ بے حرمتی نہ ہو۔ انسان کی بے حرمتی نہ ہو۔ اب یہ قبر میں رکھنے کا رواج تو یہ اسلامی نہیں ہے کہ آپ یہ کہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد یہ سب کچھ ہوا۔ یہ تو یہودیوں کے زمانے سے ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے سے قبر بنتی چلی آئی۔ تو یہ انسانی عظمت کو خراب نہ کرنے کے لئے اور انسانیت کی بے ادبی نہ ہو اس کے لئے، دیکھئے ناں ایک آدمی مر گیا اس کی آپ لاش چھوڑ دیں اب وہ پھولے گا، سڑے گا، اس میں بدبو ہو گی، تعفن ہو گا، کیڑے پڑیں گے، گدھ کھائیں گے، کوے کھائیں گے، چیلیں کھائیں گی، چیونٹیاں لگیں گی، بلی کتے، بھیڑئے گیدڑ سب آکر اس کو کھائیں گے۔ تو یہ آدمی کی ایک طرح سے بے عزتی ہے۔ تو اس بے عزتی سے بچانے کے لئے اور انسانیت کا احترام برقرار رکھنے کے لئے یہ قبر کا تصور قائم ہوا۔

اور یہ حضرت آدم سے چل رہا ہے۔ ہابیل قابیل کا قصہ آپ نے سنا ہو گا۔ وہاں سے چل رہا ہے قبر کا سلسلہ۔ تو جسم جو ہے اگر ہم اس کو لباس مان لیتے ہیں روح کا اس کے اوپر کوئی حساب کتاب نہیں ہوتا۔ حساب کتاب ہوتا ہے پہلے بھی آپ کو بیان کیا جا چکا ہے کہ اس لباس کے اوپر ایک اور روشنیوں کا بنا ہوا جسم ہوتا ہے۔ اور وہ اس جسم سے نو انچ اوپر ہوتا ہے۔ تو سارا حساب کتاب، جزا سزا سب اس جسم کے اوپر ہوتا ہے اور وہ چیز جو ہے وہ عالم اعراف میں رہتی ہے۔ اب رہ گیا یہ سوال کہ صاحب جب روح عالم اعراف میں چلی گئی تو قبرستان میں کیا رکھا ہے وہاں تو ظاہر ہے کچھ بھی نہیں۔ یہ بات صحیح ہے قبرستان میں کچھ بھی نہیں رکھا۔ جسم تو مر کر مٹی ہو گیا۔ لیکن جس جگہ ہم دفناتے ہیں آدمی کو اسی مناسبت سے اس کا اعراف بنتا ہے۔ یعنی زمین سے دو سو میل اوپر اس کا اعراف۔ زمین سے دو سو میل اوپر ایک اور دنیا آباد ہے اسی طرح، جس طرح یہ ہے اس کو عالم اعراف کہتے ہیں۔

اب اس کی مثال یوں ہے کہ ایک پلازہ ہے اس کی دو سو منزلیں ہیں۔ تو جو زندہ آدمی ہے مثال کے طور پر وہ پہلی منزل پر رہتے ہیں اور مرا ہوا آدمی دو سوویں منزل پر رہتا ہے۔ تو اس کا تعلق اس زمین سے قائم ہے۔ اس لئے کہ پلازہ بغیر زمین کے قائم نہیں رہتا۔ ایک بات اور غور طلب یہ ہے کہ عالم اعراف جو ہے وہ زمین کے کرّے کے باہر نہیں ہے۔ عالم اعراف زمین کے کرّے میں ہے۔ تو وہاں جہاں اس کو

www.ksars.org

دفن کرتے ہیں کسی باڈی کو، مردہ جسم کو اس کا وہاں سے ایک تعلق قائم ہو جاتا ہے اس گھر سے، اس قبر سے اور لیکن وہ رہتا عالم اعراف میں ہے۔ تو جب ہم کسی کی قبر پہ جاتے ہیں تو ہمارا تعلق جو ہے اس بندے کے ساتھ عالم اعراف سے قائم ہو جاتا ہے۔ دیکھئے اس میں بڑا عجیب نکتہ نکلا کہ انسان جب قبرستان جاتا ہے اور وہاں جاکے بیٹھتا ہے کچھ پڑھتا ہے، ایصال ثواب کرتا ہے تو اس کے اندر وہ صلاحیت کام کرنے لگتی ہے جو صلاحیت یہاں سے دو سو میل اوپر کی ہے۔

یعنی ایصال ثواب پہنچانا اس بات کی نشاندہی ہے کہ آدمی کے اندر ایسی صلاحیت کام کر رہی ہے، ایسی نظر کام کر رہی ہے جو دو سو میل اوپر دیکھ سکتی ہے۔ اچھا اب آپ یہ کہیں ہم تو نہیں دیکھ سکتے۔ ہم تو سن بھی نہیں سکتے۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا جب تم قبرستان میں جاؤ تو کہو... السلام علیکم یا اھل القبور... اے قبر میں رہنے والو! السلام علیکم۔ اب ظاہر ہے رسول اللہ ﷺ کی کوئی بات غلط تو نہیں ہوسکتی۔ بغیر حکمت کے بھی نہیں ہوسکتی۔ حضور نے جب یہ فرمایا کہ قبرستان جاکر کہو... السلام علیکم یا اھل القبور! اس کا مطلب یہ کہ قبر میں رہنے والے لوگ ہمارا سلام سنتے ہیں۔ حضور نے یہ فرمایا کہ وہ تمہارے سلام کا جواب بھی دیتے ہیں لیکن تم سن نہیں سکتے۔ لیکن اگر ہم اس صلاحیت کو بیدار اور متحرک کرلیں یعنی لاشعوری صلاحیت کو، جو روحانی صلاحیت ہے تو ہم ان کی آواز سنیں گے، انہیں دیکھ بھی سکتے ہیں۔

ان سے رابطہ بھی قائم کرسکتے ہیں۔ یہ اہل اللہ کا عام فیض ہے، کشف القبور ایک باقاعدہ ایک اصطلاح ہے تصوف میں۔ لوگ جاتے ہیں آنکھیں بند کرکے بیٹھتے ہیں، کچھ پڑھتے ہیں جو عالم اعراف میں جو لوگ ہیں وہ سامنے آجاتے ہیں۔ قبر کا جو تعلق ہے۔ قبر میں جو گوشت پوست کا جسم ہے اس سے حساب کتاب نہیں ہوتا۔ بلکہ گوشت پوست کے جسم کے اوپر ایک اور روح کا بنایا ہوا ایک جسم ہوتا ہے، مکمل جسم ہوتا ہے۔ اس کو جسم مثالی بھی کہا جاتا ہے۔ وہ سنتا ہے وہ دیکھتا ہے۔ وہ خوشی محسوس کرتا ہے... اختتام

www.ksars.org

میز بان سوال: حضرت عیسٰی علیہ السلام کے وصال ہیں کیا حکمت ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بارے دو باتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا اظہار کیا ہے کہ اللہ ایسی ہستی ہے۔ ایسی قادر مطلق ہے کہ وہ جو چاہئے کر سکتا ہے مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش میں ماں باپ دونوں زیر بحث نہیں آتے ہیں۔ حضرت حوا کی پیدائش اور حضرت حوا کی پیدائش کے بعد کہیں تذکرہ ہی نہیں ہوتا اب ایک ہی خانہ رہے گیا تھا بغیر باپ کے پیدائش تو وہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو پیدا کر کے یہ ظاہر فرمادیا یہ جو تخلیق کا سلسلہ قائم ہے مخلوق یہ نہیں سمجھیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ محتاج ہے اور یہ ایک سلسلہ قائم کر کے ناعوذ باللہ اللہ تعالیٰ اس میں پابند ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے بارے میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی قادر مطلق ہے کہ چاہے تو بغیر ماں کے پیدا کر دے، اور چاہے تو بغیر باپ کے پیدا کر دے۔

بڑی عجیب بات ہے کہ یہ جتنی بھی تخلیق کا سلسلہ ہمارے سامنے ہے وہ چاہے اس میں انسان اور حیوان ہو اس میں ماں باپ جو ہے وسیلہ ہے پیداش کے۔ جب تک ماں باپ نہیں ہونگے جب تک اولاد پیدا نہیں ہو گی۔ اب درختوں کا بھی ایسا حساب کتاب ہے وہ بھی نر مادہ ہو تے ہیں، پودوں کا بھی ایسا حساب کتاب ہے۔ وہ بھی نر مادہ ہوتے ہیں، کھجور میں بھی یہی حساب کتاب ہے اور جناب اتنے حیوانات ہیں ان میں بھی یہی سلسلہ ہے اور انسانوں میں بھی یہی سلسلہ ہے۔ لیکن جب اللہ کا تذکرہ آئے گا تو وہاں یہ بات بالکل واضح طور پر سامنے آجائے گی کہ یہ ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ نے نسل کشی کا جو سلسلہ بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اسی طرح پسند کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ محتاج نہیں ہے۔ بغیر ماں کے بچہ پیدا نہ ہوتا ہو بغیر باپ کے بچہ پیدا نہ ہوتا ہو۔ بغیر ماں کے پیدا ہوا ہے ایک تو اللہ تعالیٰ نے اپنی خدائیت کا یہ اظہار کیا ہے۔

دوسری بات اللہ تعالیٰ نے جو حکمت اس ہیں ظاہر کی ہے وہ یہ ہے کہ جس طرح مرد، مردوں کو اللہ تعالیٰ نے روحانی صلاحیت دی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے خواتین کو بھی روحانی صلاحیت سے نوازا ہے۔ مثلاً جب حضرت مریم علیہ السلام کو حضرت زکریا علیہ السلام نے کمرے میں بند کر دیا اور بھول گئے اور کچھ دنوں کے بعد یا کافی دنوں کے بعد زکریا علیہ کو کمزوری محسوس ہوئی۔ یہی کہ حضرت مریم کمزور ہو گئی وہ تو بچارے گھبرا گئے تھے پتا نہیں مر ہی گئی ہو نگی۔ انہوں نے پوچھا بھئی تم نے کہاں سے کھایا، کہاں سے پیا میں تو باہر سے دروازہ بند کر کے گیا تھا۔ حضرت مریم نے یہ کہا مجھے تو میرا اللہ بھیجتا تھا۔ فرشتے کھانا لاتے تھے وہ کھایا تو ایک تو یہ بات دوسری یہ حضرت مریم نے فرشتوں کو دیکھا اور جب فرشتوں نے کہا اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے۔

کہ تمہارے یہاں ایک بیٹا ہو اور وہ بیٹا اللہ کا پیغام پہنچائے تو حضرت مریم علیہ السلام نے فرمایا میں تو کنواری ہوں مجھے کیسے پتا بیٹا کیسے ہو گا تو فرشتوں نے کہا کہ اللہ ایسا ہی چاہتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے وہ ہو جاتا اس سے آپ یہ دیکھیں حضرت مریم علیہ السلام کی اتنی زیادہ صلاحیت تھی کہ حضرت مریم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک خاص معجزے کے لئے یا تخلیق کے لئے، خاص نشانی کے لئے عورت کا انتخاب کیا اور اس

www.ksars.org

عورت کی تعریف یہ ہے کہ جب عورت نے سنا فرشتوں سے اللہ ہی ایسا چاہتا ہے تو اس عورت نے خود کو سرنڈر کر دیا اور کہے دیا ٹھیک ہے اللہ ایسا چاہے تو یں کیا ہوں۔ تو اس میں خواتین کے متعلق بہت بڑا اللہ تعالی کی طرف سے اعزاز ہے کہ اللہ تعالی نے یہ بتایا ہے کہ مردوں کو روحانی علوم حاصل ہوتے ہیں، جس طرح مردوں کے اندر روحانی احکام کام کرتے ہیں۔ اسی طرح خواتین کے اندر بھی روحانی صلاحیتیں ہیں یہ دو باتوں تو بات بڑی لمبی ہو جائے گی اگر اس کی تشریح کریں بہر حال پیدائش کے سلسلے میں یہ دو باتیں بہت زیادہ اہم ہیں۔

ایک یہ کہ اللہ تعالی نے اپنی قدرت کا اظہار کیا اور دوسری یہ کہ اللہ تعالی نے یہ بتایا ہے کہ عورت کو اور مرد کو روحانی صلاحیت برابر برابر ہیں۔ اگر کوئی پیغمبر فرشتوں کو دیکھ سکتا ہے تو ایک خاتون بھی فرشتے کو دیکھ سکتی ہیں۔ اگر کسی پیغمبر کے اوپر وحی ہو سکتی ہے اور اللہ تعالی اس مرد کو جو پیغام پہنچا سکتے ہیں تو اللہ تعالی حضرت مریم کی صورت یں ایک عورت پر بھی پیغام نازل کرنے پر قادر ہے اور جس طرح ایک مرد پیغمبر اللہ تعالی کا فرمان سن کر اس پر عمل کرتا ہے وہ آدمی نبی کا درجہ ہو جاتا ہے اسی طرح حضرت مریم بھی جب فرشتوں نے یہ کہا آپ کا اللہ ایسا ہی چاہتا ہے۔ تو حضرت مریم نے یہ کہا مجھے یہ تسلیم ہے کہ اللہ کو پتا تھا کہ دنیا مجھے کیا کہے گی لیکن انہوں نے کہا ٹھیک ہے اللہ جو کہتا ہے ٹھیک ہے اور پھر ولادت ہوئی حضرت عیسٰی علیہ السلام کی، بعد میں حضرت عیسٰی علیہ السلام بولے ہمارے باپ کدھر ہیں

۔

لیکن حضرت مریم علیہ السلام نے بالکل مردوں کی طرح وہی کردار ادا کیا جو پیغمبروں نے کردار ادا کیا ہے۔ پہلے تو کرتے ہی تھے آئندہ کریں یا حضرت عیسٰی علیہ السلام کرتے تھے۔ تو یہ تو پیدائش کی سمجھ یں بات ہوئی کہ مردوں اور عورتوں کی روحانی صلاحیتیں بالکل برابر، برابر ہیں۔ کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ صاحب مرد پیغمبر ہوئے عورتیں پیغمبر نہیں ہوئی لیکن تاریخ کا جو عہد ہے اس میں کئی خواتین کا پیغام دیا جاتا ہے کہ اللہ تعالی نے ان کو پیغمبر بنایا۔ اچھا اب اگر چلئے یہی تسلیم بھی کر لیا جائے کہ کوئی عورت پیغمبر نہیں ہوتی تو اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ عورت کے اندر روحانی صلاحیت موجود نہیں ہے۔ پیغام کے پہچانے کے لئے اگر انتخاب نہیں کیا جائے حالانکہ ایسا نہیں ہے لیکن اگر مان لیا جائے تو اس سے یہ بالکل ثابت نہیں ہوتا کہ بھئی مردوں کے اندر روحانی صلاحیت زیادہ ہے عورتوں کے اندر روحانی صلاحیت نہیں ہے۔

اس لئے کہ حضرت مریم علیہ السلام کا جو کردار ہے اور ایک مرد پیغمبر کا جو کردار ہے۔ وہ برابر برابر ہے یہ تو پیدائش کے سلسلے میں ایک بات ہوئی دوسرا جو اس میں واقعہ ہے وہ ہے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی موت کہے لیجئے یا اس دنیا سے انتقال کر جانا کہے لیجئے۔ لوگوں نے یہ کہا یہ عجیب واقعہ اس طرح ہوا، بہر حال کچھ لوگ اس کی ڈیٹیل نہیں جانتے ہوں۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے زمانے میں بیت المقدس کے چاروں طرف بازار لگتا تھا۔ جیسے میں نے ابھی مسجد میں دیکھا تھا چاروں طرف بازار تھا اب مسجد ہے تو بازار جب وہاں لگتا تھا تو اس بازار میں یہ یہودی لوگ جو ہیں انہوں نے جیولری وغیرہ کے علاوہ انہوں نے وہاں جوا، سٹا، اور اس قسم کی چیزیں چلنا شروع کر دی۔ وہ اللہ تعالی کے نظام کے بالکل مترادف ہیں۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے ان کو بار بار منع کیا کیوں کہ ان کو اس کا کاروباری نقصان ہوتا تھا۔

www.ksars.org

لوگ بے شمار آتے تھے بیت المقدس کی زیارت کے لئے وہ تو فنکاری ہوتے تھے تو انہوں نے احتجاج کیا اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کے خلاف ایک سازش تیار کی اوران سے یہ منسوب کیا حضرت عیسٰی علیہ السلام سے کہ صاحب انہوں نے کہا ہے کہ اگر میرا بس چلے تو میں بیت المقدس کو اٹھا کر پھینک دوگا۔ حالانکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے یہ کہا تھا اگر تم لوگ باز نہ آئے تو میں تمہاری ساری دوکانیں یہاں سے اٹھا کر باہر پھنکوادوگا۔ تو وہ دوکانوں کے بجائے انہوں نے یہ بتایا کہ صاحب حضرت عیسٰی علیہ السلام نے یہ کہا ہے کہ بیت المقدس کو اٹھا کر پھینک دوگا اور اس میں عدالت میں مقدمہ چلا گیا اور مقدمے کے بعد یہودیوں نے بے شمار گوہ پیش کر دئے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے یہ کہا کہ بیت المقدس کو یہاں سے گرادو۔ مقدمہ چلتا رہا تو جو گورنر تھا جس کے پاس مقدمہ تھا اس نے اس مقدمے کو بہت زیادہ طویل کیا وقفہ دیا کہ کسی صورت میں آپس میں سمجھوتا ہو جائے وہ ایک نیک بندے کو رہا کرنا چاہا رہا تھا۔

اسی اثناء میں کیوں کہ تقریب آگئی جیسے آپ لوگ عید کہتے ہیں اور نام ہوگا اس زمانے میں تو آگئی تھی تو کہا یہ تھا کہ اس زمانے میں کچھ لوگوں کو بادشاہ جو ہے وہ آزاد کرتا تھا اس میں ڈاکو ہوتے تھے یا قاتل ہوتے تھے تو گورنر نے سارے مولویوں کو بلایا اور یہ کہا کے بھئی اس مقدمے کے پیچھے کوئی جان تو ہے ہی نہیں لیکن یہ مقدمہ طویل ہو رہا ہے گواہیوں سے، اب یہ ہے کہ میری یہ خواہش ہے کہ تمہارے دو آدمی جو ہیں جیل میں بند ہیں ایک ڈاکو ہے اور ایک قاتل ہے۔ تو ان کے بارے میں کیوں کہ ظاہر ہے ہمیں چھوڑنے ہیں عید کے موقعے پر تو میں یہ چاہتا ہوں کہ تم لوگ جو ہیں ان دونوں میں سے ایک کا انتخاب کر لو اور ایک حضرت عیسٰی علیہ السلام کو چھوڑ الو تو انہوں نے کہا کہ صاحب ہمیں ڈاکو کو چھوڑنا، حضرت عیسٰی علیہ السلام کو نہیں۔

نتیجے میں یہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام وہاں سے جیل خانے سے کسی صورت میں نکل آئے اور ان کی بس تلاش شروع ہوگئی کہ کہاں گئے، کہاں گئے، ان کے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے حوارین میں سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے حوارین میں سے ایک دفعہ حضرت عیسٰی علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے باتیں ہو رہی تھیں انہوں نے فرمایا میرے ساتھیوں میں سے گیارہ حوارین بتائے جاتے ہیں تو میرے ساتھیوں میں سے کوئی میری مخبری کریں گا اور مجھے پکڑوادے گا۔ تو ان ساتھیوں میں سے ایک ساتھی نے کہا صاحب میں نہیں ہو سکتا وہ، باقی تو خاموش رہے، تو حضرت عیسٰی علیہ السلام نے کہا تو تو خود اپنے منہ کہہ رہا ہے۔ اس کا مختصر یہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اس سے کہا کہ تو میری مخبری کرے گا اور تیس روپے کے لیے تو مجھے گرفتار کروائے گا، یہی ہوا کہ انہوں نے گورنمنٹ نے جاسوس بنایا تیس روپے کا لالچ دے کر حضرت عیسٰی علیہ السلام کی گرفتاری یعنی تیس روپے کا انعام تو تیس روپے انعام لے کر اس نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی مخبری کر دی اس کا مختصر یہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام جو نشاندہی کی لیکن حضرت عیسٰی علیہ السلام نہیں تھے ان کے ہم شکل کوئی آدمی تھے اس کو وہ پکڑ کو لے گے۔

اب دیکھیے عیسائی حضرات یہ کہتے ہیں ان کو قتل کر دیا گیا۔ ان کو سولی چڑھا دیا۔ اللہ تعالی نے اس کی نفی کی اور یہ بتایا کہ ... وما قتلوا عیسی وما صلبوہ...نہ کسی نے عیسٰی کو قاتل کیا ہے نہ کسی نے عیسٰی کو سرنڈر کیا ہے۔ اللہ نے ان کو آسمانوں کی طرف اٹھالیا اب اس میں عیسائی مذہب تو یہ کہتا ہے کہ صاحب وہ ایسے ہی زندہ اٹھالیا۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو زندہ اٹھالیا لیکن روحانی لوگ وہ یہ کہتے ہیں اٹھالیا کا مطلب ہے کہ انہیں موت آگئی وہ کہتے ہیں اللہ تعالی نے ان کو پسند کر لیا ہے اور وہ ان کو ایسی ہی موت اللہ تعالی دی جو طبعی رخ ہے

www.ksars.org

میزبان: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ساری کائنات کے لئے باعث رحمت ہیں۔ برائے کرم اس کی تشریح بیان کریں کیوں کہ کچھ لوگ کہتے ہے نبوت کا سلسلہ حضور ﷺ کی وصال کے بعد ختم ہو گیا۔

خواجہ صاحب: نہیں یہ تو ایسی بات ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں فرمایا ہے الحمد اللہ رب العالمین کہ اللہ جو ہے تمام عالمین کا رب ہے ۔اب آپ یہ کہے کہ صاحب جب عالمین بن گیا تو رب کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ تو ضرورت ہی ختم ہو گئی ۔رحمت اللہ وماارسلنا کارحمت...العالمین... حضور ﷺ کو عالمین کا رحمت بنا کر بھیجا اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب تک عالمین ہے، رحمت ہے، جب تک عالمین موجود ہے الحمد اللہ رب العالمین...جب تک عالمین موجود ہے تو رب العالمین بھی موجود ہے۔اسی صورت سے جب تک عالمین موجود ہے رحمت بھی موجود ہے اور بغیر رحمت کے عالمین کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور بغیر ربوبیت کے بھی عالمین کا تصور نہیں کیا جا سکتا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں الرحمان الرحیم، اگر الرحمان الرحیم بھی اس بات سے مشہور ہے کہ عالمین موجود ہے۔تو جب تک عالمین ہی موجود نہ ہو تو کیسا الرحمان کیسا الرحیم کیسا تو یہ وماارسلنا...رحمت العالمین کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ جو عالمین بنا دیئے ہیں یہ جو کائنات بنادی جب تک یہ کائنات ہے۔

اس وقت تک رسول اللہ ﷺ رحمت العالمین ہیں۔اور جب تک رسول اللہ ﷺ رحمت العالمین ہیں اسی وقت تک کائنات موجود ہے ۔یہ دونوں طرح ہم اس بات کو کہے سکتے ہیں جب تک عالمین موجود ہے رحمت کا ہونا بھی ضروری ہے اور جب رحمت ہی ختم ہو جائے گی تو یہ کائنات بھی ختم ہو جائے گی۔تو یہ مشہور ہے رسول اللہ ﷺ جو ہے رحمت العالمین ہیں بالکل اسی طرح جس طرح اللہ تعالیٰ جو ہے رب العالمین ہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ رب ہو گئے۔ یا اللہ ہو گئے۔ یا خدا ہو گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نظام بنایا ہے کہ ایک طرف ربوبیت ہے۔اور دوسری طرف رحمانیت ہے رحم و کرم ہے۔ تو رب مشہور ہے اس بات کا کہ رب رحم و کرم والا ہو، معاف کرنے والا ہو تو اللہ تعالیٰ نے ربوبیت کی صفت اپنے لئے مقصود کر لی ہے۔ لیکن رحمت کی صفت رسول اللہ ﷺ پر منتقل کر دی ہے۔اب یہ کائنات میں ربوبیت کا وصف جاری وساری ہے وہ اللہ کی ذات سے متعلق ہے اور جتنا یہاں رحم سے متعلق وصف جاری وساری ہے کائنات ہیں وہ رسول اللہ ﷺ سے متعلق ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے خود فرمادیا وماارسلنا... ہم نے اپنے محبوب ﷺ کو عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

میزبان: حضرت جعفر کی شہادت کے چھ ماہ کے بعد حضرت جعفر کے بیٹے نے اپنے باپ کی قبر کھودی تو اس قبر کو جب دوسری قبر میں منتقل کیا تو دیکھا کہ کسی چیز میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی سوائے داڑی کے چند بال جو ہے وہ گر گئے۔خواجہ صاحب آپ نے کئی بار یہ فرمایا ہے کہ انسان مرنے کے تین دن کے بعد سڑنے لگتا ہے اور ایک وقت ایسا تاہے اس کا جسم ختم ہو جاتا ہے۔خواجہ صاحب ایسا ہوتا ہے یہ مندرجہ ذیل واقعہ ثابت ہے ان کے ساتھ ایسا کیوں نہیں ہوا؟

خواجہ صاحب: حضور پاک ﷺ کی ایک حدیث ہے کہ اللہ کے بندے ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ ان کے ہاتھ بن جاتا ہے۔اللہ ان کے کان بن جاتا ہے۔جو کچھ وہ کہتے ہیں اللہ انہیں پورا کر دیتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے اب دیکھئے جو بندہ اللہ کا ہاتھ بن گیا وہ کیسے سڑ سکتا ہے۔جو بندہ اللہ ہاتھ نہیں بنا وہ سڑ جائے گا۔تو سڑان کا تعلق مخلوق سے ہے۔خالق سے نہیں ہے۔پھر عہد رسالت میں جو شہداء ہوئے شہداء کے بارے

www.ksars.org

میں اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ شہداء جو ہیں زندہ رہتے ہیں اور اس سے بڑی بات انہوں نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ شہداء جو ہیں وہ اپنی قبروں ہیں سے باہر آتے ہیں اور حجامت بھی بنواتے ہیں ناخن بھی تراشتے ہیں پھر واپس چلے جاتے ہیں۔ حضور قلندر باباؒ اولیاءؒ نے مجھے واقعہ سنا ان کے دادا جو تھے وہ کہیں نئی لین ڈال رہے تھے۔ جیسے زمین کھودی گئی تو کچھ آواز آئی تو وہ لوگ سمجھے کہ اندر کوئی خزانہ وزانہ ہیں جو مٹکے وٹکے کی آواز آرہی ہے۔

تو وہ بہت احتیاط سے زمین کھودوائی گئی تو پتا چلا یہ تو ایک قبر ہے۔ تو اس زمانے میں تو تختہ سلیٹ رکھتے ہیں پہلے تو زمانے ہیں لکڑی اور تختے رکھتے تھے۔ اس سے پہلے مٹکے رکھتے تھے۔ اب بھی بہت ساری جگہ پنجاب میں رکھے جاتے ہونگے۔ قبر کھود کر الٹے مٹکے رکھے اس پر ڈال کر مٹی پھر اس کو بند کرتے تھے تو وہ مٹکے بہت احتیاط سے نکالے گئے حضور قلندر باباؒ اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ وہ میرے دادا نے جو اوپر طرف سے پیر کی طرف سے مٹکے اٹھائے سر کی طرف سے آخری مٹکہ اٹھایا تو وہاں ایک لاش ملی کفن پہنے ہوئے۔ کفن ابھی خراب نہیں ہوتا تھا تو ایک دم انہوں نے ایسے اٹھایا اپنا کفن اٹھ کر بیٹھ گئے اور یہ کہا کیا حشر اور نشر ہو گیا تو انہوں نے حضور قلندر باباؒ اولیاء کے دادا نے کہا نہیں ابھی حشر نشر نہیں ہوا ہم ذرا صفائی کر رہے ہیں آپ کی قبر کی، آپ سو جائے وہ پھر سو گئے اور سونے کے بعد مٹکے لگا کر قبر بند کر دی گئی اور وہ لوگ جو آتے ہیں۔

تو یہ تو بہت لوگوں میں عام ہو گئی بات ابھی تک وہ مزار ہے۔ مزار کا نام بھول گیا نام بھولنے میں بہت تیز ہوں۔ اچھا یہ تو بات ہو گئی ایک مولانا اشرف کا ایک واقعہ ہے کہ وہ اسٹشن سے آئے تو بیچ میں ایک قبرستان پڑتا تھا تو وہاں حافظ دانی شہید کا ایک مزار تھا۔ بہر حال انہوں نے کہا یہ حافظ صاحب کے مزار پر فاتحہ پڑھ لیں تو وہاں یہ پڑھنے گے، فاتحہ پڑھ رہے تھے ایک دم گھبرا کر ہاتھ چھوڑ کر جانے لگے۔ تو لوگوں نے کہا حضرت جی کیا ہوا تھوڑے سے گھبرائے جانے لگے جی حافظ صاحب نے مجھے ڈانٹ دیا اور یہ کہا ہے کہ مردے پر فاتحہ پڑھ رہا ہے، بڑا آیا فاتحہ پڑھنے والا ہے۔ تو یہ حافظ دانی شہید بہت مشہور ہو گئے تھے اور مقصد یہ ہے کہ سڑان کا تعلق بھئی ہم جیسے لوگوں کا ہے ہم لوگ سڑ جائیں گے۔ اللہ والے نہیں سڑتے یہ جو سڑان ہے آدمی سڑ جاتا ہے لیکن شہداء نہیں سڑتے قرآن سے شہداء کا تعلق ہے ظاہر ہے وہ شہد ہو گئے اور دوسری بات یہ ہے کہ جو واقعتاً اللہ والے ہو جاتے ہیں اور جن کے اللہ تعالیٰ ہاتھ ناک کان بن جاتے ہیں۔

ان کے جسم جو ہیں وہ خراب نہیں ہوتے وہ سارا کا سارا اس میں واقع ہے تمام دنیا نے دیکھا ٹی وی میں دیکھا۔ اتنا ہی ہے۔ اختتام

مرید کس طرح پیر و مرشد کی ذات میں فنا ہو سکتا ہے؟

سوال۔ یہ ایک سوال ہمارے شاہد صاحب نے دیا ہے کہ روحانی ڈائجسٹ میں آپ کے مسائل میں ایک آپ نے فرمایا ہے کہ روحانی علوم کے اقتباس کے لئے ضروری ہے کہ مرید اپنے ایک مراد تلاش کرے اور مراد تلاش اس طرح کرے کہ وہ ہاتھ مرید کے رشتے رشتے میں جذب ہو جائیں اس کے بغیر روحانی علوم شروع نہیں ہو گا اور اگر پردے کا حال ہو بھی جاتا ہے تو عارضی ہوتا ہے اور پردے کا نشان نہیں ہوتا بجائے یہ فرمائے کہ عملی طور پر یہ بتائیں کیا کیا ہوتا ہے؟

جواب۔ یہ ہی بات میرے ذہن میں زیر بحث آتی ہے ان علوم کو سیکھانے والا بندہ جو ہے وہ اچھا استاد ہو اور اس علوم کو جو سیکھنے والا ہو وہ اس سے با مرشد ہونا چاہیے، میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے ایسا استاد تلاش کرنا ہو گا جو مجھے سیکھائے کوئی آدمی انگریزی نہیں جانتا مجھے

www.ksars.org

کیسے انگریزی پڑھائے گا کوئی آدمی اردو جانتا ہے تو ضروری ہے جو استاد ہو اس کو اردو آتی ہو بہر حال بات یہ ہوئی جو استاد ہے اس کے بارے میں یہ معلومات حاصل ہونی چاہئے اور یہ یقین ہونا چاہئے کہ جو علم ہم سیکھ رہے ہیں وہ ہی علم سیکھ رہے ہیں جو اس آدمی کو آتا ہے۔ پہلی بات تو یہ بن گئی دوسری بات ضروری ہے کہ پہلے شاگرد کو اس استاد سے تعاون کرنا ہوگا مثلاً آپ کارپینٹر کا کام سیکھنا چاہتے ہیں اس میں آری ہوتی ہے آری سے تو جان بھی جاسکتی ہے۔

استاد کہتے ہیں کہ جب اس آری کو لکڑی پر چلایا گیا تو آپ دیکھئے یہ آری کو آڑھی کر کے لکڑی کے ساتھ چلایا گیا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ لکڑی نہیں کٹے گی اگر آپ نے زبردستی کوئی طریقہ ایسا اختیار کر لیا تو وہ آری مجبوراً لکڑی کاٹ گئی اس لکڑی کو کاٹا نہیں کہے گے اس سے یہ پتا چلا کہ کوئی بھی علم سیکھنا ہو اس کی پہلی بنیادی شرط اس بات میں ہے جس میں آدمی اپنی عقل استعمال نہ کرے جیسے استاد کہتے چلے جائیں آپ کرتے چلے جائیں۔ اب ایک آدمی کو حساب کتاب نہیں آتا استاد کہتے ہیں ایک دو تین چار۔ اب شاد گرد طالب ہے تو خوش ہو جاتا ہے تو اسے ایک دو تین چار میں عقل استعمال نہیں کرنی پڑھتی اگر اس نے ایک دو تین چار میں عقل استعمال کر لی اگر اس نے کہا صاحب ایک دو کیوں نہیں تین چار کیوں ہیں تو وہ نہیں سیکھ سکے گا۔ اب حساب سیکھنے کے لئے گنتی کی لازم ہے کہ آدمی چار سال کا ہو، پچاس سال کا ہو ، بیس سال کا ہو، بے عقل ہو جائے کہ صاحب روحانیت کے لئے ایک مراد کی اور ایک مرید کی ضرورت ہے۔

مرید سے مراد شاگرد، مراد سے مراد استاد ٹیچر۔ تو جب کوئی آدمی دنیاوی علوم کو سیکھنا چاہتا ہے تو اس کے بارے میں معلومات حاصل کرتا ہے۔ کوئی آدمی روحانیت سیکھنا چاہتا ہے اور روحانیت کے بارے ہیں کچھ معلومات حاصل ہوں۔ مثلاً ایک روحانیت ہوتی ہے جس طرح انسان کی دو آنکھیں سامنے رکھی ہوئی ہیں اس طرح اندر بھی دو آنکھیں ہوتی ہیں۔ جس طرح یہ آنکھ مادی دنیا میں دیکھتی ہے تو اندر کی جو آنکھیں ہیں وہ اندر کی دنیا میں دیکھتی ہے۔ تو یہ کس طرح ہے کسی کے تجربے میں نہیں ہے یہ بات، میرے تجربے میں یہ بات ہے روحانی علوم کا قاعدہ کیا ہے۔ اور روحانی علوم کی بھی الف ب ت ہوتی ہے۔ تو جب وہ اس قاعدے کی بنیاد پر کسی سلسلے میں داخل ہوگا اور وہ استاد اسے اس سلسلے ہیں داخل کرلے گا۔ تو اس کو روحانی اصلاح سے مرید کہا جاتا ہے۔ اور استاد کو مراد کہا جاتا ہے۔ تو جس طرح الف ب سیکھنے کے لئے استاد کی تعلیم بغیر عقل استعمال کئے ہوئے ضروری ہے تو اسی طرح روحانی علوم سیکھنے کے لئے بھی ضروری ہے۔

دنیاوی علوم میں phd کی ڈگری کی بہت بڑی بات ہے مگر روحانی علوم سیکھنے کے لیے اس کی کوئی حثیت نہیں ہے اس لئے کہ phd آدمی جو ہے روحانی علوم میں اس کی قدر، حیثیت نرسری جیسے بچے کی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک بزرگ ہیں ساٹھ سال کی عمر ہے زمیندار ہیں کسان ہیں۔ تو انہوں نے پڑھا ہی نہیں نہ انہوں نے اردو پڑھی نہ انہوں نے قاعدہ پڑھا نہ انہوں نے قرآن پڑھا، ایسے لوگ بھی ہیں۔ اب ان کے سامنے آپ ایٹم کی تھوری بیان کرنا شروع کر دیں یا ایسے نظام کی تعریف بیان کریں کہ صاحب ایسا نظام ہوتا ہے۔ یہاں سے آواز آتی ہے وہاں جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا وہ بزرگ جو ہیں وہ بے وقوف ہوئے یا آپ بے وقوف ہیں کہ آپ نے اس بزرگ کی صلاحیت کا اندازہ کئے بغیر اپنا وقت بھی ضائع کر دیا اس کا وقت بھی ضائع کر دیا تو مرید کے لئے اتنا ضروری ہے یہ مراد کا کہا ماننا اور خود کو مراد علم کے کسی بھی درجے پر ہو، پھر یہ روحانیت جو ہے الف ب ت سیکھنے کے لئے اس میں داخل ہو جانا تو ایک تو یہ بات دنیاداری کی بات ہو گئی اور پھر آپ نے سنا کہ جب تک کہ الف کو الف نہ کہے کر بغیر عقل استعمال کئے ہوئے روحانیت نہیں سیکھ سکتا۔

www.ksars.org

دوسری بات یہ ہے یہ روحانیت جو ہے یہ کوئی کتابی علم نہیں۔ کتابوں میں روحانی لوگوں کا تذکرہ ہے مگر روحانی علوم کا تذکرہ نہیں ہے۔ ابھی تک روحانیت کا کوئی رخ سامنے نہیں آیا ہے۔ پہلی جماعت پہلی کتاب پہلی کے بعد دوسری جماعت دوسری کتاب دوسری جماعت کے بعد ایم اے یہ کورس جو ہے ابھی تک دنیا میں نہیں ہے جو لوگوں نے بنایا ہو۔ اب کیوں نہیں بنایا یہ الگ بات ہے ایسا کورس ہے نہیں۔ کتابی صورت میں ایسا کوئی کورس نہیں ہے، ہمارے لئے۔ روحانی علوم منتقل ہوتے ہیں زبانی طور پر منتقل ہوتے ہیں یا ذہنی طور پر منتقل ہوتے ہیں۔ ایک آدمی نے ابھی جنت نہیں دیکھی لیکن ہو سکتا ہے کہ وہ اس کو اللہ جنت میں، دوزخ میں بیٹھا دے تو استاد کے مشاہدہ کرنے سے یہ استاد کا علم بن گیا۔ اب وہ جنت میں بیٹھا یا جائے یا دوزخ میں بیٹھا یا جائے استاد کا اپنا ایک علم بن گیا اور روحانیت کی طرز میں یہ بات آگئی کہ جنت کو کیسے دیکھا جاتا ہے اور جنت کیا ہے۔

تو جب مرید کا مراد جنت دیکھانا چاہے گا تو اس کے لئے ضروری ہو گا کہ وہ صلاحیت جو استاد کے اندر موجود ہے یعنی جس صلاحیت سے استاد نے یا مراد نے جنت کو دیکھا ہے وہ صلاحیت جب تک مرید کے اندر منتقل نہیں ہو گی جب تک جنت نہیں دیکھ سکتا، اس بات کو آسان لفظوں میں کہہ ایک دنیا ہے آپ دیکھ رہے ہیں اس کا رنگ سفید ہے دھوپ کا رنگ اب آپ یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں سب لوگ نظر آئیں لیکن دنیا ایک ہی نظر آئے اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ آنکھیں بند کر کے سرخ گلاس لگا لیجئے تو آپ کو لال نظر آئے گی یہ الگ بات ہے کہ وہ لال ہے ہی نہیں لیکن اب مسئلہ یہ ہے کہ وہ سرخ رنگ کا گلاس کہاں سے آیا یا نیلا رنگ کا چشمہ کہاں سے آگیا آنکھوں میں یہ سرخ رنگ کا گلاس یا نیلے رنگ کا چشمہ جو ہے دراصل یہ ایک صلاحیت ہے۔ ایک تجربہ ہے۔ اس تجربے کی بنیاد پر اس کو پیلا بنا دیا گیا اس کو سرخ بنا لیا گیا تو اگر استاد واقف ہے اس بات سے اگر آنکھوں پر نیلے رنگ کا گلاس بنا لیا جائے تو ہر چیز نیلی نظر آئے گی تو اسکا تجربہ جو ہے وہ اس سے واقف ہے حالانکہ آپ نے کبھی نیلے رنگ کا چشمہ دیکھا ہی نہیں ہے۔

نہ آپ اس سے واقف ہیں۔ جیسے ہی استاد اپنی آنکھوں میں سے نکال کر آپ کی آنکھوں پر چشمہ لگائے گا تو دنیا نیلی نظر آئے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ استاد نے جس صلاحیت سے جس چشمے سے یہ گلاس میں دنیا کو رنگین دیکھا یہ چشمہ صلاحیت آپ کو منتقل کر دی یعنی آپ کو چشمہ دے دیا اور کھول کر آپ بیان کریں کہ ہماری جو دیکھنے کی صلاحیت ہے اس کو ہم جب دیکھتے ہیں وہ ہماری نظر میں ٹھیک کام کرتی ہے۔ اور ایک وقت تک کام کرتی ہے۔ لیکن جب ہم چشمہ لگاتے ہیں تو ہمیں بہت دور دیکھتے ہیں اور جب ہم دوبین لگا لیتے ہیں تو وہ نظر اور زیادہ دور دیکھتے ہیں اور جب ہم ٹیلی اسکوپ پر دیکھتے ہیں تو ہمیں سیارے اور ستارے نظر آتے ہیں اور پورے کہکشانی نظام ہمارے آنکھوں کے سامنے نظر آتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا اگر کوئی ایسی چیز دور دیکھنے کی صلاحیت کو بیدار اور متحرک کر دیتی ہے۔ وہ آپ کو حاصل ہو جائے اگر آپ دوبین رکھ لیں مائیکروسکوپ رکھ لیں تو آپ بھی اس دور کی چیزوں کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

لیکن جب تک کوئی صاحب دوربین آپ کی آنکھوں کو نہیں لگائے گا آپ سیارے کو ستارے کو نہیں دیکھ سکتے تو روحانیت کا اصول اور دنیاوی علوم کا الگ الگ نہیں ہے بس فرق اتنا ہے کہ دنیاوی علوم جو ہے وہ محنت سے، اقتباس سے، قاعدے سے، کتابوں سے، تختے سے، قلم و دماغ سے حاصل ہو جاتے ہیں۔ اور روحانی علوم کے باعدہ کورس ابھی تک نہیں بنا وہ صلاحیتیں جو پیر و مرشد کی ہیں وہ زبانی طور پر یا ذہنی طور پر منتقل ہو جاتی ہیں۔ تو جب تک کوئی آدمی خود کو اس کا اہل ثابت نہ کر دے کہ مرشد کی یا مراد کی صلاحیتیں اس کے اندر منتقل

www.ksars.org

ہو جائیں تو اس وقت تک وہ مرشد کے علم کو استعمال نہیں کر سکتا تو اس کی مثال یوں سمجھیں آپ کہ آپ کے پاس ایک اچار کا مرتبان ہے اور اس میں دودھ ڈالنا چاہتے ہیں تو آپ پہلے تو آپ اس میں اچار ضائع کریں یا کسی برتن میں رکھیں الگ بات ہے اس کے بعد اس کو مانجھے۔ پیالے کو اور اس کے بعد اس کو کلر کرائیں اب جب دودھ ڈالیں گے تو دودھ کی حیثیت برقرار رہے گی۔ لیکن اگر تیل والے پیالے میں آپ نے دھویا نہیں دودھ ڈال دیا تو دودھ کی جو حیثیت ہے وہ ناقص ہو جائے گی تو جب تک کوئی مرید اپنے اندر سے ماحول کی کثافت کو، جھوٹ کو، شک کو، وسوسے کو، بے یقینی کو، دل سے دور نکال کر اپنے برتن میں مانجے گا نہیں، مراد کی صلاحیت منتقل نہیں ہو گی۔ تو مرید کا اپنے آپ کو مانجھنا، مرید کا اپنے آپ کا نقل کرنا، اس کو روحانی اصلاح میں فنا کہتے ہیں۔ یعنی مرید نے پر و مرشد کی روحانی صلاحیتوں کو اپنے اندر منتقل کرنے کے لئے اپنے آپ کو مانجھ کر صاف ستھرا کر کے، نقل کر کے پیش کیا۔ تو نقل کرنے یں جو میل کچیل اترا ختم ہو ئے ان اثرات کا ختم ہو نا جو ہے اس کو صلاحیت کا درجہ کہا جاتا ہے کہ مرید نے مراد کی صلاحیتوں اور اصول کے لئے ان تمام چیزوں کی نفی کر دی جن چیزوں سے پیر و مرشد کی صلاحتیں منتقل ہونے میں بکھرتی زیادہ ہے۔

اتنا ہی پیر و مرشد کی صلاحیت منتقل ہوتی ہے۔ اختتام

www.ksars.org

معراج النبی ﷺ کی روحانی توجیح اور پانچ وقت کی نماز میں کیا حکمت ہے؟

سوال۔ یہ جو شب برات کا شب جو ہے اسی مناسبت سے سوال پوچھے ہیں قرآن پاک کی اس آیت کا ترجمہ ہمیں پتا ہے کہ بابرکت وہ رات جس میں اپنے بندے کو لے گیا مسجد احرام سے مسجد اقصیٰ پر، بابرکت بنادیا ہم نے جس کو دیکھے ہم دیکھائے اپنے بندوں پر قدرت کی نشانیوں پر بیشک یہی ہے اس کو سننے والا دیکھنے والا۔ آپ شب برأت کے اس موقعے پر مندرجہ بالا آیت معراج النبی ﷺ کے مطابق اس کی روحانی تشریح فرمائیں اور انہیں یہ بھی بتائیں اللہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کس طرح کی نماز، کیوں عطا کی اس کی حکمت کیا ہے اور اس کی کیا وجہ ہے کہ حضور کے علاوہ دوسرے تمام انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بالکل الگ طریقے سے اپنا پیغمبر بنا دیا۔ معراج کے موقعے پر شب برأت یعنی یہ تمام مومن کے لئے معراج ہے اس کی تعداد پچاس سے پانچ کیسے ہو گئی؟

جواب۔ بسم اللہ... تلاوت سورۃ القران...

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں رسول اللہ ﷺ کو جو نماز عطا فرمائی ہے اس سے پہلے لوگ کہتے ہیں کہ جتنے بھی پیغمبر علیہ والسلام اس دنیا میں تشریف لائے ہیں اس سب میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں بتایا جاتا ہے یہ تو اللہ کو پتا ہے۔ ان سب نے ایک ہی بات کہی ہے کہ صاحب ہم کوئی نئی بات نہیں کہہ رہے بات ایک ہے۔ اور وہ بات یہ ہے کہ اللہ خالق ہے اور بندے مخلوق ہیں۔ اللہ ایک ایسی ہستی ہے جو مخلوق کو پیدا کرتی ہے اس کی حفاظت بھی کرتی ہے۔ اور مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد اس کی تمام ضروریات زندگی کے لئے وسائل بھی فراہم کرتی ہے۔ اور یہ نہیں کہ پیدا کر کے چھوڑ دیا۔ کیوں کہ اللہ ایک ایسی ہستی ہے ایسی ذات ہے کہ جس نے ہمیں پیدا کیا ہمارے لئے وسائل پیدا کئے، ہمیں عقل و شعور دیا، ہماری حفاظت کی، اس دنیا کے علاوہ دوسری دنیا میں بھی ہمارے لئے اجر رکھا جنت بنائی۔ جس ہستی نے تمہارے اوپر اتنے احسانات کئے تمہارے اوپر اس کا معاملہ نہیں اور وہ ایک اللہ ہے۔

ایک ہستی ہے۔ اس کا مطلب ہوا کہ تمام پیغمبروں نے رسول اللہ ﷺ سے پہلے جو کہا سب نے ایک ہی بات کہی اور وحدنیت کی۔ سب نے کہا اللہ ایک ہے۔ اللہ ایک ہے اور مخلوق بہت ساری ہیں۔ یہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اس بات کا اعلان کرتے رہے کہ، اللہ سے رشتہ جوڑوں، وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، تمام آسمان کے ساتھ، جس کی مثالیں دی تو اللہ وہ ہے جس نے انسان کو نو مہینے ماں کے پیٹ میں رکھا، اللہ وہ ہے جس نے ماں کے سینے میں دو چشمے ڈال دیئے دودھ کے۔ اور ساتھ ہی ساتھ ہر پیغمبر نے یہ بات فرمائی کہ ہمارے بعد بھی ایک پیغمبر آئے گا یعنی اللہ نے اپنی مخلوق کے اوپر جو انعامات و اکرامات کئے ہیں۔ ہم سب اس کا ضمیمہ ہیں یاد یا چاہ رہے ہیں اور ایک بندہ سب سے آخری میں آئے گا۔ وہ اس کے اوپر اللہ تعالیٰ کے انعامات و اکرامات کی تکمیل ہو گی۔ اس بندے کو جو ہمارے بعد آئے گا۔

تو اللہ تعالیٰ نے جو انتظام دیا اس بات کا کہ رسول اللہ ﷺ کا تعارف ہوتا رہے۔ تمام انبیاء آتے رہے اور حضور پاک ﷺ کی پیش گوئی فرماتے رہے بس آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت آدم کو ہی تکمیل کیوں نہیں کر دی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کیوں نہیں کر دی حضرت عیسیٰ پر کیوں نہیں کر دی، اس کے بارے ہیں دیکھئے قرآن پاک میں دیکھنا ہو گا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنی امانت سموات پر، زمین

www.ksars.org

پر، پہاڑوں پر پیش کر دی۔ سب نے یہ کہا کہ صاحب ہم اس امانت کو اٹھانے میں متحمل نہیں ہوتے اور اگر آپ نے یہ مال ہمارے کندھوں پر ڈال دیا تو ہمارا وجود ہی ختم ہو جائے گا ہم ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ تو اس امانت کو انسان نے اٹھالیا اور اس کو بتانا ضروری ہے گیا انسان نے اٹھالیا بغیر کیلکو لیشن کے اٹھالیا اس کے اندر ذرا تو صلاحیت تھی نہیں۔ اس میں پہاڑ کی صلاحیت نہیں ہے۔ تمام آسمان کی صلاحیت نہیں ہے۔

آپ غور کریں۔ آسمانوں میں فرشتے بھی ہیں، گروہ ملاء اعلیٰ بھی ہیں، گروہ میکائیل بھی ہیں، زمین کے اندر کتنی کتنی چیزیں اللہ نے بنائی۔ ہر مخلوق ہے۔ یہ بڑی بھاری چیز ہے اس کو ہم نہیں مانتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی امانت کے حساب سے صلاحیت اور سکت پوری ہو گئی تو اس امانت سے تکمیل ہو گئی۔ شعوری انسانی اتنا طاقت ور ہو جائے کہ یہ امانت پوری کی پوری اس میں منتقل ہو جائے تو۔ اس شعور کے ارتقاء کے لئے شعور کے اندر سکت پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے اور وہ لوگ جو آئے۔ آدم کو سکت دی گئی۔ آدم یا دوسرے پیغمبر آئے وہ سکت ڈبل ہو گی۔ جب اور پیغمبر آئے تو وہ میزان، تو اس میں جمع ہو کر جمع ہو کر جمع کر تو ایک لاکھ چوبیس ہزار شعوریت جب ایک جگہ جمع ہو گئی تو وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار کی شعوری صلاحیت رسول اللہ ﷺ میں منتقل ہو گئی۔

تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر اکمل لکم دینکم... دیکھئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے اپنی نعمت رسول پر پوری کر دی۔ کیوں پوری کر دی اس لئے پوری کر دی کہ اب شعور اتنا طاقت ور ہو گیا ہے کہ میری جو امانت ہے اور میرا جو انعام ہے وہ پورا اس کے اندر منتقل ہو اور اس کے اندر صلاحیت ہے اور سکت پیدا ہوئی۔ اب سوال کیا کہ صاحب معراج اور پیغمبروں کو کیوں نہیں ہے۔ تو اس بات سے بات اور واضع بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو معراج اس لئے ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ کی جو پہلی سکت اور صلاحیت وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں سے زیادہ ہے۔ محبوب ہے اور دوسرے پیغمبروں کو معراج اس لئے حاصل نہیں ہے کہ ان کے سکت حضور ﷺ سے بہت زیادہ کم ہے۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ صاحب معراج میں حضور ﷺ تشریف لے گئے فاصلہ رہے گیا دو کمانوں کا فاصلہ رہے گیا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے سے راز و نیاز کی باتیں کیں۔

تو راز و نیاز کی باتوں سے بھی اس بات کا مشاہدہ ہوتا ہے آپ لوگ کر لیجئے کہ رسول اللہ ﷺ کی جو زیادہ ضروری سکت ہے وہ اللہ تعالیٰ نے تمام کی، جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج حاصل ہوئی تو ان کی سکت سے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر سے زیادہ ہے۔ ایک تو یہ بات ہو گئی دوسری بات یہ ہوئی دوسری بات یہ ہے کہ جی معراج کے موقعے پر پچاس نمازیں فرض ہوئیں اور اس کے بعد پانچ ہو گئیں۔ دیکھئے میں الگ ہوں میں نے کتابوں میں پڑھا ہے۔ میں نے تفکر کیا اور زندگی میں اس بات کا شکر کیا کہ، پیارے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ کے امتی ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقام تیسرا آسمان تھا۔ حضور پاک ﷺ کا مقام اتنا اعلیٰ اور ارفعہ ہے کہ اس کا کوئی نام ہی نہیں، معراج میں سنا ہے کہ دو کمانوں کا فاصلہ رہے گیا۔ بالکل فاصلہ نہیں رہا۔ جس بندے کو اتنا بڑا مقام اللہ تعالیٰ نے عطا کر دیا کہ اس سے راز و نیاز کی باتیں کیں اور اس کو تیسرے آسمان سے حضرت موسیٰ علیہ السلام برابر گائیڈ کریں۔

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ قصے یہودیوں کی گھڑے ہوئے تھے اور وہ حضور پاک ﷺ کے مقابلے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت قائم کی ہے۔ یہ عجیب بات ہے ایک آدمی اللہ سے برابر بات کر رہا ہے وہ واپس آتا ہے۔ حضرت موسیٰ اس کو پھر بھیجتے ہیں پھر وہ جا

www.ksars.org

تاہے پھر وہ یہ کیا بات ہے یہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک نبی جو عرش سے بلند ہوا اس کو تیسرے آسمان والا بندہ گائیڈ کر رہا ہے میرے ذہن میں کوئی نئی بات نہیں کی میں یہ کہا یہ یہودیوں کی سازش ہے۔ اس میں خدا نخواستہ کوئی یہ ہر گز نہیں ہے کہ میرے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقام کمتر ہوتا یہ بھی ایک پیغمبر ہیں سب جانتے ہیں قرآن جانتا ہے۔ لیکن یہ پچاس نمازوں سے پانچ نمازیں جو ہیں میں ان کو کم از کم ایک نئی بات ہے کہ اس میں ایک بڑائی کی بات ہے گنی چنی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قران میں پانچ نمازوں کا تذکرہ کیا کوئی کہتا ہے تین نمازیں ہیں تو یہ جو پچاس نمازوں سے پانچ نمازیں ہیں تو اب مسئلہ یہ ہے کہ پانچ نمازیں کون پڑھتا ہے بھئی؟

وہ نمازی روحانی نہیں ہے۔ کہتے ہیں صاحب آپ تاش کھیلنے بیٹھ گئے اور ذہن میں یہ ڈال رہے ہیں کہ ہم روٹی بھی کھانا بھول جائیں گے سبزی بھی لانا بھول جائیں گے۔ تاش سب کچھ ہے یہ بھی ایک مسئلہ ہے بھئی جب اللہ کے سامنے آپ کھڑے ہیں۔ اللہ کے سامنے دل نہیں لگتا تاش کھیلنے میں آپ کا دل لگے گا فلم کوئی چل رہی ہے ٹی وی کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں سارے بیٹھے ہوئے ہیں اگر تھوڑی دیر آپ اٹھ جائے لیکن کوئی آدمی چار رکعت کی نیت باندھ لیں اور اس سے کہیں کوئی ایک رکعت پڑھ لے تو کوئی نہیں پڑھے گا۔ تو میرا خیال ہے ایسی کوئی بات نہیں تو مقصد یہ ہے کہ نماز کا جو فرض نمازوں کا مسئلہ ہے یہ بات سمجھ نہیں آتی بہر حال نماز فرض ہے اس کو کوشش کرنی چاہئے کہ نماز کو نماز کی طرح پڑھا جائے۔ وجہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرمایا نماز الصلات... کہ نماز جو ہے انسان کو فواحشات سے منکر کرتی ہے۔

لیکن ماشااللہ ہم اتنے سارے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اب جو لوگ کہتے ہیں نماز اپنی جگہ مکاری اپنی جگہ، بے ایمانی اپنی جگہ، وہ والا کام یہ والا کام اس دھن میں اگر آپ کی نماز ادا کی ہے۔ فواحشات میں رہا تو اس کو کسی بھی صورت میں نماز نہیں ہوگی۔ نماز کا مطلب ہی یہی ہے کہ انسان فواحشات میں مبتلا نہ ہو رسول اللہ ﷺ نے اپنی معراج میں بھی ذکر فرمایا کہ نماز مومن کی معراج ہے... الصلات معراج المومن... کہ نماز مومن کے لئے معراج ہے، معراج کا مطلب ہے حضور پاک ﷺ کا ہر عمل، حضور پاک ﷺ کا ہر قول اللہ کی طرف سے ہے اور اس میں حکمت ہے۔ بغیر حکمت کے حضور کا کوئی قول نہیں ہے۔ الصلات معراج المومن کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی انسان اس بات سے واقف ہوتا ہے نماز کو اس کے حقوق العباد کے ساتھ قائم کرلیتا ہے۔ تو اس کے اوپر غیب کی دنیا نشر ہو جاتی ہے۔ وہ مومن ہوتا ہے۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ مومن کو مرتبہ احسان عطا ہوتا ہے اور مرتبہ احسان میں دو طرح ہوتا ہے، ایک مرتبہ یہ ہے کہ مومن یہ دیکھتا ہے کہ مجھے اللہ دیکھ رہا ہے اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ وہ دیکھتا ہے کہ میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں۔

تو مومن کی تعریف یہ ہے کہ ہم اس کا صلاۃ کے ذریعے نماز کے ذریعے غیبی دنیا کا انتشار ہو جاتا ہے۔ اتنی ہی بات ہے۔ اختتام

www.ksars.org

باطنی آنکھ سے کیا مراد ہے اور اس کو بیدار کرنے کا آسان طریقہ کیا ہے؟

سوال ۔یہ باطنی آنکھ، تیسری آنکھ ،قلب کی آنکھ اور روح کی آنکھ سے کیا مراد ہے کیا یہ سب ایک ہی آنکھ کے مختلف نام ہیں اور دوسری بات ان کے کام کیا ہے ان کو بیدار کرنے کا آسان ترین طریقہ کیا ہے ؟

جواب۔اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے...عربی آیت...یہ کہ کوئی آنکھ نہیں جو دیکھے اللہ کو مگر اللہ خود اس کی آنکھ بن جاتا ہے کہ کوئی آنکھ اللہ کو نہیں دیکھ سکتی۔جب خود کو اللہ دیکھانا چاہتا ہے۔تو اللہ خود آنکھ بن جاتا ہے۔مطلب یہ ہے کہ اللہ کو باطنی آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔اللہ کو اللہ کی آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں کہ جو بندے پر اپنی تجلیات کا انکشاف کرے دوسرے الفاظ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ بندے کو خود کو دیکھائیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام کیا کہ وہ خود آنکھ بن جاتے ہیں تو اس یہاں جو مطلب ہے وہ یہ ہے کہ کوئی ذات لا محدود، محدود مٹی کے اندر نہیں رہے سکتا۔مثلاً آپ مٹکے میں پانی نکال لیں۔تو مٹکے میں نکلا ہوا ایک قطرہ پانی اور اس کی حیثیت پانی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔لیکن ایک مٹکہ جو ہے وہ گلاس میں سے نہیں نکلتا بلکہ گلاس اس میں سما جاتا ہے۔

کوئی بھی محدود چیز لا محدود میں شئے میں سرائیت کر کے اپنا وجود قائم کر لیتی ہے ۔جب تک کہ کوئی چیز محدود ہے وہ لا محدود شئے یہاں منتشر ہو کر اپنا وجو منتقل کرتی ہے ۔لیکن وہ خود لا محدود نہیں ہوتی۔اب یہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا...عربی آیت...جب کوئی آنکھ اللہ کا ادراک نہیں کر سکتی لیکن اللہ خود آنکھ بن جاتا ہے۔اب اس آیت کریمہ میں جب آپ غور کریں گے تو اس سے یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ کوئی بندہ اللہ کو دیکھ سکتا ہے۔لیکن ان کی طرز یہ ہے کہ کوئی بندہ اللہ کو اللہ کی آنکھ سے دیکھ سکتا ہے۔کوئی بندہ اپنی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا ۔اللہ کی آنکھ اس سے اور زیادہ وضاحت کریں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ ہم نے ایک پتلا بنایا مٹی سے، مٹی کی کئی قسمیں، ہم نے کھنکنی مٹی سے، بجنی مٹی سے اور خلا یہاں روح کو ڈال دیا اور نوع انسان بن گئے یعنی خلاء ہے اور اس خلاء کے اندر ہم نے روح ڈال دی تو اس کا مطلب یہ ہوا ہم نے انسان کے اندر اپنی روح ڈالی دی۔

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان ایک پتلا ہے جب تک انسان پتلا ہے وہ نا قابل تذکرہ ہیں اور جب اللہ تعالیٰ نے اس میں اپنی روح ڈال دی تو وہ خلاء جو ہے وہ بھر گئی اور اس خلاء کے بھرنے کے بعد انسان کے اند حواس پیدا ہو گئے ہے دیکھنے کے حواس، سننے کے حواس، کسی چیز کو محسوس کرنے کے حواس، کسی چیز کو سمجھنے کے حواس، تو اب اصولاً یہ ہوا کہ انسان کے پتلے کے اندر خلاء کے اندر اللہ کی روح نہ ہو تو اس کے اندر حواس نہیں پیدا ہوتے۔جب اللہ تعالیٰ نے اس پتلے کے اندر یا خلاء کے اندر اپنی روح ڈال دی تو اس یہاں حواس پیدا ہو گئے۔اب حواس جو اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر ڈالیں ہیں وہ دو طرح کے حواس ہیں۔ایک طرح کے حواس یہ ہے کہ وہ حواس مادی چشمے لگا کر کسی چیز کو محدود دائرے میں دیکھنا۔اس کو ہم کہتے ہیں مادیت کا دیکھنا۔گوشت پوست کا عارضی اور ایک حواس وہ ہیں جو مادی آنکھ کی کار گزاری کے خلاف کسی چیز کو لا محدود دیکھنا۔

www.ksars.org

اب انسان کے اندر ایک آنکھ محدود ہے اب انسان کے اندر ایک سکت موجود ہے مادی آنکھ بھی ایک آدمی کی نظر کمزور ہے۔اس کو آپ چشمہ لگا دیجئے تو وہ دور تک دیکھے گا اب اسی کے آپ دور بین لگا دیجئے تو وہ اور زیادہ دور دیکھے گا۔تو وہی آنکھ بعد میں ٹیلی اسکوپ پر آپ رکھ دیں تو آسمانوں میں جو ستارے ہیں ان کی واضح تصویریں دیکھے گا۔اب یہ ہے کہ اگر کسی صورت سے آنکھ کا نظام تبدیل کر دیا جائے ۔چاہے تو مادی اعتبار سے کیوں نہ ہو تو مادیت کی وسعت جو ہے وہ بڑھ جاتی ہے۔یہ رات دن کا ہمارا تجربہ ہے کہ لیکن ماشااللہ اتنے لوگ چشمے لگاتے ہیں اگر وہ چشمہ اتار دیں گے تو انہیں قریب کی چیزیں نظر آئیں گی دور کی چیزیں نظر نہیں آئیں گی۔اگر وہ چشمہ لگا لیں گے تو ان کو دور کی چیزیں نظر آئیں گی۔سوال یہ ہے کہ مادی آنکھ کی جو وسعت ہے دیکھنے کی، ہر فرد کے اندر جب چشمہ لگایا تو نظر کی حثیت بدل گئی۔

چشمہ کیا بدلا کہ نظر جو ہے نظر کو دیکھنے کا طریقہ ہے اس طریقے میں نظر کا ڈھونڈنا اور محوری گردش کا نظام ہے۔چشمے کا کام جو ہے۔اگر ہم چشمہ لگاتے ہیں تو نظر گھوم جاتی ہے اور گھوم کر فوکس بن کر دور تک جاتی ہے۔اس کی مثال یہ سمجھیں آپ کہ آپ ایک بلب جلا ئیں چھوٹا جلائیں بڑا جلائیں یعنی ساٹھ واٹ کا بلب جلائیں تو وہی بلب ایک بیٹری میں لگا دیں چارج جیسے کہتے ہیں اور وہی بلب اس کے سامنے ایک شیشہ لگائیں تو روشنی گھوم گھوم کر فوکس اتنا بڑا ہو گا کہ وہ میلوں دور پہنچے گا۔کسی بھی بلب کا جب وہ میلوں تک پہنچ جائے گا لیکن ساٹھ یا ایک ہزار واٹ بجلی کا جو بلب ہے وہ اس واٹ ہے تو اس میں نظر کے واقع میں دو باتیں زیر بحث آگئیں کہ نظر جو ہے اس کی جو وسعت ہے، وسعت کا تعلق محوری گردش سے ہے۔گھومنے سے ہے دائرے سے ہے اور دوبین کا دور بین کے اندر جتنے زیادہ عدسے ہوتے ہیں اور زیادہ شفاف ہو گا دوربین زیادہ صاف نظر آئے گا اب آپ بندوق پر آجائیے آپ غلیل سے چھرے پھنکے کیا کہتے ہیں غلیل سے بڑی دور جائیں گے۔

لیکن اچھی بندوق کی نالی کو طرح کھول کر دیکھئے گے اس کی بناوٹ بھی الگ ہو گی۔مطلب یہ ہے کہ آپ اس کا گھوڑا دبا دیں گے بندوق کے اندر تو گولی کی کتنی رفتار ہو گی، مقصد یہ ہے کہ رفتار کا تعن ہے تو محوری گردش سے ہے اور رفتار کی کمی کا تعاون جو ہے وہ طولانی گردش ہے تو یہ ساری زمین جو ہے یہ دو گردشوں پر چل رہی ہے ایک محوری گردش ہے ایک طولانی گردش ہے۔تو جب ہم کسی لا محدود دائرے میں قدم رکھتے ہیں تو ہوتا یہ ہے کہ ہمارے اندر محوری گردش جو ہے، تیز جاتی ہے اس سے بھی زیادہ تیز ہو جاتی ہے۔کہ ہم مادیت کو چھوڑ دیتے ہیں۔اب بھائی نے سوال یہ ہے کہ باطنی آنکھ یا تیسری آنکھ سے کیا مراد ہے اور باطنی اور تیسری آنکھ سے جب انسان دیکھتے ہیں تو اس انسان کے اندر اس پتلے کے اندر انسان روح ہوتی ہے تو اس روح کا دیکھنا بدل بدل کر ایک میڈیم کے ذریعے دیکھ رہی ہے۔تو میڈیم کے ذریعے کوئی روح دیکھ رہی ہے تو وہ مادی آنکھ سے دیکھ رہی ہے۔

ٹائم اسپیس سے پابند ہو کر دیکھ رہی ہے۔محدود دیکھ رہی ہے۔لیکن اگر یہی نظر روح کے لینز سے دیکھ رہی تو اتنی تیز ہو جاتی ہے کہ عرش کو دیکھ لیتی ہے۔اختتام

www.ksars.org

سوال : فیض سے کیا مراد ہے ؟اس کی تشریح کریں ۔

بھئی تصرف سے کیا مراد ہے روحانیت، ایک علم ہی تو ہے کوئی بھی استاد اپنے شاگرد کو کیا منتقل کرتا ہے علم۔ علم ہی منتقل کرتا ہے اب جس طرح دنیا کا استاد اپنے شاگردوں کو علوم ہی منتقل کرتا ہے اسی طرح روحانی استاد اس کا نام پیر و مرشد رکھ لو اس کا نام پیر صاحب رکھ لو اس کا نام روحانی استاد رکھ لو اس کا نام مراد یا گرو رکھ لو کچھ بھی رکھ لو بہر حال وہ استاد تو ہے ہی تو جس طرح دنیاوی علوم استاد منتقل کردیتا ہے اپنے شاگرد کو اس طرح روحانی استاد روحانی علوم منتقل کردیتا ہے روحانیت سے مراد ہے علوم۔ فرق صرف اتنا ہے کہ دنیاوی علوم ہیں استاد کی طرز فکر جو ہے اس سے آدمی متاثر ہوتا ہے۔ کافی حد تک اپنے استاد کی جو طرز فکر ہے اس کو قبول کر کے اس سے متاثر ہو کر اس کے ساتھ چلتا ہے لیکن جب روحانی شاگرد اور روحانی استاد کا تذکرہ آتا ہے اور کوئی روحانی استاد جب روحانی علوم منتقل کرتا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ جو استاد کی طرز فکر ہے وہ بھی منتقل ہو جاتی ہے۔

مثلاً ایک روحانی آدمی کے لئے یہ شرط ہے کہ اس کا توکل اللہ کے اوپر ہونا چاہئے، اس کے اندر استغناء ہونا چاہئے، کچھ بھی حالات ہوں۔ جب اچھے حالات ہوتے ہیں تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور جب وہ خراب حالات سے گزرتا ہے تب بھی وہ اللہ سے رجوع کرتا ہے اللہ سے معافی مانگتا ہے توبہ استغفار کرتا ہے اور یہ بھی سوچتا ہے اس میں کوئی اللہ کی بہتری ہو گی۔ اب جو پریشانی ہمیں اللہ نے دے دی لیکن ہم کمزور ہیں ضعیف ہیں۔

ان پریشانیوں کا کچھ نہیں کر سکتے آپ، اللہ آپ لئے آسان کردیں اچھائی کا راستہ کھول دیں مقصد یہ ہے کہ روحانیت جو ہے ایک طرز فکر ہے روحانی علوم جو ہیں ان کا تعلق ایک طرز فکر سے ہے اور وہ طرز فکر یہ ہے کہ روحانی آدمی کا ذہن ہر وقت اللہ کی طرف متوجہ رہتا ہے تمام پیغمبروں نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بتائے جاتے ہیں تشریف لائے دنیا میں تو تمام پیغمبروں کی تعلیمات پر اگر آپ غور کریں تو چار کتابیں آپ کے سامنے آئی ہیں اور سب سے بڑی کتاب قرآن ہے اور قرآن میں ساری کتابوں کو نچوڑ آگیا ہے سارے ہی پیغمبروں کی تعلیمات آگئی ہیں اور قرآن کو جب ہم غور سے پڑھتے ہیں تو اس میں ایک ہی بات ملتی ہے کہ بندے کا اللہ کے ساتھ راشتہ اس طرح استوار ہو جائے کہ بندہ اپنے ہر عمل کو اللہ کی طرف چھوڑ دے کہ جو بھی وہ کرے وہ کر تا رہے اللہ کے لئے مثلاً اگر وہ کھانا کھاتا ہے اور کھانا کھا نے کے بعد اگر وہ اللہ کا شکر ادا کرے کہ اللہ نے مجھے وسائل فراہم کئے۔

ہاضمہ اچھا دیا ایسا نہیں ہوا کہ کھانا کھا کر الٹی نہ کر دوں ایسا نہیں ہوا کہ مجھے دست آجائیں، کھانا میں نے کھایا، پیٹ میں وہ رہا ہاضمہ ہوا اس کے بعد خون بنا خون سے انرجی جسم میں دوڑی اور اگر یہ ساری چیزوں میں اگر وہ غور کرے اگر اندر کی مشن بند ہو جائے میرا اندر کی آنتیں، تو کھانا ظاہر ہے ہضم نہیں ہو گا۔ تو اس کی یہ طرز فکر اور جو کچھ اسے مل رہا ہے وہ بھی اللہ کی طرف سے مل رہا ہے۔ سورہ البقرہ کی پہلی آیت ہے و مما رزق... کہ متقی لوگوں کی یہ پہچان ہے ایسے لوگوں کی جو متقی ہیں جن کا ایمان مکمل ہے اور جن کا ایمان لاشعور کے درجے میں ہے وہ یہ کہتے ہیں جو کچھ ہمیں مل رہا ہے اللہ کی طرف سے مل رہا ہے۔ اور اگر اللہ زمین نہ پیدا کرے، اللہ اگر بارش نہ

www.ksars.org

برسائے، اللہ اگر دھوپ نہ نکالے، اللہ اگر چاند نہ نکالے اللہ زمین میں پانی پیدا نہ کرے، کیا چیز زمین اُگ سکتی میں کوئی چیز زمین میں اُگ سکتی ہے؟

آپ زمین نہیں بنا سکتے، آپ پانی نہیں بنا سکتے، آپ ہوا نہیں بنا سکتے، آپ دھوپ نہیں بنا سکتے، آپ چاندنی نہیں بنا سکتے، آپ بیج بھی نہیں بنا سکتے اگر گیہوں کا بیج زمین سے ناپید ہو جائے، اب کوئی ایسی سائنس نہیں ہے جو بیج بنا دے گی؟ یہ تو ہو سکتا ہے ایک بیج سے اگر قدرتی طور پر سو دانے نکل رہے ہیں تو آپ اپنے دماغ سے ان سو دانوں کو دو سو دانے کر دیں لیکن ان دو سو دانوں میں بھی جو بھی چیز آپ استعمال کریں گے وہ بہر حال قدرت کی پیدا کردہ ہو گی، وہ کوئی کیمکل ستعمال کرتے ہیں فرٹلائز استعمال کرتے ہیں اب جیسے کھاد ہے، اب قدرت وہ چیزیں زمین میں پیدا نہ کرے اس سے فرٹلائز بنتا ہے تو آپ کیسے بنالوں گے کوئی بھی چیز پیدا ہی نہیں کر سکتے آپ، اگر اللہ نہ چاہے کون آدمی ایسا ہے جو یہ کہے دے میں تو اپنی مرضی سے پیدا ہوا ہوں۔ اچھا اللہ تعالی پاگل پیدا کر دے کون سا ایسا علاج ہے پاگل کا صحیح علاج ہو سکتا ہے ہوا ہی نہیں سکتا جو بچہ پاگل ہو گیا۔

پاگل پن کا کوئی علاج ہی نہیں ہے۔

نئی نئی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں مثلاً کینسر ہے کینسر کا کوئی علاج ہی دریافت نہیں ہوا تنے بڑے بڑے سائنسٹسٹ ہیں جو دعویٰ کرتے ہیں ہم چاند پر چلے گے خلاء کی سیر ہم نے کرلی اور یہ ہو گیا وہ ہو گیا وہ ہو گیا ان کے سارے بڑے مر گئے وہ اپنی سائنسی ایجادات سے موت کے ہاتھ میں پنجہ نہیں ڈال سکتے موت کو نہیں بھاگا سکتے تو جب ہم غور کرتے ہیں اپنی زندگی پر تو زمین کی زندگی پر آئندہ مستقبل پر، ماضی کے اوپر تو اس کے سوا ہمیں کچھ نظر نہیں آتا جو کچھ ہو رہا ہے اللہ کے حکم سے ہو رہا ہے اور اللہ ہی کرتا ہے اب مثلاً بچہ پیدا ہو رہا ہے وہ ماں بلی ہو، وہ ماں بکری ہو، وہ ماں بھینس ہو، وہ ماں گائے ہو، وہ انسان کی ماں ہو، جن کی ماں ہو کسی کی بھی ماں ہو تو ایک نظام ہے جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی پرورش کے لئے اس کو وہ کیا کہتے ہیں نشو و نما کے لئے اللہ تعالی ماں کے دل میں باپ کے دل میں محبت ڈال دیتا ہے اگر اللہ تعالی ماں کے دل میں، باپ کے دل میں سے محبت نکال لے تو آج کی ایک اخبار میں خبر چھپی ہے، وہ چھوٹا سا بچہ دو مہینے کا زیادہ روتا تھا ماں باپ پریشان تھے، اس کو بلا لیکر اتنا مارا اتنا مارا وہ مر گیا دو مہینے کا بچہ، مقصد یہ ہے کہ وہ پاگل پن کے علاوہ کچھ نہیں ہے اسکو آپ پاگل پن بھی کہے سکتے ہیں تو اب اللہ تعالی نے ہمیں ذہن دیا اللہ تعالی نے ہمیں سوچ دی پھر یہ بچہ پیدا ہوتا ہے۔

اس سے پہلے کے یہ بچہ پیدا ہو اللہ تعالی ماں کے سینے کو دودھ سے بھر دیتا ہے اب بھئی ماں کیا کام کرتی ہے کونسا کردار عطا کرتی ہے دودھ بنانے کے لئے۔ جتنا بھی آپ اس کی گہرائی میں جائے، جتنا بھی آپ اس میں غور و فکر کریں گے آپ کو ایک ہی بات نظر آئے گی انسان کچھ بھی نہیں کر رہا سب کچھ اللہ کر رہا ہے اب انسان کی نادانی اور کچھ بھی نہیں ہے کہ سب کچھ میں کر رہا ہوں اچھا سب کچھ آپ ہی کر رہے ہیں تو آپ کو کاروبار میں نقصان کیوں ہوتا ہے؟ حضرت علی سے کسی نے سوال کیا کہ آپ نے اللہ کو کیسے پہچانا انہوں نے فرمایا ارادوں کی ناکامی سے اللہ کو پہچانا جو میں چاہتا ہوں وہ ہوتا نہیں ہے اور جو میں نہیں چاہتا وہ ہوتا۔

تو اردے تک پر تو آپ کو اختیار کچھ نہیں ہے اب آپ دیکھئے اپنی زندگی کا تجزیہ کریں اب بھوک ہے روز بھوک لگتی ہے کوئی آدمی بھوک پر کنٹرول حاصل نہیں کر سکتا کہ صاحب میں تو روٹی نہیں کھاؤں گا نہ کوئی چیز کھاؤں گا ممکن ہی نہیں، کھانا پڑے گا، کہتا میں تو نہیں پانی

www.ksars.org

پیتا، پانی پیناپڑے گا جوڈی ہائڈ ریشن ہو جائے گا مطلب جو بھی کچھ ہے وہ مجبور ہے اگر اسے زندہ رہنا ہے تو اسے پانی پیناہی پینا ہے کوئی آدمی ساری زندگی سو نہیں سکتا اٹھناپڑے گا، کوئی آدمی ساری زندگی سو نہیں سکتا بیدار ہو ناپڑے گا، سو ناپڑے گا۔ کوئی آدمی ساری زندگی بیکار بیٹھ نہیں سکتا چلناپڑے گا اسے۔ تو اب کون سا ایسا معاملہ ہے میری زندگی، میں آپ کی زندگی میں، زمین کی زندگی میں جس کے بارے میں زمین یہ کہے یا انسان یہ کہے کہ صاحب یہ جو معاملہ ہے نا یہ ہمارا اپنا ذاتی ہے ایک چیز بھی آپ ایک تشریح کے ساتھ اور دلیل کے ساتھ ایسی بیان نہیں کر سکتے کہ جس میں آپ اللہ کے محتاج نہ ہو۔

اب سائنسی ایجادات ہیں مسائل بنے اور ایٹم بم بنے اور یہ بنا اور وہ بنا اور جن چیزوں سے یہ چیزیں بنی ہیں وہ پہلے سے وجود ہے تو یہ چیزیں بنی ہیں۔ بارود کے لیے اگر گندھک نہ ہو، نوشادر نہ ہو، تو بارود نہیں بنے گی آپ آگ کیا بم کیا آپ ایک پٹاخہ نہیں بنا سکتے صورت تو یہ ہے آپ زمین بنا کر دیکھادیں اور زمین کے اندر جتنی معدنیات ہے وہ بنا کر دیکھادیں المونیم ہے وہ ایٹم بم میں کام آتی ہے لوہے کا آپ آمیزہ نہ بنائیں تو میزائل تو بڑی بات ہے میں اب یہ دیکھئے جتنی بھی چیزیں آپ کی بنی ہوئی ہے کائنات میں اور جتنی بھی ایجادات اور ترقی ہوئی ہے آدم سے لیکر اب تک اس میں وسائل ضرور آتے ہیں۔

زمینی وسائل کو اگر نہ ہو تو آپ کوئی ایجاد ممکن نہیں ہے اگر ہے تو بتائیں ہو سکتی ہے ایجاد، وسائل کے بغیر کوئی چیز ایجاد ہو سکتی ہے اب وسائل اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہوئے ہیں اب وسائل کا جو استعمال ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ دعوت دے رہا ہے کہ بھئی اس کو آپ استعمال کریں اللہ تعالیٰ خود کہے رہا ہے "کہ ہم نے لوہے کو نازل کر دیا اس لئے لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکیں" اب آپ دیکھ لیں اب آپ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں دس جگہ لوہا نظر آجائے گا، ہر چیز میں کسی نہ کسی طرح لوہے کا کام ہے، لوہے کی پٹری ہوائی جہاز، تو دھات المونیم بھی ہو سکتا ہے، تانبہ بھی ہو سکتا ہے، پیتل بھی ہو سکتی ہے، لوہا دھات اب اگر ہم اس کا نام لوہا ہی رکھے آپ یہ دیکھ لیں ہر جگہ لوہے کا وجود آپ کو ملے گا ریل کی پٹری میں ملے گا جہاز میں ملے گا اب اللہ تعالیٰ نے خود کہے رہے ہیں میں نے جو وسائل دیے ہیں ان کو استعمال کرو۔

وسائل کس لئے پیدا کئے ہیں کہ تم اسے استعمال کرو تو ان کے استعمال سے آپ جو نئی نئی ایجادات بنالیتے ہیں تو ظاہر ہے اللہ کے وسائل استعمال کرتے ہیں تو وہ اللہ کے ان وسائل استعمال کرتے ہے اب استاد سے جب وہ علم منتقل کرتا ہے روحانی استاد یہ علم منتقل کرتا ہے کہ بندے کا خالق سے ایسا رابطہ قائم ہو جائے کہ بندہ بہترین غذا کھائے، بہترین لباس پہنے، بہترین گھر میں رہے، بہترین خوشبو لگائے ، لیکن ذہن اللہ کی طرف رہے اب اس کی مثال یہ ہے اب اِدھر اُدھر کے کام کرتے ہیں کھانا بھی کھاتے ہیں چلتے بھی ہیں گاڑی میں بھی سفر کرتے ہیں اور آفس بھی جاتے ہیں لیکن دن کی جو روشنی ہے اس سے آپ کا ذہن کبھی نہں رو کتا اختیاری ہوتا ہے اگر دن کی روشنیوں سے آپ کا ذہن ہٹ گیا آپ کے سامنے تاریکی آجائے گا اور آپ چل پھر نہیں سکیں گے اور رات کی بھی ایک تاریکی ہوتی ہے اب جتنے را ت کے کام ہے سونا، آرام کرنا، مراقبہ کنسنٹریشن اور اللہ تعالیٰ سے تعلق اگر آپ کا رات کی روشنی سے آپ کا ذہن کٹ جائے تو جب ہم ہماری زندگی کا یہ تجربہ ہے دن میں رہتے ہوئے اختیاری طور پر غیر اختیاری طور پر روشنی الگ نہیں ہوتی تو اسی صورت سے جس اللہ نے روشنی بنائی ہے ہم اس اللہ سے کیوں نہیں ہم رشتہ رہتے۔

www.ksars.org

یہ ہمیں پریکٹس ہے اس بات کی جب ہم دن میں کام کرتے ہیں تو اس کے سامنے یہ الگ بات ہے کہ آپ کے ذہن میں یہ آجائے کہ میں روشنی میں چل رہا ہوں، روشنی میں کھا رہا ہوں، روشنی ییں لکھ رہا ہوں، ذہن میں ہی نہیں آتا لیکن روشنی واقعی آپ کے ذہن میں آجائے تو یہ روحانی استاد جو ہیں یہ شاگرد کے اندر ایسی روشنی منتقل کر دیتے ہیں کہ وہ کچھ بھی کرے، شادی کرے، کاروبار کرے بچوں کی شادی کرے جس طرح دن کی روشنیاں اس کے اوپر منتقل ہوتی ہیں اس پر، اسی طرح اللہ کی موجودگی کا احساس غالب رہتا ہے اور قرآن پاک کی آیت کی تصدیق ہو جاتی ہے اللہ ہر چیز دیتا ہے چاہئے وہ دنیاوی علوم میں چاہئے روحانی علوم میں بنیادی فرق یہ ہے اگر روحانی استاد اس کو واقعتاروحانیت آتی ہے اب یہ بھی تو ہوتا ہے جو بہت سارے ویسے ہوتے ہیں جنہیں روحانیت نہیں آتی وہ روحانی ہوتے ہیں اگر وہ روحانی استاد ہو تو آپ کو ایسا علم منتقل کر دے گا آپ پر اللہ کا بڑا احسان ہو گا۔آپ کچھ بھی کریں گے اللہ کی طرف سے آپ کا ذہن نہیں ہٹے گا۔

اور جب آپ کے اندر یہ طرز فکر منتقل ہو جائے گی تو ظاہر ہے آپ میں جتنی طرز فکر ہے اتنے ہی اللہ کے قریب ہو جائیں گے اللہ کے دوست ہو جائیں گے۔دوستی کسے کہتے ہیں، اللہ سے قربت دوستی کا مطلب قربت ہے، دشمنی دوری ہے تو جب آپ اللہ سے قریب ہو گئے تو اللہ کے دوست ہو گئے اور جب اللہ سے دوست ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا دیا الاانا ھو... کہ اللہ کے دوستوں کو غم اور خوف نہیں ہوتا۔پھر آپ کی زندگی جو دوزخ بنی ہوئی ہے اگر اللہ کی طرف ہو جائے تو یہ ساری زندگی جنت بن جائے گی۔

جنت میں غم و خوف نہیں ہوتا اگر اللہ سے دوستی ہو جائے تو جنت یہ کیا چیز ہے جنت یہی ہے نہ کہ جنتی لوگوں کو اللہ کی تجلی کا دیدار ہوتا ہے اور جنت کی کیا خصوصیت ہے اگر جنت میں اللہ تعالیٰ کی تجلی کا دیدار نہ ہو وہ آپ کے کس کام کی جنت ہے تو جب دنیا میں آپ اس اللہ سے قریب ہو گئے اللہ تعالیٰ کا آپ کے سامنے ہے، کاروبار آپ کر رہے ہیں اللہ آپ کے سامنے ہے ظاہر ہے کامیاب یہی ملے گی اب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ہر آدمی اپنی جنت اپنی دوزخ ساتھ لئے پھرتا ہے تو جو آدمی جنت ساتھ لئے پھر رہا ہے وہ اللہ کی قربت ہے اللہ کی قربت کیسے ہو گئی بھئی اب اللہ کی قربت ایسے ہو گی کہ آپ کے پیغمبروں کی طرز فکر کے قریب ترین بندہ اگر کوئی ہوتا ہے اللہ سے تو قریب ترین بندہ اگر اللہ سے ہے تو پیغمبر ہے اب پیغمبروں کی طرز فکر جب آپ کو منتقل ہو گئی تو آپ بھی اللہ سے قریب ہو گئے تو روحانی استاد کا بہت بڑا وصف ہے کہ وہ اپنے بندے کے اندر اپنے شاگرد کے اندر وہ طرز فکر منتقل کر دیتا ہے جو طرز فکر رسول اللہ ﷺ کی ہے۔

اختتام۔

www.ksars.org

تقدیر کیا ہے؟ تقدیر مبرم اور تقدیر معلق میں کیا فرق ہے؟

اس ساری کائنات پر جب ہم غور کرتے ہیں تو ساری کائنات ایک فارمولے پر بنی ہوئی ہے یہ وہ بات ہے کائنات میں کوئی بھی فرد ہو انسان ہو، جنات ہو، حیوانات ہوں، نباتات ہوں اگر وہ نباتات ہیں تو زندگی کے معاملات کو اور زندگی کو چلانے کے لئے سائل کا دستیاب ہونا ضروری ہے۔

اب مثلاً نباتات، نباتات میں سارے پھل آجاتے ہیں پھول آجاتے ہیں اب یہ محتاج ہیں ان کو زمین ملے تا کہ ان کی جڑیں زمین کے اندر مضبوط ہوں پھر نباتات اگر آپ اس کی زمین میں بو دیں تو آپ اس کو پانی نہیں دیں گے تو وہ کھیت ہیں نشو ونما نہیں ہو گی، کچھ نہیں اُگ سکتا اور اب حیوانات بھی محتاج ہیں بکری دانے کی محتاج ہے پانی کی محتاج ہے اسی طرح آپ نے دیکھا ہے جب شیر کو بھوک لگتی ہے تو وہ گوشت کھانے کا محتاج ہے تو جتنی بھی یہاں کائنات میں انواع ہیں وہ کسی نہ کسی کی محتاج ہے بلکہ زندگی کے ہر مرحلے میں وہ محتاج ہے اب کوئی آدمی محتاج ہے کہ وہ ماں باپ ہوں تو وہ پیدا ہو پھر وہی بچہ محتاج ہے اس بات کا کہ ماں کے دل میں محبت ہو تو ماں اسے دودھ پلائے ما ں محتاج ہے اس بات کی کہ ماں کو اللہ دودھ فراہم کرے تو یہ کائنات میں جتنی بھی اشیاء جتنی بھی موجودات ہیں ان میں فرشتے بھی ہیں، جنت بھی ہے، دوزخ بھی ہے، سماوات بھی ہے، سب محتاج ہیں ایک ہستی کے۔ اب وہ ہستی کون ہے ظاہر ہے اللہ ہے۔

اللہ نے بنایا اور اللہ بنانے کے بعد مخلوق کو ایسی احتیاج کرتی کہ مخلوق کبھی انڈیپنڈنٹ نہیں ہو سکتی وہ اللہ کی ذات سے۔ جب تک اسے اللہ وسائل فراہم نہ کریں اس وقت تک مخلوق قائم نہیں رہ سکتی۔ اب ایک تو یہ صورت ہوئی ہم جو ہیں ہم بھی محتاج ہیں؛ لیکن اس کے ساتھ ساتھ انسان اور جنات کو محتاجی کے ساتھ ساتھ اختیارات بھی منتقل کئے ہیں یہ کہ وہ چاہیں تو اپنے اختیارات استعال کر سکتے ہیں اب وہ اللہ کا محتاج ہے۔ محتاج یہ ہے کہ کوئی انسان بھوک سے پیاس سے نہیں رہ سکتا اس کو بھوک بھی لگے گی وہ روٹی بھی کھائے گا اس کو پیاس بھی لگے گی وہ پانی بھی پئے گا تو وہ بھوک لگنا کچھ نہ کچھ کھانا یہ تقدیر مبرم ہے، کیا کھانا،؟ کتنا کھانا؟ یہ تقدیر معلق ہے۔ بات تقدیر کے معاملے میں ہزاروں سالوں سے بحث چلی آرہی ہے تو آپ لوگوں نے یہ سوال کیا ہے سوال بہت بڑا ہے اس کے اوپر بہت غور کریں اسے سمجھیں اور جتنے صاحب یہاں بیٹھے ہوئے ہیں سمجھ میں بات نہ آئے تو مجھ سے سوال کریں بار بار کریں، بار بار کریں یہاں تک کہ آپ کی بات سمجھ میں آجائے۔

دو تقدیریں ہیں جو اللہ تعالی نے بنائی ایک تقدیر یہ ہے کہ جو انسان محتاج ہے اس میں کوئی ردوبدل کر ہی نہیں سکتا دوسری تقدیر یہ ہے کہ انسان اس میں اپنی مرضی سے اپنی منشاء سے ردوبدل کر سکتا۔ اس کو کہتے ہیں مذہب کی زبان میں اسلام کی زبان میں یہی تقدیر جس میں انسان کچھ بھی نہیں کر سکتا دوسری تقدیر مبرم، جس میں انسان اپنا ارادہ اور اختیار استعال کر کے ردوبدل کر سکتا ہے اس تقدیر کو مذہب کی زبان میں یا اسلام کی زبان میں تقدیر معلق کہتے ہیں اور ایسی تقدیر جو معلق ہے اور جس کو آپ چاہیں استعال کر سکتے ہیں ابھی میں نے تقریر بیان کی بھوک کا تقاضہ یہ تقدیر معلق ہے انسان ہی نہیں کوئی سی بھی نوع بھوک پیاس کے تقاضے پر کنڑول حاصل نہیں کر سکتی

www.ksars.org

لیکن بھوک پیاس کا تقاضہ کس طرح پورا کیا جائے اس میں ردوبدل کر سکتا ہے اب مثلاً کوئی آدمی چاہے کہ میں اناج نہیں کھاتا میں تو پھل کھا کر گزارہ کروں تو وہ پھل کھا کر زندہ رہے سکتا ہے کوئی آدمی یہ چاہے میں تو پھل بھی نہیں کھاؤں گا سبزیاں کھاؤں تو وہ سبزیاں کھا کر گزارا کرلے گا۔

ایک آدمی آٹھ روٹیاں کھاتا ہے اور کھا کر کیم شحیم موٹا تازہ ہو جاتا ہے۔ تو بھئی جب آدمی اپنے بدن کو صحیح نشوونما میں لانا چاہتا ہے، تو وہ آٹھ روٹی چھوڑ کر دو روٹی پر گزارہ کر سکتا ہے اور وہ زندہ رہتا ہے لیکن یہ ممکن نہیں ہے آٹھ روٹی کھانے والا بالکل روٹی کھانا ہی چھوڑ دے۔ اب دیکھئے دوسری زندگی کیا ہے کوئی آدمی سونے پر مجبور ہے ہر آدمی سوئے گا ضرور کتنا سوئے گا کوئی آٹھ گھنٹے سو سکتا ہے کوئی چار گھنٹے سو سکتا ہے کوئی دس گھنٹے سو سکتا ہے نیند کو آپ کم زیادہ تو کر سکتے ہیں لیکن نیند سے بالکل چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتے، تو سونا کیوں کہ مجبوری ہے سونے کی جو کیفیت ہے وہ تقدیر مبرم ہے کتنا سونا یہ تقدیر معلق ہے پھر سونے کے بعد جاگنا بھی ضروری ہے۔ بیماری تو الگ چیز ہے اب دیکھئے کوئی آدمی کومہ میں چلا جاتا ہے اس کو آپ کہے گے جی کومے والا تو چھ مہینے تک سوتا رہا ہے اس کا الگ قانون ہے، تو یہ تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کا اصول ہی یہ بنا کہ جہاں آپ مجبور و محض ہیں جس جگہ آپ اپنا کوئی اختیار استعمال نہیں کرتے وہ تقدیر مبرم ہے اور جہاں آپ اپنا اختیار استعمال کر سکتے وہ تقدیر معلق ہے۔

مثلاً اسلام قبول کرنا تقدیر معلق ہے حقوق پورے کرنا تقدیر معلق ہے خدا کو ماننا، خدا کو ماننا یہ تقدیر مبرم ہے حالانکہ دیکھئے یہ کیمونسٹ لوگ اپنے ارادے واختیار سے وہ کہتے ہیں خدا کا کوئی وجود ہی نہیں ہوتا اب آپ نے سنا ہو گا خدا کا وجود نہیں ہے ایک دھماکہ ہوا ایک حادثہ ہوا اس حادثے کے نتیجے میں یہ کائنات بن گئی جب کہ قرآن کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس نے نہ کسی وسیلے سے بندے کو پیدا کیا اور بندہ کوئی ...عربی آیت... اللہ تعالیٰ کہتا ہے ہر تخلیق میں کوئی نہ کوئی شئے کوئی نہ کوئی وسیلہ موجود ہے اور ایک دفعہ کسی تخلیق میں اس وسیلے کو قبول کرلیں گے تو وسیلہ در وسیلہ بالاخر آپ اس جگہ تک پہنچ جائیں گے جہاں اس کو پیدا کرنے والا ہے وہ خالق بھی اللہ ہے تو کیمونسٹ یہ کہتا ہے میں خدا کو نہیں مانتا اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے خدا نہیں ہے تو انکار کس چیز کا ہو رہا ہے۔

کوئی چیز ہے تو انکار ہو رہا ہے نا بھئی جب کوئی چیز ہے ہی نہیں اس کا وجود ہی نہیں ہوا اس کا تو انکار اور اقرار دونوں زیر بحث ہی نہیں آتا ہے اب وہ خدا کو سمجھنا چاہتا ہے عقل اس کی اتنی محدود ہے کہ خدا اس کو سمجھ میں نہیں آتی وہ کہتا ہے خدا نہیں ہے سوال یہ ہے کہ خدا نہیں ہے یہ لفظ کہاں سے آیا خدا نہیں ہے اس کا مطلب ہے مجبوری ہے خدا کو ماننا انسان کے لئے اور جنات کے لئے مجبوری ہے اب یہ الگ بات ہے اس مجبوری کو آپ توڑ موڑ کر کوئی نام دے دیں۔ تقدیر مبرم خدا کو ماننا، اس کا ماننے میں آپ اپنا اختیار استعمال کریں اور اختیار استعمال کریں اور اسے آپ کہے تقدیر معلق ہے کیا کوئی وجود میں کوئی شئے کسی بھی حالت میں انکار نہیں کرتی یہ الگ بات ہے آپ کوئی نام رکھ لیں فارسی کا لفظ ہے خدا، عربی کا لفظ ہے اللہ، کہ صاحب ہم تو اللہ کو ماننے گے خدا کو نہیں مانتے اب ہندو کہتے ہیں ہم تو بھگوان کو مانے گے رحمان کو نہیں مانے گے فارسی کہتے ہیں نہ بھگوان نہ رحمان ہم تو یزداں کہے گے اور یہوری کہے گے ہم تو نہ بھگوان نہ رحمان ایلیاء کہے گے۔

www.ksars.org

اب بہر حال یہ کہنا ہے نہ بھگوان نہ رحمان نہ خدا بات وہی ہے نام رکھا آپ نے مجبوری ہے یہ جو خدا کو ماننا تقدیر مبرم ہے اور خدا کے نافذ کردہ اختیارات کو آپ استعمال کریں یا نہ کریں یہ تقدیر معلق ہے۔ جتنے بھی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے انہوں نے ایک ہی پیغام دیا کسی نے نئی بات نہیں کہی مثلاً آدم سے لیکر رسول اللہ ﷺ سب نے ایک ہی بات بتائی وہ بات یہ بتائی تم مخلوق ہو، تمہارا پیدا کرنے والا کوئی ہے اور اس پیدا کرنے والے نے تمہارے لئے ایک ضابطہ حیات بنا دیا ہے۔ اگر تم اس کے بتائے ہوئے معین کئے ہوئے راستے پر چلوگے تو وہ راضی ہوگا اگر تم اس کے بتائے ہوئے راستے پر نہیں چلوگے تو وہ تم سے ناخوش ہوگا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ انبیاء کی تعلیمات نے ہمیں کیا کچھ دیا، ہمیں انبیاء کی تعلیمات نے یہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ جو نظام بنایا ہے، اس میں زندگی کے دو رُخ ہیں۔

ایک رخ وہ ہے جس کو اللہ پسند کرتا ہے اور ایک رخ وہ ہے جس کو خدا پسند نہیں کرتا، جس کو اللہ پسند کرتا ہے وہ انبیاء کا راستہ ہے اور جس کو رب نہیں پسند کرتا وہ شیطان کا راستہ ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ انبیاء کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اچھائی اور برائی کا تصور دے دیا اور اب خدا کو ماننا تقدیر مبرم ہے اور اچھائی اور برائی کے تصور کو قبول کرنا، یہ اچھا تصور قبول کریںگے یا برا تصور قبول کریں گے یہ تقدیر معلق ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”لا اکراہ فی دین“ کہ دین کے معاملے میں جبر نہیں ہے اگر اللہ تعالیٰ یہ چاہتے کہ ہر انسان اللہ تعالیٰ کو مانے تو کسی انسان کی یہ مجال نہیں تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت سے انکار کرسکتا اللہ تعالیٰ نے لا اکراہ فی دین کہہ کر دین کے معاملے میں پوری نوع انسانی کو آگاہ کر دیا اور یہ بتا دیا انبیاء کے ذریعے اور انبیاء کے ورثہ اولیاء اللہ کے ذریعے یہ بتا دیا کہ یہ منزل ہے تم لوگ ایک نقطے پر کھڑے ہو اس طرف جاؤ گے تو راستہ بہت اچھا ہے اور تم وہاں پہنچ جاؤ گے جو پسندیدہ ہے تمہارے لئے اور بائیں ہاتھ کو تم چلو گے تو وہاں پہنچ جاؤ گے جہاں تمہارے لئے نہ پسندیدہ مقام ہے اگر اللہ تعالیٰ انسان کو اختیار نہ دیتے یا تقدیر معلق نہ بناتے تو انسان کا اختیار ختم ہو جاتا ہے نہ جنت رہتی ہے نہ دوزخ رہتی ہے۔

جنت دوزخ کا مطلب ہی یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے بااختیار کر دیا ہے چاہے وہ جنت کے راستے پر کھڑا ہو چاہے وہ دوزخ کے راستے پر۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہر آدمی کی جنت دوزخ اپنے ہاتھ میں لیکر گھومتا ہوں چاہے وہ اپنے اندر سے جنت کو نکال لے اور چاہے وہ اپنے اندر سے دوزخ کو نکال لے۔ اب آپ دیکھئے اللہ تعالیٰ اچھا کھانے کو دیتا ہے، اولاد بھی اللہ نے دی، والدین بھی حیات ہے بچے بھی ہیں کاروبار بھی ہے اب یہ کھانا پینا رہن سہن جو ضرورت زندگی ہے وہ حاصل ہے اگر اس کے باوجود آدمی خوش نہ رہے پائے تو یہ سب کیا ہے؟۔ ضرورت زندگی پوری ہو رہی ہے پھر وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایے ہر آدمی کی جنت دوزخ اس کے ساتھ ہے تو جنت اور دوزخ کا راستہ انتخاب کرنا ہے یہ تقدیر معلق ہے اور کسی نہ کسی راستے پر چلنا یہ تقدیر مبرم ہے یعنی آدمی چلے گا کھڑا تو ہونے سے رہا ساری کائنات چل رہی ہے انسان بھی چلے گا تو یہ تقدیر مبرم اور تقدیر معلق یہ ہے کہ جہاں انسان اور ارادہ اختیار استعمال کرتے ہیں۔

میں تو خود ایک مجبور ہوں اس کو عربی زبان میں تقدیر مبرم کہا جاتا ہے، اور جہاں انسان اپنا ارادہ اور اختیار استعمال کر سکے یہ تقدیر معلق ہے۔

www.ksars.org

آدمی مراقبہ کے ذریعے زمین اور آسمان سے آزاد ہو جاتا ہے۔اس تشریح کریں؟

ایک صاحب نے سوال کیا ہے کہ آدمی مرا قبے کے ذریعے سے زمان و مکاں کی پا بندی سے آزاد ہو جا تا ہے ان کا کہنا یہ ہے کہ زمان و مکان نہیں رہے گے تو محسوسات کی دنیا بھی نہیں رہے گی زمان و مکان کی پا بندی سے مرا د یہ نہیں ہے کہ انسان کے ایک حواس جو ہیں ختم ہو جا تے ہیں‌زمان ومکاں کی پا بندی سے مرا د یہ ہے کہ انسان کے اوپر جو ما دے کی میٹر کی جو گرفت ہے مثلاً اب اگر زما نیت اور اس سے توآزاد نہیں ہوں گے یہ الگ بات کہ ہم اس کو آزاد ہو نا کہے سکتے ہیں۔ لیکن کا فی حد تک ایک آدمی ایسے ہو ائی جہا ز میں اڑ جاتا ہے اس طرح کہ اس کی رفتار بہت تیز ہے۔ جس طرح وہ جسمانی طور پر ہو تو زمانیت سے کی کسی حد تک آزاد ہوجاتا ہے ۔

زمانیت اور مکا نیت جو ہیں وہ کسی حد تک معطل ہوجا تیں ہیں یا عام حالت ہے اب جیسے ہم خلاء میں جا تے ہیں آپ نے سنا ہو گا اب جب وہ خلا ء میں گئے تو اس کا مطلب یہ نہیں‌ہے زمانیت اور مکانیت ان کا وجوہی ختم ہو گئی زمانیت سے آد می آزاد نہیں ہو سکتا اور نہ اسپیس سے کوئی آدمی آزاد ہو سکتا ہے اس لئے آپ کسی بھی عالم میں چلیں جائیں وہاں اسپیس بھی ہے اورکسی بھی عالم میں چلے جائیں وہاں زمانیت بھی ہے ، اب ہم جنت کا تذکر ہ کر تے ہیں جب ہم جنت کا تذکرہ کر تے ہیں تو ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے ہیں وہاں درخت ہیں، وہاں میٹھے پا نی کی نہریں ہیں، شہد کی نہریں ہیں، دودھ کی نہریں ہیں تو اگر ادھر اسپیس نہیں ہے تو چیزیں کس طرح وجود میں آتی۔ باغ کا ہو نا ، محل کا ہو نا، نہروں کا ہو نا ثبوت ہے اس بات کا ہے کہ وہاں اسپیس ہے اس کا صاف مطلب ہے جنت میں اسپیس ہیں اگر اسپیس نہیں ہوتا تو نہریں ہوسکتی؟

کسی زمین کے بغیر نہریں ہو سکتی؟ کسی زمین کے بغیردرخت ہو سکتے ہیں؟ اب مطلب یہ ہوا جنت جو ہے اس میں بھی اسپیس ہے اب دوزخ ، دو زخ کے بارے یں‌یہ بھی بتا یا جاتا ہے وہاں گر م پا نی ہوتا ہے آگ بھڑک رہی ہوتی ہے ۔تو اگر اسپیس نہیں ہو تو یہ سب کہاں ہو گا؟تو جہاں اسپیس ہو گی وہاں ٹائم اسپیس ہو گا مطلب جہاں‌مکانیت ہو گی وہاں‌زما نیت ضرور ہو گی بات صرف اتنی سی ہے کہ اسپیس کے اوپر مکانیت کے اوپر جو چیز ہمیں چلا رہی ہے وہ زمانیت ہے مثلاً ایک آدمی زمین پر پیدل چل رہا ہے ایک آدمی زمین پر پیدل چل رہا ہے ۔اور زمین پر چلنے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے ایک قدم اٹھا کر دو سرا قدم رکھا، دو سرا اٹھا کر تیسرا رکھا اور

www.ksars.org

یہاں سے مراقبہ ہال سے مسجد تک چلا گیا تو مرا قبہ ہال سے مسجد تک جا نے میں ہی جہاں یہ قدم رکے وہ سب ، اسپیس ہے اور سے مرا قبہ ہال سے مسجد تک جا نے میں ہوا میں کتنے قدم اٹھے یا جتنا وقت لگا وہ زمانیت ہے تو مرا قبہ میں زمانیت اورمکا نیت سے آزادی کا مطلب یہ ہے اس زمین پر مادی اعتبار سے جس طرح کے ہم زندگی گزار رہے ہیں اس زندگی سے آزاد ہو کر سفر کر نا جو ہے وہ مکا نیت اور زمانیت سے آزاد ہو نا ہے ۔

مقصد یہ نہیں ہے زمین بھی ختم ہو گئی اور ٹا ئم بھی ختم ہو گا اور اس کی مثال یوں ہے ہم سو تے ہیں اور سونے کی حالت میں ہر انسان خواب دیکھتا ہے کوئی آدمی ایسا ہو گا جو خواب نہیں دیکھتا ہو اور جو خواب نہیں دیکھتا وہ بیمار ہے۔ ہر د ن خواب ضرور دیکھتے ہے، چا ہئے تو ابھی ہم یہاں سو رہے ہیں اور یہ دیکھ رہے ہیں کہ آپ ﷺ کے دربار میں حا ضر اور سلام پڑھ رہے ہیںکتنا سفر ہے اگر آپ پیدل چلیں تو چھ مہینے ہیںپہنچے گے لیکن سو نے کی حالت میں آپ رسول اللہ ﷺ کے دربار میں حا ضر ہیں الصلوٰ ۃ والسلام پڑھ رہے ہیں اورابھی آپ ،کو ہلا یا تو آپ یہاں ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ پا کستان بھی ہے ۔پاکستان سے مدینے منورہ کا راستہ بھی ہے مدینہ منورہ میں مسجد نبوی بھی ہے اور مسجد نبوی میں دربار میں کھڑے سلام بھی پڑھ رہے ہیں ۔لیکن یہ فا صلہ اتنی تیزی سے طے ہو گیا کہ اس کو ہم وقت کی پیا ئش میں نہیں لا سکتے تو وقت کی پیا ئش میں نہ لانا جو ہے یہ مکا نیت اور زمانیت آزادی ہے۔

مراقبہ میں مکا نیت اور زمانیت سے آزاد ہو نے کا مطلب یہ ہے انسان کی جو مادی زندگی ہے اس مادی زندگی سے نکل کر وہ رو حانی زندگی میں سفر کرے۔

اب مقصد یہ نہیں ہے مکانیت و زمانیت ختم ہو جا تی ہے مکا نیت و زمانیت ہر جگہ ہے اب دیکھئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مر نے کے بعد عالم اعراف ہو گا وہاں لوگ رہے گے تو رہے گے کہاں زمین پر رہے گے اس کے بعد حشر و نشر ہو گا سارے لوگ جمع ہو نگے اللہ تعالیٰ بحثیت رب کے عدالت قائم کریں گے اگر اسپیس نہیں ہو گی تو لوگ کہاں کھڑے ہونگے، عدالت کہاں لگی گی ، تو زمانیت مکا نیت ہر جگہ موجود ہے پو رے عالمین میں موجو دہے الحمد اللہ ر ب العالمین ...سب تعریف اس رب کے لئے ہے جو تمام عالمین کا رب ہے عالمین سے مراد ظا ہر ہے اسپیس ہی ہو سکتی ہے یہ زمین بھی ایک عالم ہے تو عالمین سے مرا دیہ اربوں کھربوں دنیائیں موجود ہیں جس طرح یہ ہماری دنیا ہے جس میں ہم رہے رہیں ہیں تو روحانیت کا منشاہ آدمی زمانیت اور مکا نیت سے آزاد ہونا ہے یہ نہیں ہے کہ زمانیت ختم ہو جاتی ہے بلکہ یہ ہے اس کے اندر ایسی رفتا ر پر واز پیدا ہو جا تی ہے اس کے اندر سفر کرنے کی ایسی صلاحیت منتقل ہو جا تی ہے کہ مادی سفر سے اس کی روح سفر نہیں کرتی اورقرآن میں اس کا یہ بھی تذکرہ ہے قرآن پاک میں فرماتے ہیں کہ پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات یعنی بنی رات کی محفل میں مدینہ منورہ سے مسجد نبوی میں اور پھر اس کے بعد آسمانوں کی سیر ہوئی اور جناب نتیجہ میں تمام انبیا

www.ksars.org

ء علیہ الصلوٰ ۃ والسلام کی امامت فرمائی ایک آسمان دوسرا آسمان تیسرا آسمان چھٹا آسمان عرش پھر اوپر کے مقامات سارے طے کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اتنا فاصلہ رہے گیا جیسے دو کمان بلکہ اس سے قریب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے باتیں بھی کی اللہ تعالیٰ کو رسول اللہ ﷺ کو دیکھا بھی اللہ تعالیٰ کی آواز بھی سنی اور اللہ تعالیٰ نے تو خود فاصلے کا ذکر کیا۔

اگر یہ ٹائم اسپیس کا مطلب یہ ہے کہ صاحب روحانیت کا مطلب یہ ہے کہ مکانیت ختم ہو گئی تو غلط ہے تو یہ کائنات بنی ہی زمانیت اور مکانیت کے لئے ہے تمام عالمین میں مکانیت اور زمانیت ہے اور مکانیت اور زمانیت کی موجودگی کی وجہ سے ہی آج آپ عالمین میں داخل ہو سکتے ہیں اگر عالمین میں زمانیت اور مکانیت نہ ہو تو عالمین میں داخل ہونا عالمین کو دیکھنا عالمین سے متعارف ہونا ممکن ہے۔ اس لیے کہ تمام عالمین میں مکانیت اور زمانیت ہے ۔اختتام

روحانی علوم کے بارے میں وضاحت فرمائیں

ایک صاحب نے سوال کیا کہ ہم لوگ تو جانتے بھی نہیں ہوں گے کہ روحانی علوم سیکھے جاتے ہیں جس طرح دوسرے علوم سیکھے ہیں کمیسٹری ہے، فزکس ہے فلسفہ ہے علوم کی بے شمار قسمیں ہیں موجودہ دور میں سائنس کی سائنسی علوم کی بے شمار شاخیں ہیں اسی طرح ایک علوم جو ہیں وہ روح کا بھی ہے اب کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ صاحب روح کا علم تو اللہ نے کسی کو نہیں بتایا، روح کا علم اللہ نے بتایا ہے اور اس کی شہادت قرآن پاک میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یسعلونا...آپ ﷺ فرمادیجئے جو آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ تو آپ فرمادیجئے روح میرے رب کے امر سے ہے وماؤتیتم...جو کچھ علم دیا گیا وہ قلیل ہے۔ کہ روح کا علم تو دیا گیا لیکن وہ قلیل ہے اب سوال یہ ہے کہ قلیل کس کا قلیل، اللہ تعالیٰ نے روح کا جو علم دیا یعنی اللہ تعالیٰ کی لامتناہی علوم ہیں، کون سے لامتناہی علوم اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں اگر تمہارے سارے سمندر روشنائی بن جائیں سارے درخت قلم بن جائیں روشنائی بھی ختم ہو جائے گی اور قلم بھی ختم ہو جائیں گے اللہ کی باتیں باقی رہے جائیں گی وہ لامتناہی ہے۔

اس لامتناہی کا علم کا قلیل اللہ نے دیا تو آپ غور فرمائیں جس علم کو سمندر کور نہیں کر سکتا جس علم کو ساری دنیا کے درخت ان کی شاخیں ان کی جڑیں قلم بن کر ختم نہیں کر سکتے اس علم کا قلیل کتنا ہو گا ہم نے تمہیں جو روح کا علم دیا ہے وہ قلیل ہے، لیکن دیا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ وہ کم کس طرح اللہ کے علم کا قلیل ہے۔ اللہ کے علم کا قلیل وہ اتنا ہے کہ آپکے پاس درخت ختم ہو جائیں گے سمندر ختم ہو جائیں گے وہ باقی رہے گا تو روح کا، جو علم ہے وہ بھی ایک علم ہے جس طرح دوسرے علم لیکن یہ علم جو ہے اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے۔ تو اس علم کو سمجھانے کے لئے اس علم کو پھیلانے کے لئے اپنے شاگردوں کے ذہن نشین کرانے کے لئے اس کے کچھ قاعدے اور ضابطے بنائے ہیں جیسے آپ دیکھئے کوئی علم آپ نہیں پڑھ سکتے جب تک کہ اس کا خیال نہ آئے یا a b c d نہ پڑھیں اس کا نام کچھ بھی رکھ لیں جب تک آپ کسی علم میں ماسٹر نہیں بنے گے۔

www.ksars.org

میں آپ پہلا قاعدہ پڑھیں پھر پہلی کتاب پڑھیں، پھر دوسری، پھر میٹرک کریں پھر بی اے کریں پھر گریجویشن کریں، پھر اگر a,b,c نہ پڑھی ہو تو کیا آپ کی بی ایس سی ہو جائے کیا ایسا ہو سکتا ہے بھائی بغیر قاعدہ پڑھے تو کوئی آدمی بی ایس سی کیا میٹرک بھی نہیں کر سکتا میں مان ہی نہیں سکتا کوئی بغیر قاعدہ پڑھے ہوئے کوئی علم کا درجہ حاصل ہے ایک نظر میں۔ روحانی علوم میں بھی وہی طریقہ ہے اولیاء اللہ اور یہ کام شروع ہوا غوث الاعظم بڑے پیر صاحب سے ہوا۔ اس کا جو قاعدہ ہے علوم ہیں ان میں انہوں نے موٹی موٹی باتیں یہ بتائی کہ ہر انسان کے اندر چھ روشن نقطے ہے۔ اس پر انسان کی زندگی کا درومدار ہے، انسان کی عقل و شعور کا درومدار ہے، انسان کی ریاست کا درومدار ہے، ان چھ روشن نقطوں کو جو ہیں ان کو روحانی لوگ لطائف کہتے ہیں یعنی چھ لطائف، چھ تقدیریں، چھ مشن، چھ کتاب کچھ بھی کہے لو تو اس چھ دائروں کو لطائف کہتے ہیں یعنی چھ لطیفے تو وہ لطیفے کس طرح کام کرتے ہیں؟

واہم کیسے بنتا ہے؟ تصور کیسے بنتا ہے؟ خیال کیسے بنتا ہے؟ خیال کے بعد ہم کسی کو کسی چیز کو کس طرح دیکھتے ہیں؟ وہ چیز ہمیں کس طرح دیکھتی ہے؟۔ یہ تعلیم کی تفصیلات یہ سوال جن صاحب نے کیا ہے میرا خیال ہے یہاں کی مجلس کی مناسبت سے نہیں ہے۔ سوال ایسا کرنا چاہئے ہم نے پہلے بھی بتایا اب دیکھئے اتنے سارے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں کسی کو لطائف سمجھ میں نہیں آرہے۔ تو یہ ہوا دوسرا سوال بہر حال اتنا آپ سمجھ لیں کہ روحانی قاعدہ جو ہے اس میں چھ روشن نقطے ہوتے ہیں اور ان چھ نقطوں سے ہی ابتداء ہوتی ہے اور ان ہی چھ نقطوں سے تمام علوم پڑھائے اور سیکھائے جاتے ہیں۔ اختتام

www.ksars.org

"سوال ": جنت میں آدم و حوا کس طرح زندگی بسر کرتے تھے؟

آدم و حوا کے تذکرے میں قرآن پاک کی آیات یہ ہیں... یاآدم اسکن ...اے آدم تو جنت میں قیام کر...انت وزوجک الجنتہ...کہ تو بھی قیام کر جنت میں اور سکونت اختیار کر اور تیری بیوی... تو اپنی بیوی کے ساتھ جنت میں سکونت اختیار کرو۔ آدم حوا دونوں۔ فکلھا منھا...اور یہاں سے کھاؤپیو۔ رغداً حیث شئتما... کھاؤ پیو خوش ہو کر جہاں سے دل چاہے۔ تو اب یہ جو ہے نا کہ یہاں سکونت اختیار کرو اور جہاں سے دل چاہے خوش ہو کر کھاؤ پیو اس سے ظاہر ہے کہ آدم و حوا وہاں کھاتے پیتے تھے۔ جبھی اللہ تعالیٰ نے کہا ناں کہ خوش ہو کر کھاؤ پیو۔ جہاں سے دل چاہے کا مطلب یہ ہے کہ وہاں آدم و حوا چلتے پھرتے بھی تھے۔ سکونت کا ظاہر ہے یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہاں رہنے کا ٹھکانہ بھی تھا، مکان بھی تھا۔ یہ آدم اور حوا دونوں جب جنت میں قیام کرتے تھے، جنت میں رہتے تھے وہاں کھانا پینا تھا۔ ایک تو یہ بات ہو گئی دوسری یہ کہ رہائش کے لئے جگہ بھی تھی۔

سکونت کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ بھئی کسی جگہ آدمی جا کے رہے۔ اب رہ گیا جسم کا سوال کہ بھئی یہی جسم تھا جو یہاں ہے۔ اگر یہی جسم ہوتا جو اس دنیا میں جسم ہے تو پھر نکالنے کا جو مسئلہ ہے کہ جب انہوں نے نافرمانی کی درخت کے قریب گئے اللہ تعالیٰ نے کہا بھئی اب تم اھبطوا مصراً فان لکم ما سئلتم... کہ اب تم یہاں سے اتر جاؤ۔ اب تم جنت میں نہیں رہ سکتے اس لئے کہ تم نے نافرمانی کر دی۔ اور نافرمان بندے جو ہیں وہ جنت میں نہیں رہ سکتے۔ فرماں بردار جنت میں رہ سکتے ہیں نافرمان بندے جنت میں نہیں رہ سکتے۔ پھر یہ بھی ہے کہ صاحب انہوں نے شجر ممنوعہ کے قریب جانے کے بعد خود کو ننگا محسوس کیا۔ اب ننگا محسوس کرنے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جسم تو ان کا تھا اور جسم اسی طرح کا تھا جس طرح ہمارا جسم ہے۔ اب جس طرح ہمارے اوپر سے کپڑے اتر جائیں ہم خود کو ننگا محسوس کریں گے تو ننگا تو جبھی محسوس کریں گے نہ جب ہمارا جسم ہو گا اور ہمیں پتہ ہو گا کہ بھئی ہمارے جسم میں کون سے ستر کے حصے ہیں کون سا ہمیں چھپانا چاہئے کون سا ظاہر کرنا چاہئے۔

تو اس سے یہ بھی بات پتہ چل گئی کہ جسم تھا وہاں جنت میں۔ آدم اور حوا دونوں کھاتے پیتے بھی تھے۔ اور رہنے کے لئے جگہ بھی تھی۔ اب یہ کہ لباس کیا تھا۔ لباس کے بارے میں یہ کتابوں میں لکھا گیا ہے مفسرین یہ بتاتے ہیں وہ یہ تھا کہ اس وقت جنت کا جو Atmosphere ہے اس میں آدمی کے اوپر یہ ستر پوشی جو ہے اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ مثلاً جیسے اب گائے ہے، بکری ہے، بھینس ہے، ان کو اس بات کا بالکل ہی احساس نہیں ہوتا کہ ہمیں کوئی کپڑے پہننے چاہئیں۔ انسان جو حیوانات کو دیکھتے ہیں بھئی بکری کو مؤنث ہے، بکرا مذکر ہے۔ تو کبھی ہمیں خیال ہی نہیں آتا ہے کہ یہ ننگا ہے۔ تو یہ اصل میں ایک کیفیت ہے۔ اور ایک اطلاع ہے ستر پوشی کی اور وہ اطلاع جو ہے وہ ہمیں اللہ کی کتاب کے ذریعے، اللہ کے پیغمبروں کے ذریعے منتقل ہوئی کہ بھئی ستر پوشی جو ہے وہ انسان کے لئے

www.ksars.org

ضروری ہے۔ لیکن قرآن نے کہیں یہ نہیں بتایا، اور پیغمبران علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی کہیں اس بات کی نشاندہی نہیں کی کہ حیوانات کے لئے بھی ستر پوشی ضروری ہے۔

تو وہاں جو لباس جنت میں تھا وہ اس قسم کا لباس تھا کہ اس میں ستر پوشی جو ہے وہ زیر بحث نہیں آتی۔ جب نافرمانی کی اور جنت نے رد کر دیا، جنت کا رد کرنے کا مطلب کیا ہوا؟ کہ جنت کے Atmosphere کو جو دماغ قبول کرنے والا تھا، جو شعور جنت کے دماغ میں رہتا تھا وہ Suspend ہو گیا۔ جب Suspend ہو گیا تو ایک اور دماغ سامنے آیا۔ وہ کون سا دماغ؟ نافرمانی کا دماغ۔ یعنی جب تک آدم نے نافرمانی نہیں کی اور شجر ممنوعہ کے قریب نہیں گئے تو ان کا شمار فرماں بردار بندوں میں تھا۔ اب فرماں بردار بندوں کی جتنی بھی خصوصیات تھیں ان میں آدم و حوا دونوں رہتے تھے۔ اور جنت کا Atmosphere انہیں قبول کرتا تھا اور انہوں نے جنت کو قبول کیا ہوا تھا۔ لیکن جب نافرمانی ہو گئی تو نافرمانی کا ارتکاب ہو گیا تو جنت کا Atmosphere جو ہے وہ تبدیل ہو گیا۔ اس لئے کہ جنت میں کوئی بھی نافرمان بندہ نہیں رہ سکتا۔

جنت ٹھکانہ ہی ان لوگوں کا ہے جو اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بندے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر زندہ رہتے ہیں۔ اور اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبران علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں۔ اب بندہ یہاں پیدا ہوا۔ جب یہاں پیدا ہوا دیکھئے یہاں بھی کوئی اس کو اپنی ستر پوشی کا کوئی خیال نہیں ہوتا۔ بچہ جب پیدا ہوتا ہے چھوٹا سا اسے بالکل اس بات کا علم نہیں ہوتا ہے کہ بھئی میری ستر پوشی ہونی چاہئے۔ یا مجھے کپڑے پہننے چاہئیں، یا میرے لنگوٹ بندھنا چاہئے۔ یا مجھے چڈی پہنانی چاہئے۔ لیکن جیسے جیسے وہ یہاں شعور سنبھالتا ہے اور جیسے جیسے اس ماحول میں اس کا ایڈجسٹمنٹ ہوتا ہے اسی حساب سے والدین سے، بہن بھائیوں سے، رشتہ داروں سے، اس کو یہ احساس منتقل ہوتا ہے اس کو کپڑے پہننے چاہئیں۔ مثلاً سب سے پہلے نہلانے دھلانے کے بعد بچے کی ستر پوشی کی جاتی ہے۔

حالانکہ اس کی ستر پوشی کوئی ضروری نہیں ہے۔ لیکن اگر پیدائش کے فوراً بعد ہی ستر پوشی نہ ہو تو بچے کے ذہن میں ستر پوشی کا تصور قائم نہیں ہو گا۔ ذرا سا بچہ ننگا ہوا ابا بھی کہہ رہے ہیں بھئی اسے کپڑے پہناؤ، اماں بھی کہہ رہی ہیں بھئی اسے کپڑے پہناؤ، بہنیں بھی کہہ رہی ہیں او بھئی ننگے آ گئے بڑی شرم کی بات ہے، بڑی شرم کی بات ہے۔ اسے کچھ پتہ نہیں کہ کیا شرم ہے کیا ہے۔ تو اب یہ ستر پوشی جو ہے دراصل یہاں اس ماحول میں آنے کے بعد پیغمبران علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کے مطابق والدین سے اور ماحول سے بچوں کو منتقل ہوتی ہے۔ اور وہ اس طرح منتقل ہو جاتی ہے آپ نے دیکھا ہو گا کہ آدمی پاگل ہو جاتا ہے۔ لیکن ستر پوشی کا تصور پھر بھی اس کے اندر رہتا ہے۔ دماغی طور پر پاگل ہے۔ بھاگ رہا ہے، چل رہا ہے، پھر رہا ہے۔ نہ کھانے کا ہوش ہے نہ وہ رشتہ داروں کو پہچانتا ہے۔ کبھی پہچان لیا کبھی نہیں۔ لیکن اس کو ستر پوشی کا احساس ہے۔ کپڑے وہ پہنتا ہے۔ اگر آپ اس کے کپڑے اتارنے لگیں تو وہ احتجاج کرے گا۔ ناراض ہو گا۔ روکے گا وہ آپ کو۔ کیوں؟ اس لئے کہ آپ نے پیدائش کے فوراً بعد جو پہلا کام کیا وہ یہ کام کیا کہ اس کو ستر پوشی کا تصور منتقل کیا۔ اور یہ ستر پوشی کا تصور ہی انسان کو دوسرے حیوانات سے ممتاز کرتا ہے۔ دیکھئے ناں دوسرے حیوانات میں بھی تمام وہی اعضاء ہیں جو انسانوں کے اندر ہوتے ہیں اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جو اعضاء انسانوں کے اندر ہیں ستر پوشی کے وہی اعضاء جانوروں میں بھی ہیں۔ لیکن جانوروں میں چونکہ یہ تصور ہی منتقل نہیں کیا گیا اس لئے نہ انہیں احساس ہے اور نہ انہیں کپڑے پہننے کی

www.ksars.org

ضرورت ہے۔ تو یہ اصل میں یوں بھی کہہ سکتے ہیں اس کو کہ پیدائش کے بعد پہلی جو فرماں برداری کی سیڑھی ہے یا پہلی جو فرماں برداری کی کلاس ہے وہ ستر پوشی سے ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ستر پوشی کو پسند فرماتے ہیں۔ اور حد مقرر کر دی عورتوں کے لئے بھی حد مقرر کر دی مردوں کے لئے بھی حد مقرر کر دی۔ اور اس میں جو حکمت ہے وہ حکمت یہ تو ہے ہی اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں آدمی ڈھکا ہوا رہے چھپا ہوا رہے۔ ساتھ ساتھ اس میں یہ بھی ہے کہ یہ جو ستر پوشی ہے یہ انسان میں اور حیوان میں ایک حد فاصل قائم کرتی ہے۔ ممتاز کرتی ہے دوسرے تمام حیوانات سے۔ کبوتروں سے، بلیوں سے، کتوں سے، ہاتھی یعنی ہر مخلوق سے ایک امتیاز اس کو قائم ہو جاتا ہے ستر پوشی کے نقطہ ء نظر سے۔ اگر انسان کے اندر ستر پوشی نہ ہو تو بکری میں اور بیلوں میں جب ایک ساتھ وہ پھرے تو امتیاز یہ نسل کا امتیاز تو ہو گا بھئی نسل کا امتیاز تو یہ بھی ہے کہ دیکھئے گائے، بھینس، بکری، بھیڑ، دنبہ کو ایک جگہ کھڑا کر دیں تو سب کی نسلیں الگ الگ ہیں۔ آپ کہیں گے بھئی یہ بھیڑ ہے، یہ دنبہ ہے، یہ بکری ہے، یہ گائے ہے۔

تو اسی صورت سے اگر انسان بھی اس میں کھڑا ہو جائے تو اب یہ ہے نسل تو الگ ہے لیکن نسلی امتیاز کے ساتھ ساتھ کوئی فخر کی بات کوئی ایسی بات جو بالکل دوسری مخلوق سے انسان کی حیثیت کو نمایاں کر دے وہ ستر پوشی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ جب یہاں انسان آیا اس وقت سے یہاں ستر پوشی شروع ہو گئی۔ تو جنت میں کیا تھا۔ تو جسم تو یہی تھا جواب ہے۔ اگر یہ جسم یہ نہیں ہوتا تو نافرمانی کے بعد آدم کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ بھئی میں کھل گیا ہوں۔ وہ کہتے ہیں نہ کہ کیلے کے پتوں سے ستر پوشی کی وغیرہ وغیرہ۔ لیکن لباس، جنت کی لباس میں اور اس دنیا کی لباس میں فرق ہے۔ یہ جو ہماری دنیا ہے اس میں ہر چیز جو ہے کثیف ہے۔ زمین سے پیدا ہونے والی چیز جو ہے وہ کسی بھی صورت سے کثافت کے دائرے سے باہر نہیں نکلتی۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز کم کثیف ہو، کوئی چیز زیادہ کثیف ہو۔ مثلاً اب پانی ہے۔

پانی انتہائی درجہ لطیف چیز ہے۔ لیکن اگر اس پانی کو آپ کسی مٹکے میں یا کسی برتن میں ڈال کے پانچ سات روز رکھیں اس کے اندر کیڑا پڑ جائے گا۔ تو اس کا ظاہر ہے مطلب یہ ہے کہ اس پانی کے اندر کثافت موجود تھی جس کی وجہ سے کیڑا پڑ گیا۔ اگر پانی دیکھئے ناں اگر پانی چلتا رہے پھر تو پانی ٹھیک رہتا ہے۔ پانی جوہڑ میں رک جائے، کسی تالاب میں رک جائے تو اس میں سے بدبو آنے لگتی ہے۔ کیچڑ ہو جاتا ہے۔ اس میں بے شمار قسم کے کیڑے مکوڑے بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسی صورت سے اب یہ آپ زمین میں گیہوں ڈالتے ہیں۔ کس قدر عمدہ گیہوں ہوتا ہے۔ صاف ستھرا چمکدار اچھا لگتا ہے۔ اس میں کسی قسم کی بدبو نہیں ہوتی بلکہ اگر اکھٹا گیہوں ہو تو اس میں ایک قسم کی خوشبو آتی ہے۔ گیہوں کی اپنی خوشبو آتی ہے۔ لیکن اسی گیہوں کو آپ کسی ایسی جگہ ڈال دیں کہ جہاں اس میں اس کو ہوا لگتی رہے مرطوب ہوا لگتی رہے، خشک ہوا نہ ہو، زیادہ روشنی ہو تو گیہوں بھی خراب ہو جاتا ہے اور گھن لگ جاتا ہے۔

اسی گیہوں کو پسوا لیں آپ آٹا۔ آٹا گوندھ کے آپ روٹی پکا کے کھالیں۔ نہایت عمدہ آپ دیکھئے گیہوں کی روٹی کھا کے دیکھئے آپ کو خوشبو بھی آئے گی اور لذت بھی ہو گی۔ روکھی روٹی کی لذت ہی الگ ہے۔ یہ تو اگر آپ دیکھیں سالن سے روٹی کھا کے وہ اصل میں روٹی کا ذائقہ ختم ہو جاتا ہے۔ سالن کا ذائقہ غالب آجاتا ہے۔ لیکن آپ کبھی اس کا تجربہ کریں، کرنا چاہئے کبھی روکھی روٹی بھی کھانی چاہئے آپ کو، گرم

www.ksars.org

گرم روکھی روٹی کھائیں آپ اور پھر دیکھئے آپ کو اس میں خوشبو بھی آئے گی اس میں لذت بھی آئے گی اور دوسری بات یہ کہ وہ ہاضمہ آپ کا اچھا ہوگا اس سے۔ اچھا اب اسی آٹے کو جو اتنی خوشبودار جس کی روٹی بنی اتنی ذائقہ دار جس کی روٹی بنی اسی آٹے کو آپ صبح سے شام تک گرمی میں رکھ دیجئے اس میں تعفن پیدا ہو جائے گا۔ اور سڑ جائے گا۔ اور اس میں باقاعدہ بدبو آئے گی، جال بن جائے گا، کیڑا پڑ جائے گا۔ تو اس کا مطلب ہے کہ اتنی صاف ستھری چیز ہونے کے باوجود اس کے اندر تعفن ہے۔ ایک خاص پروسس میں آپ اسے استعمال کر لیں تو اس کے اندر تعفن نہیں ہوگا۔ یہ تو ہماری کھانے پینے کی جتنی بھی چیزیں ہیں پھل لے لیں، فروٹ، فروٹ کھاتے ہیں۔ گوشت، گوشت کو آپ رکھ دیجئے اس میں بدبو، ایسی بدبو ہو جائے گی کہ آپ کھڑے بھی نہیں ہو سکتے۔ اس کا مطلب ہے کچھ چیز سڑاند اس کے اندر موجود ہے تو سڑ گئی نا بھائی۔ یہ تو ہماری غذاؤں کا حال ہے۔ دودھ، کس قدر لطیف، اللہ کا نور کہا جاتا ہے دودھ کو یہ اتنی لطیف شئے ہے دودھ کہ اس کو تشبیہ دی جاتی ہے اللہ کے نور سے۔ اللہ کا نور تو ساری دنیا ہی ہے لیکن دودھ کو، لیکن اگر آپ دودھ نہ گرم کریں اس میں بھی سڑاند آجاتی ہے، بدبو آجاتی ہے۔ تو اس کا مطلب ہے اس کے اندر بھی سڑاند موجود ہے۔ یہ تو آپ کی وہ چیزیں ہیں جو آپ کی کفالت کرتی ہیں۔

یعنی ضروریات ہیں آپ کی زندگی کی۔ ایسی ضروریات کہ آپ کسی بھی عنوان سے ان کو چھوڑ نہیں سکتے۔ یہ تو آپ کی غذا ہوگئی۔ اب آپ دیکھیں اب آپ کیسے بنے۔ مثلاً جس چیز سے آپ بنے ہیں وہ اتنی کثیف اتنی اس میں غلاظت ہے، اتنی اس کے اندر بدبو کہ اگر وہ آپ کے جسم کو لگ جائے تو آپ نماز نہیں پڑھ سکتے۔ جب تک آپ غسل نہیں کر لیں گے، اس جگہ کو صاف نہیں کر لیں گے، اس کو تین دفعہ دھو نہیں لیں گے آپ ناپاک رہیں گے۔ تو آپ ایسی چیز سے بنے ہیں کہ جو اتنی غلیظ ہے کہ اگر آپ کے جسم میں لگ جائے تو آپ عبادت نہیں کر سکتے۔ اس کے لئے لازم ہے کہ اس غلاظت کو آپ دھوئیں اور نہ صرف دھوئیں بلکہ سر سے پیر تک بہائیں پانی بہائیں۔ یعنی غلاظت آپ کی لگی ٹانگ میں لیکن آپ کے اوپر واجب ہو گیا کہ آپ پورا جسم دھوئیں۔ اس سے زیادہ غلاظت اور کیا ہو سکتی ہے۔ اس سے آپ بنے۔ یعنی وہ ہماری پیدائش، نطفہ جسے آپ کہتے ہیں۔

علق۔ خلق من علق قرآن میں ہے۔ نطفہ اس کو قرآن نے کہا ہے۔ تو اب اس سے آپ بنے ہیں۔ یہ آپ کی تخلیق کا پہلا مرحلہ ہے۔ اب آپ ماں کے پیٹ میں آپ کا قیام ہو گیا اور آپ آہستہ آہستہ وہاں آپ نے پرورش پائی ماں کے پیٹ میں تو سب جانتے ہیں کہ ماں کے پیٹ میں بچے کی جو غذا ہے جو اس کو نشوونما دیتی ہے وہ حیض ہے۔ اب حیض بھی گندی چیز ہے۔ کسی بھی صورت سے آپ اس کو لطیف کہہ ہی نہیں سکتے۔ حیض جو ہے خون گندہ خون، ایک تو خون ہوتا ہے ایک گندہ خون، ایسا کثیف خون جس کا جسم سے نکلنا ضروری ہے۔ اگر وہ خون ماہانہ حساب سے نہ نکلے خواتین کے اندر سے تو بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔ اور طرح طرح کی بیماریاں ہوتی ہیں۔ کینسر بھی ہو سکتا ہے، رسولی بھی ہو سکتی ہے، اندرونی ورم بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی بے شمار بیماریاں کھڑی ہو جائیں گی۔ ایسی کثیف چیز۔ وہ کثیف چیز آپ پی پی کے ماں کے پیٹ میں بڑھے۔

یعنی آپ اپنی ذرا حیثیت دیکھیں کیا ہے۔ اب اس کے بعد آپ پیدا ہوئے۔ تو پیدا جب آپ ہوئے تو پیدائش کا جو ذریعہ ہے وہ بھی کثافت کے علاوہ آپ اس کو کوئی دوسرا نام نہیں دے سکتے۔ اس میں کثافت کا اخراج بھی ہوتا ہے۔ اور اس میں اور کیا کیا الا بلا گندگی سب۔ آپ

www.ksars.org

پیدا ہو گئے۔ پیدا ہونے کے بعد نہلایا دھلایا۔ اب پھر آپ کی غذا کا مسئلہ شروع۔ پھر آپ نے ماں کا دودھ پیا۔ ماں کا دودھ کیا ہے؟ وہی خون ہے۔ وہی خون ایک خاص پروسس سے گزر کر دودھ بنا اور وہی دودھ آپ پی رہے ہیں۔ وہ دودھ آپ بچے کو پلاتے ہیں۔ نہایت لطیف وہ ماں سے منتقل ہوا اس میں ہوا بھی نہیں لگی۔ بچے نے دودھ پیا اس کو ہوا بھی نہیں لگ رہی۔ چسر چسر کر کے بچہ پی رہا ہے۔ لیکن جب بچہ اس دودھ کی الٹی کرتا ہے تو انتہائی بدبو ہوتی ہے۔ حالانکہ بچے کو کثافت سے کیا تعلق۔ وہ تو صاف ستھرا بالکل۔ تو بات یہ بنی کہ انسان کا یہ جو جسم ہے یہ جسم انتہائی درجہ کثافت ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

تو یہ ہوا کہ روح جو ہے، روح جب جنت میں رہی تو اس نے وہاں ایک ایسا لباس اپنے لئے اختیار کیا کہ جس لباس کی لطافت کا یہ عالم ہے کہ اس لطافت میں انسان کے شعور پر ننگے پن کا احساس ہی نہیں ہو رہا۔ پھر آپ نے جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ آپ نے سے مراد یہ کہ جب آدم نے نافرمانی کی تو ہم سب نافرمانوں میں شمار ہو گئے۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوئی تو وہ لطیف جسم جس کی لطافت کی بنیاد پر ہمارا ذہن ستر کی طرف گیا ہی نہیں تھا۔ وہ ختم ہو گیا۔ اور اس کی بنیاد پر پھر ایک نافرمانی، نافرمانی بجائے خود ایک کثافت ہے۔ نافرمانی بجائے خود ایک تاریکی ہے۔ نافرمانی بجائے خود ایک بدبو ہے، تعفن ہے۔ تو وہ تعفن آپ کو دنیا میں لے آیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ روح کے اوپر جب لطیف جذبات واحساسات کا جو خول تھا، جو اس نے بنایا تھا، یا جو روح نے لطیف انوار سے جو لباس بنایا تھا جنت کا وہ اتر گیا۔

اب جب وہ اتر گیا تو روح نے اب لباس بنایا تعفن کا۔ تو یہ سارا ہمارا جسم جو ہے اصل میں یہ جسم نہیں ہے۔ جس طرح کہا جاتا ہے نا یہ گوشت پوست کا جسم ہے۔ روحانی نقطہ ءِ نظر سے اسے جسم نہیں کہہ سکتے۔ روحانی نقطۂ نظر سے اس کو یہ کہا جاتا ہے کہ روح نے اپنے آپ کو ظاہر کرنے کے لئے ایک لباس بنایا اس کا نام جسم ہے اور وہ لباس سارا کا سارا تعفن سے تخلیق کیا۔ اب یہ آپ دیکھیں ایک آدمی مر جاتا ہے تو مرنے کے بعد یہ جو جسم ہے یہ بار بار بات تذکرے میں آتی ہے اس کا کچھ نہیں بگڑتا۔ لاش پڑی ہوئی ہے۔ لیکن لاش کے اندر کوئی حرکت نہیں ہے۔ اس کو نہلانے کے لئے تختے پر لٹاتے ہیں تو وہ یہ بھی نہیں کہتا میاں کیا کر رہے ہو۔ آپ اس کا ہاتھ اٹھاتے ہیں وہ نہیں کہتا کہ کیا کر رہے ہو۔ بس پڑا ہوا ہے وہ بیکار عضوئے معطل ہے بالکل۔ ہر چیز اس کی عضوئے معطل ہے۔ تو بات کیا ہوئی کہ جس طرح روح نے عارضی طور پر جنت کے لطیف لباس سے اپنا رشتہ منقطع کر لیا تھا اب اسی طرح روح نے پھر اس مادی لباس سے یہ سڑاند کے لباس سے اپنا رشتہ منقطع کر لیا۔

وہاں جنت میں اس نے جب رشتہ منقطع کیا تو آدم کی نافرمانی کی وجہ سے تو وہ لباس اتر گیا۔ اس دنیا میں آنے کے بعد روح نے جب اس جسم سے یعنی لباس سے اپنا رشتہ منقطع کیا تو اس لباس کی حیثیت جو ہے بیکار ہو گئی۔ اب اس کے بعد مرنے کے بعد پھر وہ عالم اعراف میں وہ روح چلی گئی۔ عالم اعراف میں جانے کے بعد اس نے پھر اپنا ایک لباس بنایا۔ وہ لباس ظاہر ہے جنت میں اگر وہ لباس نور کا تھا۔ جنت کے بعد یہاں وہ لباس تعفن کا بنا، میٹر کا مطلب تعفن کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ میٹر کا مطلب تعفن، کثافت۔ اب اس کے بعد جب روح عالم اعراف میں چلی گئی تو عالم اعراف میں اس نے پھر لباس بنایا۔ اپنے آپ کو ظاہر کرنے کے لئے وہ لباس بنا روشنیوں کا۔ روشنیوں کا لباس بنا۔ اب پھر یہ تو ایک بڑا لمبا حساب ہے عالم اعراف کے بعد، عالم اعراف میں بھی آدمی کو مرنا ہے۔ جنت کی فضا نے جب آدم و حوا کو رد کر دیا اور جنت کی فضا سے آدمی نکل آیا اس کا مطلب ہے جنت میں وہ مر گیا۔

www.ksars.org

جنت میں مرنے کے بعد یہاں پیدا ہوا۔ اب یہاں پیدا ہونے کے بعد ایک عمر ہے اس کی ساٹھ سال، ستر سال، اسی سال جتنی بھی ہے۔ جب وہ یہاں مرا تو اس کا مطلب ہے روح نے یہ لباس بھی چھوڑ دیا۔ اب اس کے بعد روح نے ایک نیا لباس روشنی کا، یا گیسز کا بنایا اعراف میں۔ اور وہ اعراف میں بھی کتنا عرصہ رہتا ہے بندہ، وہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ اعراف کے بعد، اعراف سے روح منتقل ہوتی ہے عالم حشر و نشر میں۔ اب اس کا مطلب ہے کہ اعراف میں بھی موت واقع ہوگئی۔ اب اس نے روح نے پھر ایک نیا لباس بنایا عالم حشر و نشر میں۔ عالم حشر و نشر سے مراد یہی ہے کہ بھئی ساری دنیا ایک جگہ جمع ہو جائے گی۔ اور یہ جو لباس یہاں ختم ہو گیا تھا وہاں بھی میٹر کا یہی دوبارہ لباس وہاں اس کو ملے گا۔ اس کے بعد پھر وہ اللہ تعالیٰ سب پر رحم کریں وہ تو بڑی سخت ہے وہ حساب کتاب کا۔ وہ آپ نے سنا ہی ہے کہ سوا نیزے پہ سورج ہوگا۔

ہاتھ اپنی گواہی دے گا۔ پیر اپنی گواہی دے گا کہ میں نے یہ کیا میں نے یہ کیا۔ اب وہاں سے جو لوگ آزاد ہو جائیں گے۔ آزادی کی دو صورتیں ہیں۔ عالم حشر و نشر سے آزاد ہوں گے۔ اب اس میں کچھ دوزخ کا حصہ ہے، کچھ جنت کا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ دوزخ سے ہم سبھی کو بچائے۔ تو اب پھر وہی بات جو روح نے لطیف لباس جنت میں اتار دیا تھا اب وہ دوبارہ پہنے گی۔ دوبارہ پہن لے گی اب وہ بندہ جنت میں رہے گا۔ اب دیکھئے اب اللہ تعالیٰ کی بڑی عنایت اور بڑی مہربانی ہے۔ آدم کو جنت سے تو نکال دیا لیکن چونکہ آدم نے اپنی غلطی کا اعتراف کر کے بہت زیادہ اظہار ندامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے معافی تلافی کی صاحب ہم سے تو بڑی غلطی ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے وہ جنت کا جو دماغ تھا، فرماں برداری کا جو دماغ تھا اس کو مٹایا نہیں ملیامیٹ نہیں کیا اس کو سسپنڈ کر دیا۔ تاکہ یہ بندے جو ہیں اس دماغ کو کام میں لا کر نافرمانی کے دماغ میں زندگی گزارتے ہوئے معافی تلافی کریں۔

کوشش اور جدوجہد کریں اس بات کی کہ وہ جو فرماں برداری کا جنت کا دماغ تھا وہ دوبارہ حاصل ہو جائے۔ تو ان کو دوبارہ جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چونکہ رحیم و کریم ہیں اللہ تعالیٰ یہی چاہتے ہیں کہ بندہ دوبارہ جنت میں جائے۔ اور اس کا بندوبست یہ کیا اللہ تعالیٰ نے کہ تسلسل کے ساتھ اپنے برگزیدہ پیغمبر بھیجتے رہے اور ہر پیغمبر نے تمام نوع انسانی کو ایک ہی بات سکھائی کہ برائی سے بچو اچھائیوں کو اختیار کرو۔ ایک برائی کرنے کے بعد، اللہ تعالیٰ کی ایک نافرمانی سے تمہارا اتنا بڑا نقصان ہوا کہ تمہیں جنت نے نکال دیا۔ جنت نے تمہیں رد کر دیا۔ جنت نے کہا میں اب تمہیں برداشت نہیں کرتی تم اب جاؤ نکلو۔ تو جب ایک نافرمانی کے بعد اتنا بڑا نقصان کر چکے ہو تو مزید نافرمانیاں اگر زیادہ ہوں گی کتنا بڑا نقصان ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر، ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر جو ہیں یہ کوئی حدیث قرآن نہیں ہے۔

ایک روایت چلی آ رہی ہے۔ اور کس طرح لوگوں نے حساب لگایا کیا ہوا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار سے مراد یہ کہ بے شمار پیغمبر۔ اتنے پیغمبر کہ بہت زیادہ۔ بہت ہوتے ہیں ایک لاکھ چوبیس ہزار۔ اور ہر پیغمبر نے ایک ہی بات کہی کہ وہ جو جنت کا دماغ سسپنڈ ہو گیا۔ نافرمانی کی بنیاد پر تمہیں جنت سے نکال دیا گیا وہ دماغ تمہارے اندر موجود ہے۔ ختم نہیں ہوا۔ معطل ہوا ہے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ سے معافی تلافی کر کے جیسے یہ تمہارے باپ آدم نے معافی تلافی کر کے جنت میں چلے گئے۔ آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ آدم کو دیکھیں نہ نکلے تو آدم حوا تھے جنت

www.ksars.org

سے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ آدم و حوا جو ہیں دوزخ میں پڑے ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ آدم و حوا نے اس کی تلافی کر دی۔ معافی مانگی، روئے دھوئے۔ ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا و ترحمنا لنا کوننا من الخاسرین۔ اے ہمارے رب! ہم نے بلاشبہ اپنے اوپر بہت ظلم کیا۔ آپ کی نافرمانی کر کے ہم نے اپنے اوپر بہت بڑا ظلم کیا۔ اگر آپ نے ہمیں معاف نہیں کیا تو، اگر آپ نے ہماری توبہ قبول نہیں کی، اگر آپ نے ہماری غلطیوں کو نظر انداز نہیں کیا، اگر آپ نے ہماری کمزوریوں کے اوپر پردہ نہیں ڈالا تو ہمارا تو کوئی ٹھکانہ ہی نہیں سوائے خسارے اور گھاٹے کے ہمارے تو کوئی نظر ہی نہیں آتا۔ جب آدم نے گڑ گڑا کے یہ دعا کی، اپنی غلطی کا احساس کر کے اللہ تعالیٰ کے سامنے احساس ندامت کے ساتھ ہاتھ جوڑ دیئے، سجدے میں گر گئے، رونے لگے، تو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا۔ اس معافی کی بنیاد پر آدم جو ہے دوبارہ جنت میں چلا گیا۔ اب آدم کی اولاد کا مسئلہ وہی ہے کہ آدم کی اولاد بھی جنت سے نکل کر آرہی ہے۔ آپ یہ نہیں سمجھئے کہ بس وہ آدم جنت سے نکلے تھے اور ہم کہیں اور سے آرہے ہیں۔ نہیں ہم بھی وہیں جنت سے آرہے ہیں۔ روٹین وہی ہے۔ جس طرح آدم و حوا جنت سے نکل کے یہاں آئے اسی طرح آدم کی ہر اولاد جنت میں نافرمانی کر کے یہاں آرہی ہے۔

اتنا مسلسل اور اتنی ترتیب ہے اتنا Accurate نظام ہے کہ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ تو جب سارے ہی نظام میں تبدیلی نہیں ہوئی تو یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا اور روحانی نقطہء نظر سے اس کو مشاہدہ بھی کرایا جاتا ہے جو روحانی استاد ہوتے ہیں اس کو بتاتے بھی ہیں کہ ہر آدمی جو اس دنیا میں پیدا ہو رہا ہے وہ اصل میں آدم کا ایک عکس ہے اور وہ آدم کی طرح جنت سے نافرمانی کر کے اور جس طرح آدم نے ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا و ترحمنا لنا کوننا من الخاسرین پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے اپنی خطاؤں کی معافی چاہی تھی آدم زاد اگر اسی طرح معافی مانگ لے تو اس کے اوپر جنت کے دروازے اسی طرح کھل جائیں گے جس طرح آج آدم جنت میں رہتے ہیں۔ تو یہ ایک نظام ہے اس کا کہ دو دماغ انسان کے اندر ہیں۔ اچھا حشر و نشر کے بعد، حشر و نشر میں یہ ہو گا کہ یہی جسم اللہ میاں نے کہا ہے کہ بھئی جب یوم حساب ہو گا تو تمہیں اسی جسم کے ساتھ اٹھالیا جائے گا تو جسم کے ساتھ اب یہ بھی لوگ کہتے ہیں کہ صاحب کیسے ہو سکتا ہے۔

کہ صاحب وہ سارا آدمی مر گیا، مٹی ہو گئی، ہڈیاں سرمہ بن گئیں پھر یہ جسم کیسے آئے گا۔ تو وہاں سوال یہ کیا جا سکتا ہے کہ بھئی جس طرح یہ جسم بن گیا بغیر کسی ایک اس سے قطرے سے، ایک قطرہ سے ہی بنا نہ بھئی۔ تو وہاں کیا ہو گا وہاں کیا روح کو اتنا اختیار نہیں کہ ایک جسم بنا سکے۔ جبکہ اس جسم کا ریکارڈ موجود ہے۔ گوشت پوست تو سڑ گیا لیکن اس کا ریکارڈ تو موجود ہے۔ بس یہی ہے کہ لباس جو ہے وہ روح جو ہے لباس میں اپنے آپ کو ظاہر کرتی ہے۔ اور روح کے بارے میں یہ بتایا جاتا ہے کہ روحانی نقطہء نظر سے اس میں کوئی اب دیکھئے نہ ہر چیز تو یہ نہیں ہو سکتا کہ صاحب کوئی بتا دے گا کہ ہاں لیکن جو لوگ مشاہدات کے لوگ ہیں یا جو بزرگ ہیں بتاتے ہیں، وہ یہ کہتے ہیں کہ روح کے اندر تقریباً تقریباً ساڑھے گیارہ ہزار جسم بنانے کی صلاحیت موجود ہے۔ اور وہ ساڑھے گیارہ ہزار روپ میں خود کو ظاہر کر سکتی ہے۔

اس حساب سے اس زمین کے اوپر اور کائنات کے اندر جو حساب کتاب، حساب کتاب تو اللہ کا لگ ہی نہیں سکتا۔ اللہ میاں نے خود فرمایا کہ بھئی تمہارے سارے سمندر روشنائی بن جائیں اور تمہارے جو یہ درخت ہیں یہ قلم بن جائیں تو یہ سارے قلم بھی ختم ہو جائیں گے اور سمندر بھی خشک ہو جائیں گے اللہ کی باتوں کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ اللہ کی باتیں پھر بھی باقی رہیں گی۔ تو اب یہاں تو آدمی ایسا ہے۔ لیکن انسان کو جو اللہ تعالیٰ نے شعور دیا ہے اس شعور سے وہ حساب کتاب ضرور لگاتا ہے۔ مثلاً آپ یہ کہتے ہیں صاحب کہ یہ دنیا اتنے لاکھ سال

www.ksars.org

کی ہے۔اتنے لاکھ سال کی ہے۔اب حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بھئی چودہ سو سال تک قیامت نہیں آئے گی۔جب حساب لگایا تو کہا نا کہ چودہ سو سال اور وہ بات دیکھئے آپ کے سامنے اب وہ بات سچی ہوگئی۔چودہ سو سال تو گزر گئے۔حضور پاک ﷺ نے نہیں فرمایا کہ چودہ سو سال کے بعد قیامت آجائے گی۔

یہ فرمایا چودہ سو سال تک قیامت نہیں آئے گی۔اب پندرہ سو سال بھی ہو سکتے ہیں، سولہ سو بھی ہو سکتے ہیں۔لیکن جو حضور نے فرمایا چودہ سو سال، حساب کتاب تو لگایا انہوں نے۔تو اس میں حساب کتاب میں وہ کہتے ہیں کہ اس وقت جو انسان کی جو نظر ہے محدود نظر جو وہ کائنات کو دیکھتی ہے یا کائنات کے جتنے حصے انسان کی شعوری نظر میں یعنی انسان کی جو روح ہے اس کی نظر میں آتے ہیں اس میں تقریباً ساڑھے گیارہ ہزار نوعیں ہیں۔ساڑھے گیارہ ہزار نوعیں ہیں۔نوع سے مراد مچھلی ایک نوع ہے۔اب اس میں مچھلی میں ذیلی نوعیں کتنی ہیں۔آپ نے سمندر میں دیکھا ہوگا۔تو وہ جتنی بھی مچھلیاں ہیں جس قسم کی بھی مچھلیاں ہیں وہ ایک نوع شمار ہوگی ایک مچھلی کے اوپر۔بھیڑ بکری، گائے، بھینس۔اب گائے بے شمار قسم کی ہوتی ہیں۔چڑیاں بے شمار قسم کی ہوتی ہیں۔تو ہر جو ہے ایک پرندے کی نوع ہوگئی، ایک جمادات، نباتات کی وغیرہ وغیرہ۔

تو تقریباً روح جو ہے روح اپنے آپ کو ساڑھے گیارہ ہزار نوعوں کے باوا آدم ہی کہہ لیجئے روپ دھارتی ہے۔بھئی ہر نوع کا پہلا فرد باوا آدم ہی کہیں گے کیا کہیں گے۔تو ہر نوع کے باوا آدم کا روپ دھارتی ہے اور اس کی تعداد تقریباً ساڑھے گیارہ ہزار ہوتی ہے۔اور روحانی لوگ ان ساڑھے گیارہ ہزار اسماء اللہ تعالیٰ کے بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساڑھے گیارہ ہزار اسماء ہیں۔اور ان اسماء کا جو روحانی لوگوں نے نام رکھا ہے وہ اسمائے اطلاقیہ کہلاتا ہے۔یعنی اسمائے الٰہیہ جو ہے اسمائے اطلاقیہ یعنی ایسے اسماء کہ جن کی بنیاد پر کائنات میں نوعیں تخلیق ہوتی ہیں۔اور وہ نوع جو ہے وہ روح جو ہے اسے تخلیق کرتی ہے۔اور ہر نوع کا فرد، پہلا فرد جو ہے وہ دراصل ایک لباس ہے۔جس طرح انسان کے جسم کا ایک لباس ہے۔کبوتر کے جسم کا، دیکھئے جس طرح انسان سڑتا ہے کبوتر بھی سڑتا ہے۔

جس طرح انسان کی غذائیں سڑ جاتی ہیں چرندوں کی بھی غذائیں سڑ جاتی ہیں۔اب ہر نوع الگ الگ ہے۔اب اس نوع میں پھر الگ الگ امتیاز ہو جاتا ہے۔مثلاً اب شیر ہے۔اب شیر کی خصلت ہی پھاڑ کھانا ہے۔اب بکری ہے۔بکری کی خصلت پھاڑ کھانا نہیں ہے۔کبوتر ہے اس کی خصلت الگ ہے۔چیل کی خصلت الگ ہے۔کوے کی خصلت الگ ہے۔گدھ کی بالکل ہی الگ ہے۔اب کبوتر پرندہ ہے۔دیکھئے چیل بھی ایک پرندہ ہے۔کبوتر بھی پرندہ ہے۔گدھ بھی پرندہ ہے۔لیکن کبوتر کبھی گوشت نہیں کھاتا۔اور گدھ جو ہے مردار کے علاوہ کچھ نہیں کھاتا۔اس کی خوراک ہی مردہ گوشت ہے۔بھینس مر جائے، گائے مر جائے، آدمی مر جائے۔اس کو کھا کے خوش ہوتا ہے مردہ۔تو ایک نوع میں ایک پرندوں کی نوع میں کتنی ذیلی نوعیں بن گئیں۔پھر ہر ذیلی نوع میں ان کا الگ الگ جو ہے ذہن کی سوچ الگ ہے۔ان کے جذبات واحساسات الگ ہیں۔ان کی جو ضروریات زندگی ہے، ہے تو وہی جو زمین میں وسائل پھیلے ہوئے ہیں لیکن ہر نوع کی ضروریات زندگی بھی الگ ہے۔

وہ ایک قصہ پڑھا میں نے تذکرہ غوثیہ میں۔ایک کتاب تذکرہ غوثیہ ہے۔غوث علی شاہ صاحب نے لکھی ہے۔اس میں، میں نے ایک قصہ پڑھا کہ ایک صاحب اللہ والے بزرگ تھے وہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ بھئی یہاں کوئی چیز ناپاک نہیں ہے۔ہر چیز پاک ہے۔وہاں

www.ksars.org

لوگ بڑا ان سے بحث مباحثہ کرتے۔ اور جب لوگ ان سے بحث کرتے تھے تو اسے وہ مطمئن کر دیتے آدمی کو اور وہ کہتا بات تو صحیح ہے۔ اور پھر جا کے کہہ دیتے ہر چیز کیسے پاک ہو سکتی۔ بھئی پیشاب کو آپ کیسے پاک کہہ دیں۔ شراب کو آپ کیسے پاک کہہ دیں۔ سڑی ہوئی چیز کو آپ کیسے پاک کہہ دیں گے۔ مردہ گوشت کو آپ کیسے پاک کہہ دیں گے۔ تو جب لوگ بہت عاجز اور پریشان ہو گئے تو انہوں نے کہا ان حضرت صاحب کے ساتھ فلاں مذاق کرو۔ تو ایک دعوت کا اہتمام ہوا بہت بڑے کوئی امیر کبیر آدمی تھے۔ بہت بڑا گھر تھا۔ اس میں تالاب تھا۔ دعوت ہو گئی اور دعوت کا کچھ اس طرح انہوں نے انتظام کیا کہ پہلے سے ہی پلیٹوں میں کھانا رکھ دیا۔

اور اس کے اوپر پلیٹیں ڈھانک دیں۔ تو ایک پلیٹ میں جوان کی نشست تھی حضرت صاحب کی اس میں انہوں نے پاخانہ رکھ دیا۔ کہ اگر پاک ہے تو کھاؤ اسے۔ ایک قسم کی شرارت ہے۔ وہ آکے بیٹھ گئے تو ان سے کہا بسم اللہ کریں۔ انہوں نے کہا آپ بسم اللہ کریں۔ نہیں نہیں حضرت صاحب آپ پہلے بسم اللہ کریں۔ کہنے لگے نہیں جی سب کے ساتھ بسم اللہ کریں گے۔ تو وہ کسی نے اپنی پلیٹ کھولی نہیں۔ انہوں نے جب ماحول کو دیکھ لیا اللہ والے آدمی تھے صاحب نظر وہاں سے اٹھے تو وہاں جو ایک تالاب تھا، سوئمنگ پول کہہ لیجئے وہ جو تالاب تھا اس میں کودے۔ لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی بھئی یہ کیا ہوا۔ تھوڑی دیر میں اس میں سے ایک سؤر نکلا۔ سؤر نکلا اور وہ بہت آرام سے آیا اور اس نے اپنے منہ سے پلیٹ اٹھائی اور سب کھا گیا۔ اور کھا کے وہ دوبارہ پھر تالاب میں کود گیا۔ اب تھوڑی دیر میں وہ بزرگ نکل آئے۔

اور آکے بیٹھ گئے۔ انہوں نے کہا حضرت صاحب یہ کیا ہوا۔ کہنے لگے بھئی جس کے لئے پاک تھا وہ کھا گیا۔ یہ میں نے کب کہا کہ پاخانہ انسان کے لئے پاک ہے۔ ہر چیز مثلاً ایک گدھ اگر مردہ خور ہے تو اگر اس کے ذہن میں یہ بات آجائے کہ یہ چیز ناپاک ہے تو وہ مردوں کا کیا بنے گا؟ سڑاند پھیل جائے گی۔ ہیضہ پھیل جائے گا۔ اگر مرے ہوئے جانوروں کو چیل کوے گدھ نہ کھائیں تو وہ گوشت انسانوں کے لئے عذاب بن جائے۔ اس کی بدبو سے، تعفن سے نئی نئی بیماریاں پھیل جائیں گی۔ تو یہی بات ہے کہ ہر چیز جو ہے یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور اللہ نے ایک نظام بنایا ہے اور یہ روح کی اپنی اللہ نے ذمہ داری روح کے اوپر ڈال دی ہے کہ روح جو ہے وہ اس کے اندر اللہ تعالیٰ نے صلاحیت تو پتہ نہیں کتنی دی ہوگی۔ انسانی دماغ چھوٹا سا دماغ ہے اس میں انہوں نے یہ بتایا ہے کہ روح جو ہے ساڑھے گیارہ ہزار نوعوں کے روپ میں بہروپ بدلتی ہے۔

اب پھر اس میں ایک نوع میں انسان میں پانچ ارب آبادی تو ظاہر ہے۔ اور وہ یہ کہتے ہیں کہ ابھی زمین کا ایک ہی حصہ معلوم ہوا تین حصے کا تو پتہ ہی نہیں چلا۔ اور وہ تین حصوں میں بھی آبادیاں ہیں۔ اس لباس کی حیثیت یہ ہے کہ جسم کی ہے، جسم ہے روح کا۔ روح اپنے آپ کو لباس میں ظاہر کرتی ہے۔ اور ہم اسے جسم کہتے ہیں۔ اور جب روح اس جسم سے اپنا رشتہ منقطع کر لیتی ہے تو اس کی حیثیت ایک پھٹے ہوئے خول کے علاوہ کچھ بھی نہیں رہتا۔ اختتام

www.ksars.org

"انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کیا ہیں؟"

الحمدللہ رب العالمین الرحمن الرحیم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین۔ آج حضور پاک ﷺ کی آمد کا جشن ۔ تاریخ پہ جب نظر پڑتی ہے تو کچھ اس طرح کہانی بنتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نوع انسانی کو مشرف کرنے کے لئے نوع انسانی کو دوسری تمام مخلوقات پر افضل بنانے کے لئے اپنے برگزیدہ بندے بھیجتے رہتے ہیں وہ برگزیدہ بندے انسان کو اچھائی اور برائی کا تصور دیتے ہیں۔ اچھائی اور برائی کا تصور کے ساتھ ساتھ وہ اس بات کی بھی تلقین کرتے ہیں کہ انسان کا اللہ تعالیٰ سے خصوصی تعلق ہے بحیثیت مخلوق کے اور یہ خصوصی تعلق اس وقت قائم ہوسکتا ہے جب انسان پہلے دوسری تمام مخلوق سے خود کو الگ اور ممتاز سمجھے بلکہ ممتاز قرار دے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اللہ تعالیٰ کی قربت اور اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز کرنے کا جو وصف عطا ہوا ہے وہ انسان کے علاوہ کسی کو نہیں ہوا ہے۔ چونکہ انسان کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا وصف کسی کو منتقل نہیں ہوا اس لئے انسان کے اور دوسرے مخلوقات کے درمیان ایک حد فاصل قائم کی گئی۔

وہ یہ کہ انسان کو اچھائی اور برائی کا تصور منتقل کیا گیا ہے۔ اور انسان کے علاوہ جتنی بھی دوسری نوعیں ہیں ان کو اچھائی اور برائی کے تصور سے آگاہ نہیں کیا گیا۔ آپ دیکھیں زمین کے اوپر جتنی بھی نوعیں ہیں چونکہ ان کے اندر اچھائی اور برائی کا تصور نہیں ہے اس لئے وہ انسانوں کے مقابلے میں بالکل الگ نوعیت کی زندگی گزارتے ہیں۔ زندگی گزارنے کے تمام تقاضے اور حواس اور عقل ان کے اندر موجود ہے ۔ لیکن چونکہ اچھائی اور برائی کا تصور ان کے اندر نہیںہے اس لئے وہ لباس سے مبرا ہیں۔انہیں لباس کی ضرورت پیش نہیں آتی۔اسی صورت سے انہیں بھوک لگتی ہے۔ وہ کھاتے پیتے بھی ہیں لیکن چونکہ ان کے اندر اچھائی اور برائی کا تصور نہیں ہے اس لئے ان کے اندر کوئی معاشرتی قانون جو ہے وہ لاگو نہیں ہوتا۔ انسان کی جو فضیلت ہے وہ یہ ہے کہ وہ دوسری تمام مخلوقات سے ایک ماوراء عقل رکھتا ہے۔

ایک ماوراء فہم رکھتا ہے۔ اس کے اندر ایک ماورائی فہم ہے۔ اور وہ ماورائی فہم یہ ہے کہ اس میں اپنی زندگی گزارنے کے لئے ، اپنی معاشرت کو قائم کرنے کے لئے اپنے تمدن کو روشن رکھنے کے لئے کچھ اصول اور ضابطے ہیں جو اصول اور ضابطے آپ کو حیوانوں میں نہیں ملتے۔ مطلب یہ ہوا کہ انسان کی فضیلت اس بات سے ثابت ہوئی کہ انسان جب زندگی گزارتا ہے تو وہ زندگی گزارنے کے لئے اپنے لئے قاعدے مقرر کرتا ہے ، ضابطے بناتا

www.ksars.org

ہے، اور یہ قاعدے اور ضابطے زندگی کے جو انسان اپنی زندگی گزارنے کے لئے ان کو قائم رکھے ہوئے ہے دراصل یہی اچھائی اور برائی ہے اور اس لئے اچھائی اور برائی کو اختیار کرنے میں ، یعنی برائی کو رد کرنے میں اور اچھائی کو اختیار کرنے میں انسان جو ذہن استعمال کرتا ہے اس کا نام عقل ہے۔ اب بات یوں بنی کہ انسان کی فضیلت اس بات میں ہے کہ جتنی بھی مخلوقات ہیں ان مخلوقات کے مقابلے میں انسان کے پاس الگ سے ایک اضافی عقل موجود ہے۔

اور وہ اضافی عقل جس بنیاد پر قائم ہے وہ بنیاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے۔ ان پیغمبروں نے حیوانات کو اور انسانوں کو اپنی تعلیمات سے الگ الگ کیا اور ان تعلیمات کا بنیادی مقصد یہی تھا کہ انسان اس طرح زندگی گزارے کہ خود بھی خوش رہے ، اس کے بھائی بند بھی خوش رہیں۔کسی کی حق تلفی نہ کرے۔ اور اپنا حق کسی کے اوپر چھوڑے نہیں۔ آپس میں بھائی چارہ ہو برادری سسٹم ہو۔ آپس کے اندر محبت ہو، اخوت ہو، اور پوری نوع انسانی ایک برادری کی حیثیت سے زمین پر اپنی زندگی گزارے۔ پیغمبر آتے رہے اور نوع انسانی کو اچھائی اور برائی کے تصور کے ساتھ ساتھ اس بات کی طرف آمادہ کرتے رہے کہ برائی ایک ایسا عمل ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے بھی ناپسندیدہ ہے اور برائی ایک ایسا عمل ہے جو انسانی برادری میں بھی نفرت، حقارت، تعصب اور غصے کے جذبات پیدا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اچھائی ایک ایسا عمل ہے کہ ان اچھے اعمال سے اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوتا ہے۔

انسانی برادری بھی خوش ہوتی ہے۔ اور انسانی برادری سسٹم بھی قائم رہتا ہے۔ اب آپ غور فرمائیں کہ جتنی زیادہ تخریب ہوگی ، تخریب کا مطلب ہے برائی اسی مناسبت سے خاندان، کنبے ، محلے ، شہر ، قومیں پریشانی میں اورادبار ،میں مبتلا رہے گی۔ اور جتنی زیادہ تعمیر ہوگی اسی حساب سے ایک چھوٹا سا گھر ، ایک چھوٹی سی برادری ، قومیں ملک اور پوری نوع انسانی خوش رہے گی۔ انبیاء نے یہ جو اچھائی اور برائی کا تصور دیا ہے اس کا منشاء یہ ہے کہ نوع انسانی تخریب کو رد کردے۔ تخریب سے اپنا رشتہ توڑ لے۔ اور تعمیر سے اپنا رشتہ جوڑ لے۔ یہ ایک نظام ،ہے۔ جو لاکھوں سال سے چل رہا ہے۔ اور بتایا جاتا ہے کہ کم و بیش اسی تعمیر اور تخریب کو سمجھانے کے لئے تخریب سے روکنے کے لئے۔اور تعمیری راستے پر چلنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے۔ پیغمبر آتے رہے۔ ان کی تعلیمات پر عمل ہوتا رہا۔

لیکن جوں جوں وقت گزرتا رہا انبیاء کی تعلیمات سے لوگ دور ہوتے چلے گئے۔ اور بیچ میں ایک ایسا گروہ آتا رہا جس گروہ نے اپنے ذاتی مفاد کے لئے ، اپنے ذاتی منفعت کے لئے انبیاء کی تعلیمات کو اپنی مصلحتوں کے مطابق لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مخصوص گروہ نے جب اپنی مصلحتیں شامل کرکے انبیاء کی تعمیری پہلو میں تخریب شامل کردی تو جیسے جیسے تخریب بڑھتی گئی اسی مناسبت سے نوع انسانی میں تفرقہ بڑھتے چلے گئے۔ انسان برادری جو ہے انسان اتنے تفرقوں میں بٹ گئی، گروہوں میں بٹ گئی۔ ہوتے ہوتے ایک ایسا

www.ksars.org

،وقت آیا کہ تمام زمین پر ایسے گروہوں کی حکمرانی ہوگئی جن گروہوں میں سوائے نفرت کے، سوائے حقارت کے اور سوائے ظلم کے کچھ نہیں ملتا۔ انسان انسانیت سے نکل کر درندگی کے اس مقام پر کھڑا ہوگیا جہاں اس نے اپنی بیٹیوں کو ذبح کرکے زندہ دفن کرنے لگا۔ انسان بے حیائی کے اس مقام پر کھڑا ہوگیا کہ جس بے حیائی کا اگر تصور بھی کیا جائے تو انسانیت کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔

زمین کے اوپر جب یہ فساد برپا ہوا اور زمین نے جب اللہ تعالیٰ سے احتجاج کیا ۔ اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی اور انکساری کے ساتھ درخواست کی کہ یا اللہ ! یہ انسان جس کو آپ نے میرے اندر بسایا ہے میرے اوپر رکھا ہوا ہے اس نے وہ اعمال شروع کردیئے وہ تخریب شروع کردیئے ہیں جس سے مجھے بھی شرم آتی ہے مجھے بھی ندامت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کی یہ فریاد سنی اور زمین کی یہ فریاد سن کر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کو اس دنیا میں بھیجا ، مبعوث کیا۔ رسول اللہ ﷺ کی جو تعلیمات ہیں تمام انبیاء کی اس میں ایک ہی بات ملتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ تخریب انسانی عمل نہیں ہوسکتی۔ تخریب شیطانی عمل ہے۔ تخریب غیر فطری اور غیر انسانی عمل ہے۔ تخریب کو چھوڑ دو تعمیری پہلو کی طرف آجاؤ۔ اور تعمیری پہلو یہ ہے کہ تمہارے اندر نفرت نہ ہو ، تمہارے اندر بھائی چارہ ہو، آپس میں محبت ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن کی یہ پہچان ہے کہ جو وہ اپنے لئے چاہتا ہے وہی اپنے بھائی کے لئے چاہتا ہے۔ اور آخر میں تو یہ تک فرمادیا بھئی کسی کالے کو گورے پر فضیلت نہیں ہے اور کسی گورے کو کالے پر فضیلت نہیں ہے۔ اصل چیز ہے اعمال۔ وہ اعمال جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔ یہ ساری کائنات یہ ساری زمین اور اس زمین کے اوپر ساری مخلوق اگر غور کیا جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے۔ اللہ اس کا سرپرست اعلیٰ ہے۔ اللہ اس کنبے کا باپ ہے۔ ہر باپ کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کی اولاد پیار و محبت سے رہے۔ خلوص سے رہے۔ ایک دوسرے کی حق تلفی نہ کرے۔ ایک دوسرے کے کام آئے۔ تو رسول اللہ ﷺ کی یہ آج کی جو محفل سجائی ہے اور آپ لوگ تشریف لائے ہیں بہت باتیں ہوتی ہیں، بڑی نعتیں بھی پڑھی جاتی ہیں ، درود و سلام بھی پڑھا جاتا ہے۔ اور بلاشبہ پڑھنا چاہیئے۔ لیکن بنیادی بات یہ ہے کہ ہمیں یہ سوچنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ زمین پر تشریف کیوں لائے۔

وہ کون سا مشن ہے جو مشن اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے سپرد کیا۔ وہ یہی ہے مشن ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کل مومن اخوۃ کہ جتنے بھی میرے امتی ہیں وہ سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔لیکن اب یہاں آپ غور فرمائیں اب صورتحال یہ ہے کہ یہاں بھائی ہونا تو الگ بات ہے یہاں تو ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں لوگ۔ کوئی دیوبندی ہے، کوئی بریلوی ہے، کوئی لاہوری ہے تو کوئی قصوری ہے۔ کوئی کچھ ہے، کوئی کچھ ہے۔ مسلمانوں کے اوپر جو یہ ادبار ہے ، مسلمانوں کے اندر جو یہ بے سکونی ہے ، مسلمان جو ہے ساری دنیا میں ذلیل و خوار ہے

www.ksars.org

اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مسلمان نے تعمیری پہلو چھوڑ کر تخریبی رخ اختیار کرلیا ہے۔ اب تخریبی رخ یہ ہے کہ آپس میں تفرقہ پیدا ہوگیا۔ تخریبی رخ یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو ہم برا بھلا کہتے ہیں۔ تخریبی رخ یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہیں ۔

تو رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں اگر غور کیا جائے ، تفکر کیا جائے اور بلاشبہ ہمارے اوپر یہ فرض ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پر غور و فکر کریں وہ یہ ہے کہ ہم اس تفرقہ بازی سے نکلیں اور مسلمانوں کو ہی نہیں تمام نوع انسانی کو آپس میں بھائی بھائی سمجھیں۔ اپنی برادری سمجھیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر مسلمانوں کی فوجیں فاتح ہوکر کسی ملک میں داخل ہوں مندر نہ توڑے جائیں، گرجا نہ گرائے جائیں ، ان کے مذہبی پیشوا کو قتل نہ کیا جائے۔ تو حضور پاک ﷺ کی تو یہ تعلیمات ہیں کہ مندر نہ توڑے جائیں۔ گرجا نہ گرائے جائیں۔ ان کے پیشوا کو قتل نہ کیا جائے۔ اور ہمارا مسلمانوں کا عالم یہ ہے کہ ہم بے شمار مسلکوں میں ، بے شمار طبقوں میں ، بے شمار تفرقوں میں بٹ گئے ہیں۔ اور انتہا یہ ہے اب تو کہ ایک مسلک کا آدمی دوسرے مسلک کے امام کے پیچھے نماز بھی نہیں پڑھتا۔

کہتا نماز ہی نہیں ہوتی۔ وہ کلمہ بھی پڑھ رہا ہے، نماز بھی پڑھ رہا ہے، روزہ بھی رکھ رہا ہے، زکوۃ بھی دے رہا ہے، حج بھی کررہا ہے۔ اذان بھی دے رہا ہے، اذان سن بھی رہا ہے۔ لیکن ایک فرقہ دوسرے فرقے کے پیچھے نماز ہی نہیں پڑھتا۔ تو یہ جو ہے طریقہ یہ طریقہ خالص تخریبی ہے، خالص شیطانی طریقہ ہے۔ ابھی میں پچھلے دنوں یورپ کے دورے پر گیا تھا۔ بہت بڑا ایک اجتماع تھا جس میں مشائخ بھی تھے، علماء کرام بھی تھے۔ تو میں نے ان سے ایک سوال کیا کہ بھئی دیوبند جو ہے یہ بھی ایک ہندوستان کا شہر ہے۔ بریلی جو ہے یہ بھی ہندوستان کا ایک شہر ہے۔ اب یہ جو مسلمان دیوبندیوں اور بریلیوں کے نام سے پہچانے جارہے ہیں ہندوستان کا شہر ہے۔ تو ہی Identity اگر مسلمانوں کی یہی مجبور ی ہے کہ وہ کسی شہر کے نام کے بغیر پہچانے نہیں جاسکتے اور ان کی یہ ہے کہ وہ دیوبندی ہوں، بریلوی ہوں ، بٹالوی ہوں ، کچھ ہوں تو بھائیوں سے تو یہ زیادہ اچھا ہے کہ تم مکی اور مدنی خود کو کہلواؤ۔

اس دیوبندی اور بریلوی کے چکر سے تو نکلو۔ اس کا اثر یہ ہوا آپ کو حیرت ہوگی اس کا اثر یہ ہوا جتنے وہاں علماء کرام بیٹھے ہوئے تھے سب اٹھ کے پچھلے دروازے سے واپس چلے گئے۔ جلسہ چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں الحمد للہ رب العالمین سب تعریفیں ہیں اس رب کے لئے جو تمام عالمین کا رب ہے۔رب سے مراد یہ کہ تمام عالمین کے لئے وسائل مہیا کردیا۔ اب دیکھیں انسان پیدا ہوتا ہے ۔ پیدا بعد میں ہوتا ہے زمین پہلے سے موجود ہوتی ہے۔ آکسیجن پہلے سے موجود ہوتا ہے۔ روشنی پہلے سے موجود ہوتی ہے۔ پانی پہلے سے موجود ہوتا ہے۔ الحمد للہ رب العالمین ...اللہ تعالیٰ ایسا رب ہے اتنا بڑا رب ہے کہ وہ اپنی مخلوق کی ضرورت کی کفالت کرتا ہے اور اس

www.ksars.org

طرح کفالت کرتا ہے کہ پیدائش سے پہلے تمام وسائل مہیا کردیتا ہے۔ بچہ پیدا بعد میں ہوتا ہے ماں کے سینے کو اللہ تعالی دودھ سے پہلے بھر دیتا ہے۔

الرحمن الرحیم ...اور یہ جو ربوبیت ہے اور یہ جو اللہ تعالی نے اپنے ذمہ کفالت لی ہے اس کفالت میں کوئی غصہ نہیں ہے، کوئی جبر نہیں ہے، کوئی پریشانی نہیں ہے۔ الرحمن الرحیم ...یہ کفالت جو ہے اس کا تعلق رحمت کے اوپر ہے۔ محبت کے اوپر ہے۔ شفقت کے اوپر ہے۔ اللہ تعالی کی ربوبیت کی بنیاد یا بیس جو ہے رحمت ہے۔اللہ تعالی جیسے کہ میں نے آپ سے عرض کیا سرپرست اعلیٰ ہے ساری کائنات کا۔ چونکہ سرپرست اعلیٰ ہے اس لئے اس نے اپنے ذمہ یہ لازم کرلیا ہے کہ تمام مخلوق کو زندہ رہنے کے وسائل فراہم کئے جائیں گے۔ اور یہ وسائل جو فراہم کئے جائیں گے ان وسائل کی فراہمی میں رحمت اور شفقت بنیاد بنے گی۔ کوئی انسان کتنا بھی گناہ کرے ۔ کوئی انسان اللہ تعالی سے کتنا بھی انکار کرے۔ دہریہ ہوجائے، کافر ہوجائے ۔ اللہ تعالی کبھی کسی کے آکسیجن بند نہیں کرتے۔ اللہ تعالی کبھی کسی کی ہوا بند نہیں کرتے۔

اللہ تعالی نے کبھی کسی کا پانی بند نہیں کیا۔ اب ہوسکتا ہے اتنی بڑی زمین اللہ کی پھیلائی ہوئی زمین کیا کوئی بندہ یہ کہہ سکتا ہے کہ اس زمین کے اللہ تعالی کو کسی نے کوئی معاوضہ دیا ہے۔ اللہ تعالی کی زمین پہ قبضہ کرکے آپس میں لڑتے ہیں، قتل ہوتے ہیں۔ اللہ کی پھیلائی ہوئی زمین پر فساد کرتے ہیں۔ یہ اللہ تعالی نے کبھی کسی سے معاوضہ طلب نہیں کیا۔ کیا کوئی انسان جتنی ہوا کو اپنے پھیپھڑوں کے اندر لیتا ہے، استعمال کرتا ہے ، اس کا معاوضہ ادا کرتا ہے؟ پانی ، زمین کے اندر اللہ تعالی نے نہریں چلادی ہیں، دریا چلادئے ہیں، پہاڑوں پہ برف جمادئے ہیں ، تاکہ وہاں سے پانی کا ایسا سسٹم رائج ہوجائے کہ انسان کی کھیتیاں لہلہائیں۔انسان کے لئے زمین اپنی انرجی سے اپنی طاقت سے پھل فروٹ، کھیتی باڑی میں انسانی ضروریات کی کفالت کے لئے ہر چیز پیدا کرے۔ آپ غور فرمائیں الرحمن الرحیم ...کہ اللہ تعالی رب ہیں، کفیل ہیں،اپنی ساری مخلوق کے۔

اور اس کفالت کی بنیاد رحمت ہے۔ الرحمن الرحیم ...رحمت اور شفقت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اب اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ ہم نے نوع انسانی کی اصلاح کے لئے اور نوع انسانی کو تخریب سے نکالنے کے لئے کس لئے کہ تخریب انسان کے لئے ادبار ہے۔ مصیبت ہے۔ پریشانی ہے۔ عذاب ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ کوئی انسان زمین پر رہتے ہوئے پریشان ہو۔ ہم چاہتے ہیں کہ انسان تخریبی پہلو سے نجات حاصل کرکے تعمیری پہلو کو اختیار کرے۔ اور اس تعمیری پہلو کو ظاہر کرنے کے لئے اس تعمیری پہلو کو نمونے کے طور پر دکھانے کے لئے ، نمونہ بننے کے لئے ہم نے اپنا ایک پیغمبر ، ایک بندہ بھیجا۔وما ارسلنک الا رحمۃ اللعالمین ...اے محبوب محمد ﷺ ! ہم نے تجھے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ تاکہ ہماری کفالت میں جو مخلوق آگئی اور جس مخلوق کے لئے ہم نے آسمان سے زمین سے وسائل فراہم کردئے۔اے محمد ﷺ ! تو اپنی رحمت سے انہیں تمام مخلوق تقسیم کردے۔

www.ksars.org

وما ارسلنک الا رحمۃ العالمین ...ہم نے تجھے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ تو اللہ تعالی بحیثیت رب کے ہمارا کفیل ہے۔ ہمارے لئے زندگی گزارنے کے وسائل پیدا کرتا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے ان وسائل کو رحمت کے ساتھ تقسیم کردیتے ہیں۔ تو آج کے دن رسول اللہ ﷺ کی ولادت کا دن ہے۔ یہ حضور کا کرم ہے ۔ لیکن آج کے دن ہمیں یہ سوچنا ہے کہ جب ہم حضور پاک ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو سیرت طیبہ میں کہیں بھی ایک عمل بھی حضور ﷺ کا ایسا نہیں ملتا جس کو ہم تخریب کہہ سکیں۔ دیکھئے مکہ فتح ہوا۔ کن ،حالات میں فتح ہوا۔ کہ رسول اللہ ﷺ کو قریش مکہ نے تکلیف دی۔ بائیکاٹ کردیا۔ بچے بلکتے رہے، روتے رہے لیکن بازار سے سامان خرید کر نہیں لاسکے۔ حضور ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے۔ سجدے کی حالت میں اونٹ کی اوجڑی گردن پر رکھ دی۔ گھروں سے کوڑا کرکٹ پھینکا گیا۔ مجنوں کہا گیا۔

پتھر مارے گئے۔ لہو لہان کردیا گیا۔ انتہا یہ کہ ایسے حالات پیدا کردئے گئے کہ حضور ﷺ کو مکہ چھوڑنا پڑا۔ اور مکہ چھوڑ کر مدینہ منورہ میں ہجرت کی۔ راستے میں بھی کوشش کی گئ جاسوس چھوڑے گئے۔ بڑے بڑے انعامات رکھے گئے کہ رسول اللہ ﷺ کو زندہ پکڑ کے لایا جائے یا مردہ لایا جائے اتنا انعام دیا جائے گا۔ اتنی تکلیفیں حضور کو قریش مکہ نے دیں۔ لیکن جب حضور بحیثیت فاتح کے مکہ میں داخل ہوئے تو حضور پاک ﷺ نے یہ اعلان کرایا کہ جو شخص چھجے کے نیچے چلاجائے گا وہ معاف۔ جو شخص گھر میں گھس جائے گا وہ معاف۔ یعنی معافی کے اتنے خانے حضور ﷺ نے کھول دئے آپ غور کریں پوری تاریخ میں ، تاریخ میں نوع انسانی کی پوری تاریخ میں ایسی کوئی مثال آپ کو نہیں مل سکتی کہ کوئی فاتح کسی ملک میں داخل ہو اور خون خرابہ نہ ہو۔ پوری تاریخ میں ایک مثال بھی نہیں ہے۔ اور جب رسول اللہ ﷺ بحیثیت فاتح کے مکہ میں داخل ہوئے جبکہ اتنی تکلیفیں برداشت کرکے مکہ سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوگئے تاریخ بتاتی ہے کسی ایک آدمی کو اتنی بھی چوٹ نہیں آئی کہ جتنا سوئی چبھنے سے خون کا قطرہ گرتا ہے۔

یہ حضور پاک ﷺ کی سیرت طیبہ کا وہ پہلو ہے کہ جس میں سوائے معافی کے ، سوائے شفقت کے ، سوائے محبت کے کچھ بھی نہیں ہے۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وما ارسلنک الا رحمۃ العالمین ..."اے محمد ﷺ ! ہم نے تجھے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ تو جب ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ کی امت ہیں۔ ہمارے اوپر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کے وہ تمام پہلو اپنے اندر اجاگرکریں ان کی طرح عمل کرنے کی کوشش کریں جو پہلو حضور ﷺ کی شفقت سے متعلق ہیں، محبت سے متعلق ہیں اور تعمیر سے متعلق ہیں اور تعمیر یہ ہے کہ جو آپ اپنے لئے چاہیں وہ اپنے بھائی کے لئے چاہیں۔ اپنا حق چھوڑیں نہیں اور دوسروں کا حق ماریں نہیں۔ تعمیر کو ہمیشہ اپنائیں اور تخریب سے ہمیشہ پہلوتہی کریں۔ یہ مختصر سا میں نے آپ کو نسخہ بتایا، کیمیائے نسخہ ۔ بڑے میلاد النبی میں بڑے بڑے جلسے بھی ہوتے ہیں ، روشنیاں بھی ہوتی ہیں اور ہونی

www.ksars.org

بھی چاہئیں لیکن وہ ایک میلے ٹھیلے کی شکل اختیار کرنے کے بعد لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں یہ نہیں ہونا چاہیئے۔

حضور کا جو پیغام ہے اس پہ عمل کرنا چاہیئے۔ اور حضور پاک ﷺ کا پیغام یہ ہے کہ تخریب سے پہلو تہی کی جائے۔ اور تعمیر کو اپنایا جائے۔ سب کو اپنا بھائی سمجھا جائے۔ اور جس طرح بھی ہو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا "اللہ کی رسی کو متحد ہوکر مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ سب مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ مومن اخوۃ ...سب کو اپنا بھائی سمجھو۔ سب کا دکھ درد اپنا دکھ درد سمجھو۔ اگر اس طرح ہم نے عمل کیا تو انشاء اللہ یہ چند آدمیوں سے یہ بہت بڑی جماعت بن جائے گی۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آج کی اس سعید مجلس کی برکت سے ہمیں اس بات کی ہمت اور توفیق عطا کرے کہ ہم تخریب سے دور ہوں اور تعمیر کو اپنائیں۔ اپنے بھائیوں سے محبت کریں اور یہ تفرقے کا جو اسپرٹ ہے اضداد ہے اس سے خود کو آزاد کریں۔ اور اس بات کی کوشش کریں کہ یہ تفرقہ جو ہے انسان کے اندر سے نکل جائے۔

اس لئے کہ جب ہم فرقے میں کسی بھی فرقے میں جاتے ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی اس آیت کی خلاف ورزی ہے کہ ...واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا ...اور جب آپ کسی بھی فرقے میں چلے جائیں گے تو اس کا مطلب ہے آپ صریحاً اللہ تعالیٰ کی حکم کی خلاف ورزی کررہے ہیں۔ اور جو بندہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کرے گا ظاہر ہے اسے نہ اس دنیا میں سکون مل سکتا ہے اور نہ اس دنیا میں سکون مل سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محبت سے خلوص سے،رہنے کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے۔ اور تعمیر میں ہماری دلچسپی پیدا کرے۔ اور تخریب سے ہمیں ، محفوظ رکھے۔ وماعلینا الا البلاغ ۔ اختتام

www.ksars.org

زندگی خیالات کا نام ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک صاحب کا سوال آیا ہے کائنات کو قبول کرنے اور خیالات کو رد کرنے کا نام زندگی ہے؟اس کو روحانی نقطہ نظر سے بیان فرمایا جائے؟

اللہ نے ایک مرتبہ ایسے حالات پیدا کئے کہ کاروباری مصروفیات اور زندگی کے سلسلے کو قائم رکھنے کے لیے 69 میں، میں نے ایک دوکان کھولی تھی وہاں سارے دن کبھی کبھار ایک آدمی آجا کرتا تھا خیال آیا کہ وقت کو ضائع نہیں کرنا چاہئے تو پہلے شروع ہیں ایک کتاب پڑھنی شروع، اب کتابیں جمع ہونا شروع ہو گئی، آہستہ آہستہ وہ دوکان تو ختم ہو گئی اس نے لائبریری کی شکل اختیار کر لی لائبریری کی شکل سامنے آئی تو چند پڑھے لکھے حضرات بھی وہاں تشریف لے آئے اور ماحول علمی ماحول بن گیا پھر شوق ہوا کہ جو کچھ پڑھا ہے اس کی اگر اس طرح تشریح ہو جائے کہ دوسرے لوگوں کو بھی فائدہ پہنچے تو یہ بھلائی ہو گئی، بہتری ہو گئی، اتنے لوگ مستیفض ہونگے علم حاصل کریں گے مضمون لکھنے کا سلسلہ شروع ہوا اور اللہ کو جس بندے سے جو کام لینا ہوتا ہے اسی قسم کے وسائل اور حالات پیدا ہو جاتے ہیں لوگوں کا یہ خیال ناقص ہیں لوگ اپنے حالات خود پیدا کرتے ہیں اپنی زندگی خود بناتے ہیں یا کسی اعلیٰ مقام پر پہنچنے میں صرف ان کی ذات کا تعلق ہوتا ہے۔

اعلیٰ مقام پر پہنچنے میں صرف ان کی ذاتی کاوشیاں ہوتی ہیں لیکن اگر حالات ساتھ نہ دیں وسائل سامنے نہ آئیں تو بڑی سے بڑی کوشش بھی ناکامی میں تبدیل ہو جاتی ہیں جو میرے ذہن میں بات آئی اور جس نے مجھے بہت زیادہ سوچ و وچار پر مجبور کیا وہ یہ ہے کہ یہ خیال کہاں سے آتا ہے اور دوسری بات جو سامنے آئی وہ یہ ہے کہ زندگی تو ہے ہی سارا کا سارا خیال، مثلاً اگر آپ بھوک کی طرف ذہن متوجہ کریں تو یہ خیال ہے، کھانے کے خیال کو آپ بھوک کہہ رہے ہیں، پینے کے خیال کو آپ پیاس کہہ رہے ہیں، اسی طرح گرمی سردی کا احساس، اصلاحیت اور جمعیت کا احساس یہ بھی خیال بولیں گے خیالات کا ایک جو سلسلہ زندگی کو قائم رکھے ہوئے ہے۔اس سے دنیا کا کوئی ایک آدمی بھی بچا ہوا نہیں ہے خیالات آئیں گے تو آپ زندہ ہیں، خیالات آئیں گے تو آپ کھانا کھائیں گے۔خیالات آئیں گے تو آپ سوئیں خیالات کا سلسلہ ٹوٹے گا سونے کے خیالات کا سلسلہ ٹوٹے گا آپ بیدار ہونگے۔

تو آپ یہ دیکھئے کہ ساری جو زندگی ہے خیالات کے تانے بانے پر بنی ہوئی ہے یہ ساری دنیا کیا ہے مختصر یہ ہے کہ خیال پر ہے اب میرے ذہن میں یہ بار بار خیال آتا رہا ہے خیال کہاں سے آتے ہیں، کیوں آتے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ خیالات جہاں سے بھی آتے ہیں دماغ میں کون سی مشین فٹ ہے جو مشین اسے قبول کرتی ہے۔تو اس کھوج میں بہت کتابیں پڑھیں، نفسیات سے متعلق ملی، طبعیات سے متعلق ملی، پرانی تفسیر پڑھی، زندگی نام ہے خیالات کا، خیالات کو قبول کرنے یا رد کرنے کا نام زندگی ہے۔اب مثلاً کوئی آدمی مرتا ہے اب قانون یہ ہے کہ جب تک کوئی آدمی موت کو اکسیپٹ نہیں کر لیتا وہ اس دنیا سے کبھی نہیں مرے گا۔یہ قانون ہے اب آپ یہ دیکھئے مرنا تو کوئی نہیں چاہتا، کہا یہ جاتا ہے مرنا کوئی نہیں چاہتا لیکن جو امر واقعہ یہ اگر کوئی آدمی موت کو قبول نہ کرے یا زندگی سے مایوس نہ ہو

www.ksars.org

جائے وہ مر نہیں سکتا آپ نے دیکھا ہو گا جب کوئی بیماری ہوتی ہے تو ہمارے بزرگ کہنے شروع کر دیتے ہیں اب گزرنے کا سفر ہے اب گزرنے کی تیاری ہے کوئی کہتا ہے۔جی قبر میں پیر لٹکے ہوئے ہیں کوئی کہتا ہے دو دن کی زندگی ہے دو پل کی خبر ہے دعا کرو خیر کی بہت اچھی گزریں۔

یہ اچھی گزر گئی یا بری گزر گئی خیر کی اچھی ہو۔اب وہ مرنے کے لئے تیاری شروع ہو گئی جو لوگ عمر کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتے ان کی عمر کم ہوتی ہے وہ مر جاتے ہیں وہاں بھی غور کریں وہاں بھی آپ کو ایک بات نظر آئے گی وہ آدمی زیادہ تر کم عمر میں انتقال کر جاتے ہیں جن کے اوپر مایوسی ہو جاتی ہے۔کوئی بھی وجہ ہو گھر کے حالات ہو، کاروبار میں نقصان ہو، اس کو یہ احساس ہو جائے کہ گھر والے جو ہیں مجھے کوئی اہمیت نہیں دیتے چاہے وہ غلط ہی ہو بر حال انیسویں سال سے پہلے جو مر جاتے ہیں ان کے پیچھے جو مایوسی ہوتی ہے۔مایوسی ہوتی ہے اب مایوس ہونا بھی ایک خیال ہے جب پر امید ہونا ایک خیال ہے مایوس ہونا بھی ایک خیال ہے۔بچپن وہ بھی ایک خیال ہے جوانی بھی ایک خیال ہے اب دیکھئے ایک بچہ جوان ہوتا ہے آپ اسے منا کہتے ہو وہ کہے گا بھئی مجھے منا مت کہو۔

میں بڑا ہو گیا اب اس کا مطلب ہے کہ جو وہ منے کے خیالات ہے اس پر ترقی کر کے آگے بڑھنا چاہتا ہوں تو بہر حال یہ بات سمجھ میں آئی یہ دنیا جو ہے یہ خیالات کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔میرا یہ مسئلہ حل ہو گیا بھئی خیالات اللہ کی طرف سے آتے ہیں۔اللہ کی طرف سے آتے ہیں اللہ نے کوئی نظام بنایا، کوئی قانون بنایا، کوئی سسٹم ہو گا، ایک خیالات مسلسل آرہے ہیں کوئی آدمی مرنا نہیں چاہتا لیکن اس کے ذہن میں یہ بار بار خیال آتا ہے کہ مر جانا چاہئے۔کوئی آدمی بغیر روٹی کھائے زندہ ہی نہیں رہ سکتا، کوئی آدمی بغیر پانی پیئے زندہ ہی نہیں رہ سکتا ، کوئی آدمی بغیر سوئے زندہ ہی نہیں رہ سکتا، کوئی آدمی ساری زندگی سوتا رہے اسے سونا نہیں کہتے اسے کہتے ہیں کوما میں چلا گیا بیمار ہو گیا، اس چیز پر جب غور کیا گیا تو مضمون نویسی کا ایک سلسلہ شروع ہوا مضمون نویسی میں ایک سے ایک موضوع نکلتا تھا۔

اس کا انتخاب شروع ہو گیا اس میں شروع شروع میں سوچنے میں ایسی باتیں بھی آگئی کہ اگر اس قسم کے خیالات ہوں تو آدمی صحت مند رہتا ہے، اس قسم کے خیالات ہوں تو آدمی خوش رہتا ہے، اس قسم کے خیالات ہوں تو آدمی اداس اور بیمار ہوتا ہے، اس قسم کے خیالات ہوں تو آدمی ذہنی انتشار کا شکار ہو جاتا ہے، پھر وہ ڈاک کا سلسلہ شروع ہو گیا اس زمانے میں ہفتے میں دو تین خط آتے تھے۔بڑا خوش ہوتے تھے کہ ہمارے دو خط آئیں ہیں تین آئے ہیں بھئی اب کے تو کمال ہی ہو گیا پانچ آئے ہیں وہ سلسلہ ابھی تک قائم ہے آپ نے دیکھا ہو گا روحانی ڈائجسٹ میں بھی، جنگ میں بھی مسائل کے نام سے آتا ہے۔مختصر یہ ہے کہ خیالات کا سلسلہ جو قائم ہے اس پر جب غور و فکر کیا گیا تو ہر انسان کے اندر دو قسم کے خیالات آتے ہیں اور یہ دو قسم کے خیالات ہی اس کی زندگی ہے۔ایک خیال وہ ہے جو انسان کو دن میں آتے ہیں ایک سوتے جاگتے ہوئے آتے ہیں جب بیداری میں آتے ہیں اور دوسرے خیالات وہ جو انسان کو سوتے ہوئے آتے ہیں جو خواب دیکھ رہے ہیں در اصل یہ خواب دیکھنا جو ہے ہر آدمی خواب نہیں دیکھتا، بلکہ بیداری کے خیالات سے جیسے ہی آپ سونے کے خیالات میں مرکزیت قائم کر لیتے ہیں اس کا نام سونا ہے۔

ایسا نہیں ہے آپ سو رہے ہیں آپ خواب نہیں دیکھ رہے بس آپ نے آنکھ بند کی خیالات کی جو پٹری ہے وہ الٹی ہو گئی اگر خیالات کی پٹری پر چلنے والی گاڑی کی رفتار ہلکی ہے تو بیداری ہے اور خیالات کی پٹری پر چلنے والی گاڑی کی رفتار بہت تیز ہے یہ خواب ہے سونا ہے۔اب

www.ksars.org

انسان جو ساری زندگی دو خیال میں ردوبدل ہوتا ہے رہتا ہے ایک بیداری میں ایک خواب میں ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بھی بڑی واضاحت سے بیان فرمایا ہے کہ ہم رات کو دن میں داخل کرتے ہیں، دن کو رات میں داخل کرتے ہیں۔ رات میں سے دن نکال لیتے ہیں اور دن میں سے رات نکال لیتے ہیں یسین شریف کی آخری آیتوں میں ہم رات پر سے دن کو اڈھیر لیتے ہیں اور دن پر سے رات کو اڈھیر لیتے ہیں، یعنی دو رُخ ہیں ایک رُخ کا نام رات ہے اور ایک رُخ کا نام بیداری ہے۔

توجب بیداری کا رُخ غالب ہوتا ہے تو رات کا رُخ غائب ہو جاتا ہے اور جب رات کا رُخ غالب ہوتا ہے تو کا بیداری کے حواس کا رُخ غائب ہو جاتا ہے، یعنی انسان کی زندگی دو لفظوں میں بیان کی جائے تو وہ یہ ہے کہ انسان ایک حواس میں غالب رہتا ہے اور ایک حواس سے مغلوب رہتے ہیں اگر دن کے حواس جس کو اللہ تعالیٰ نے نہار کہا ہے اگر دن کے حواس غالب ہیں تو انسان بیداری میں زندگی گزار رہا ہے اور اگر انسان رات کے حواس غالب ہیں تو انسان بیداری سے ہٹ کر خواب کے حواس میں چلا جاتا ہے جب بیداری کے حواس زیر بحث آتے ہیں تو انسان کی اسپیڈ کم ہو جاتا ہے انسان کے اوپر بھاری پن کشش ثقل کا جو سلسلہ ہے وہ بھاری ہو جاتا ہے وہ مجبور ہوتا ہے کہ ٹائم فیکٹر کے ساتھ زندگی گزارے۔ مثلاًاب یہاں سے مسجد تک تشریف لے جائیں تو آپ کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ ٹائم اور اسپیس کو نظر انداز کر دے۔

آپ بھاگ کر چلیں، آہستہ آہستہ چلیں، چاہے گرتے چلیں ٹائم کم زیادہ تو ہو جائے گا لیکن ٹائم بھی آپ کو لگانا پڑے گا اور اسپیس سے بھی چلنا ہو گا اب مثلاً یہاں سے اگر دو سو قدم مسجد ہے تو مسجد تک پہنچنے کے لئے آپ نے دو سو قدم اسپیس کو اپنے پیروں میں لپٹا اور ساتھ ہی ساتھ آپ یہاں سے پانچ منٹ میں مسجد گئے تو پانچ منٹ کا وقفہ لگا۔

یہ ٹائم اسپیس کا مطلب یہ ہوا دوسوں قدم آپ زمین پر چلے پیر زخمی نہیں ہوئے، ہوا میں نہیں چلے، زمین پر چلیں ایک پیر رکھا دوسرا پیر رکھا یعنی زمین مجبوری ہے کہ آپ اس پر چلیں اسپیس پر اور دوسری بات یہ ہے کہ زمین پر ایک قدم دو قدم سو قدم دو سو قدم جو آپ چلے ان دو سو قدم اٹھانے میں کچھ وقت بھی لگا وہ وقت جو ہے وہ ٹائم ہو گیا یعنی بیداری کے حواس جو ہیں ٹائم اسپیس کے بندھے ہوئے ہیں بیداری میں آپ ٹائم اور اسپیس کو کسی بھی صورت میں نہ نظر انداز کر سکتے ہیں اور نہ آپ چل سکتے ہیں مثلاًآپ چھلانگ لگائیں تو چھلانگ لگانا بھی یہ تو آپ کر سکتے ہیں یہاں آپ نے دس چھلانگیں لگائیں لیکن وہ چھلانگیں لگانے سے زمین کا کنسیپٹ جو ختم نہیں ہو سکتا یہ ضرور ہو سکتا ہے کہ ٹائم کم ہو جائے بس یہ ہے کہ یہاں سیکنڈ ہو جائے اور کم وقت ہو جائے گا کار میں جائیں اور کم وقت ہو جائے گا۔ ایک آدمی دوڑ کر جاتا ہے ظاہر ہے کم وقت ہے ایک آدمی آہستہ آہستہ جاتا ہے وقت تھوڑا زیادہ ہو جائے۔

لیکن یہ مجبوری ہے کہ دن کے حواس میں کوئی انسان ٹائم اسپیس سے آزاد نہیں ہو سکتا، اسپیڈ بڑھا سکتا ہے، گھٹا سکتا ہے۔ اب مثلاً لاہور جاتے ہیں اب لاہور ہم اگر پیدل جائیں تو پورے تین مہینے میں پہنچیں گے۔ لیکن ہم کار سے چلیں دو دن میں پہنچ جائیں گے، ریل سے چلیں چوبیس گھنٹے میں پہنچ جائیں گے، ہوئی جہاز سے چلیں ڈھائی گھنٹے میں پہنچ جائیں گے، لیکن کراچی اور لاہور کا سفر جو آپ نے کیا ہے اس میں نہ زمین کو نظر انداز کر سکتے ہیں نہ آپ ٹائم کو، ٹائم کو آپ گھٹا بڑھا سکتے ہیں رفتار بڑھالیں گے گھٹالیں گے یہ تو آپ کے دن کے حواس ہیں یعنی جب اللہ تعالیٰ دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے۔ اور رات کو دن میں داخل کر سکتے ہیں۔ اب جب یہ دن کے حواس ٹائم

www.ksars.org

اسپیس کے حواس آپ آزاد ہوتے ہے تو خواب کے حواس، اب خواب کے حواس میں اب آپ سو رہے ہیں خواب میں رسول اللہ ﷺ کے دربار میں حاضر ہیں درود شریف پڑھتے ہیں ابھی کسی نے آپ کو انگوٹھا اٹھایا پھر سو گئے اتنی زیادہ اسپیڈ ہوگئی خواب کے حواس کی یا رات کے حواس کی کہ اس کے حواس کی اسپیڈ ناپ نہیں ہوتی یعنی حضرت دو گھنٹے میں پہنچ گئے۔

ایک سیکنڈ بھی نہیں لکھ سکتے ایک سیکنڈ بھی اس لئے کہ جب آپ مدینے منورہ پہنچ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو سعادت نصیب کرے تو اس میں ایک لیکن ایک لمحہ ایک آن آپ تذکرہ نہیں کر سکتے اور جب واپس آتے ہیں تو اب اس کا مطلب ہے کہ انسان دو حواس میں سفر کر رہا ہے ایک حواس میں وہ ٹائم اسپیس کا پابند ہے، بندھا ہوا ہے نکل نہیں سکتا کسی بھی بھلے اسپیڈ زیادہ ہو لیکن دوسرے حواس میں رات کے حواس میں انسان اب اس کا مطلب یہ ہوا انسان جب مادی وجود کے ساتھ سفر کرتا ہے۔ تو اس کے اوپر ٹائم اسپیس کی پابندی لازم آجاتی ہے اور جب انسان کا جسم بستر پر لیٹا ہوا ہے سانس بھی لے رہا ہے، دورانِ خون بھی ہے دل بھی دھڑک رہا ہے ہر چیز ہے لیکن جسم کو چھوڑ کر روح نے جب جسم سے آزادنہ سفر کیا، آپ کے سامنے قرآن پاک کی تلاوت کی کہ ہم روح قبض کر لیتے ہیں آدمی مر جاتا ہے۔ بات یہ ہے کہ روح کو اس بات کی اجازت نہیں دی جاتی کہ دوبارہ اس جسم سے، مادی جسم سے دوبارہ کام لے جب روح کو اس بات کی اجازت نہیں دی جاتی مادی جسم سے دوبارہ کام لیا جائے تو اس کو ہم مرنا کہتے ہیں لیکن جب روح اس مادی جسم کو ساتھ لیکر سفر کرتی ہے تو اس کو ہم جینا کہتے ہیں۔

تو اب اس قانون سے یہ بات سمجھ میں آئی انسان ایک وقت میں دو خیالات ہوتے ہیں۔ کوئی انسان کسی علاقہ کا رہنے والا برطانیہ میں ہو، کہیں ہو، یا کسی دوسروں عالمین میں ہو اللہ تعالیٰ نے لاکھوں کروڑوں عالمین بنائے ہیں وہ دو خیالات میں اپنی زندگی گزارتا ہے۔ ایک خیالات کو پابند رکھتے ہیں زمین کے اوپر اور وہ پابندی اس بنیاد پر ہے کہ وہ میٹر کے ساتھ جسمانی مادی وجود کے ساتھ اور دوسرا یہ ہے کہ مادی وجود کے بغیر وہ سفر کرتا ہے۔ اب یہ تو طے ہو گیا کہ انسان کے اندر دو صلاحیتیں ہر وقت ہر آن کام کر رہی ہیں۔ اب حواس موجود ہیں ان ہم اس بیداری کے حواس میں الگ گھوم گئے تب جب رات کے حواس سے الگ ہو گئے تو بیداری کے حواس سے دور ہو گئے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آدم علیہ السلام جب جنت میں تھے جنت کے بارے یں آپ سب جانتے ہیں وہاں ٹائم اسپیس نہیں ہوتا مثلاً اللہ تعالیٰ نے کہا... جہاں سے دل چاہے کھاؤ... کروڑوں میل کا فاصلہ فاصلے پر سیب لگا ہوا ہے آدم علیہ السلام کا یا کسی بھی بندے کا جس کو اللہ تعالیٰ جنت عطا کرے دل چاہا کہ صاحب سیب کھاؤں گا آپ کو وہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے جب وہ سیب دوسری بات یہ ہے کہ سیب بو کر سیب کے پھل نکالنے کا انتظار وہاں نہیں کرنا سیب لگے ہوئے ہیں تو جب آدم جنت میں تھے تو اس کا مطلب ہوا آدم بغیر مادی جسم کے روح کے ساتھ تھے اب آدم سے غلطی سرزد ہوگئی، اس غلطی کی پاداش میں، اس غلطی کی سزا میں آدم کو اس مادی جسم کا بوجھ بنایا یعنی خیالات میں ایک تبدیلی آئی جنت میں خیالات نصیب ہوئے جب غلطی ہوگئی تو جس طرح بھی ہوئی اب آدم کے ذہن میں ایک تصور یہ ابھرا کہ میں نے غلطی کی میں نے، ظلم کیا میں نے، جہالت کی، تو ظلم اور جہالت کے بجائے خدا کرے ظلم اور جہالت حواسوں کے علاوہ تو کچھ نہیں ہے، بھئی آپ کسی ظلم کو جہالت کو بھول تو نہیں گئے۔

www.ksars.org

جیسے ہی یہ تصور آدم کے ذہن میں ابھرا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق میں نے اپنے اوپر ظلم کر دیا اور جیسے ہی اس ظلم کا تصور آدم کے ذہن میں آیا اور آدم کی روح کو پابند کر دیا گیا۔ اب روح جو آزادنہ سفر کرتی ہے۔ یہ ٹائم اسپیس کی پابندی ہو گئی لیکن ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ رحیم کریم ہے۔ اللہ تعالیٰ کو سب پتا ہے کہ معافی تلافی کریں گے اتنے دن جنت میں انہیں بجھنا ہے تو وہ جو اللہ نے جنت کا حواس ٹائم اسپیس کا حواس وہ آدم سے چھینے نہیں بلکہ یہ کہا کہ ٹھیک ہے اب دنیا میں تم جاؤ جو کچھ تم نے کیا بھگتو، لیکن ہمارے بندے تمہارے پاس آتے رہے گے تمہیں اچھائی اور برائی کا درس دیتے رہے گے۔ اگر تم نے پھر یہی اچھائی اختیار کر لی تو جو جنت ہے تو ہم تمہیں جنت تمہارا وطن واپس دے دیں گے تو اللہ نے جو یہ کہے دیا ہے کہ جنت دوبارہ واپس مل جائے گی۔

اس لئے جنت کے حواس کا ہونا ضروری ہے۔ لہذا کیا ہوا کہ جنت میں آدم سے جب غلطی ہوئی تورات کے حواس مغلوب ہو گئے اور مادی حواس غالب اور جب انسان یہاں سو جاتا ہے کیوں کہ وہ انسان رات کے حواس میں موجود ہے وہ جنت کے حواس سے متعلق ہو جاتے ہیں اور جسمانی حواس سے دنیا سے متعلق۔ تو اس کا مطلب ہے ہم یوں کہے گے کہ انسان کے دو حواس ہیں ایک حواس یہ ہے کہ وہ خواب کے حواس ہیں سارے کے سارے بیداری کے حواس ہیں۔ اب دیکھئے آپ غور کریں دنیا بھر کے وسوسے دنیا بھر کے ظلم دنیا بھر کی حق تلافیاں نافرمانیاں دن کے حواس میں ہوتے ہیں۔ کیا مطلب ہوا اس کا کہ جب تک آپ مادی حواس میں رہیں گے اس وقت تک آپ وہی سب کچھ کرتے رہے گے اور جب اس مادی حواس سے آپ نکلیں گے تو جنت کے حواس میں داخل ہو جائیں گے۔ اب بزرگوں نے اولیاء اللہ نے رسول اللہ کے منتخب بندوں نے اولیاء اللہ نے خود پیغمبران علیہ الصلوٰۃ والسلام جتنی بھی نوع انسانی کو تعلیم دی ہے آپ اس پر اگر دنیا میں رہتے ہوئے اپنی زندگی کا کام کر لیا وہ جنت میں جائے گا۔

یہ جو آپ کا مراقبہ کا عمل ہے، جب آپ سوتے ہیں، سونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا اپنا مادی جسم تعلق جو ہے ٹوٹ گیا مگر ساتھ ہے، جب سونے کا جسم کا تعلق ٹوٹ گیا جیسے ہی مادی جسم سے یہ مادی حواس وہ جسم کے حواس مغلوب ہوئے آپ کا تعلق جنت کے حواس ہے۔ یہ مراقبہ جو ہے یہ نہیں ہے کہ صاحب آنکھیں بند کر لو جسم کی طرح سے اپنا ذہن ہٹا لو مادی خیالات میں نفی کر دو بھئی جب مادی خیالات کی نفی ہو گئی، جسم کی طرف سے ذہن رہے گیا وہ باقی رہے گئی کون سے روح باقی رہے گی وہ جنت والی روح باقی رہے گئی تو مراقبے سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے مادے حواس کی نفی کر کے ان حواس کو غالب کر لیتا ہے جو حواس جنت کے حواس ہیں یہ جو حواس اب مختصر بات یہ ہوئی کہ ہر انسان دنیا میں رہتے ہوئے جنت میں جانا چاہتا ہے ہر انسان اس دنیا میں رہتے ہوئے مرنے کے بعد کی زندگی سے واقفیت چاہتا ہے اس کو کوئی کام نہیں کرنا اس کو صرف اتنا کرنا ہے اس کے جو رات کے حواس ہیں اس کو کس طرح بیداری میں لانا ہے یہ اولیاء اللہ کا فرمانا ہے آپ نے سنا ہو گا کہ یہ بیٹھے ہوئے، وہاں بیٹھے ہوئے۔

غریب نوازؒ سے ان کے پیرومرشد نے بائیس سال خانقاہ کا پانی بھر وایا۔ خواجہ غریب نواز نے بائیس سال پیرومرشد کی خانقاہ کا پانی بھرا۔ بائیس سال ہو گئے اتنا عرصہ تو ہو گیا ہمارے پاس بھی آکر بیٹھا کرو۔ تربیت کے بائیس سال ویسے اور جب بائیس سال ہو گئے میاں یہاں بھی تو آکر بیٹھو انہوں نے کہا کیا دیکھ رہے ہو انہوں نے کہا حضور ان دو انگلیوں کے درمیان اٹھارہ ہزار عالمین کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔ کیا مطلب ہوا کہ پیرومرشد کی تربیت بائیس سال کی اجازت سے آنکھ کے اندر اتنی طاقت پیدا ہو گئی کہ جب پیرومرشد نے اشارہ کیا تو دن

www.ksars.org

کے حواس مغلوب ہو گئے اور رات کے حواس غالب، جب رات کے حواس غالب ہو گئے تو ظاہر ہے سارا نظر آرہا ہے تو جتنے صاحبان یہاں تشریف لائے ان کے لئے ایک پیغام ہے کہ مراقبہ روحانیت، ماورائی علوم، آسمانی علوم، باطنی آنکھ کے علوم یہ کوئی باہر سے آپ کو نہیں لانے پڑے یہ تو آپ کے اندر پہلے سے موجود ہیں بس یہ کرنا ہے کہ اس کی پریکٹس کریں کہ جس طرح بیدار ہیں آپ اسی طرح سوئیں بھی یعنی بیداری میں رات کے حواس کو استعمال کرنا سیکھ لیں۔

اختتام

www.ksars.org

سوال: انسان کی حقیقت کیا ہے؟

انسان کیا ہے اور انسان کی حقیقت کیا ہے تو ہمیں دو باتیں قرآن پاک سے اور روحانی علوم سے سمجھ میں آتی ہیں جب انسان کو بشری تقاضوں کے تحت انسان زندگی گزار رہا ہے اس کا مطالعہ کریں تو یہ نظر آتا ہے کہ انسان تعفن اور گندگی کے علاوہ کچھ نہیں ہے اس سے پیدائش پر غور کرنے سے یہ پتا چلتا ہے انتہائی غلیظ بدبودار اور متعفن قطرے سے ماں کے پیٹ میں وجود پاتا ہے اور انتہا یہ کہ جس زمین پر اس کی پیدائش کا جو عمل ہے اور پھر انتہائی غلیظ خون جس کو آپ حیض کے نام سے جانتے ہیں اور پیدائش کا جو عمل ہے وہ انتہائی غلیظ اور گندا ہے، مطلب یہ ہے کہ جس طرح انسان پیدا ہوتا ہے تو اس راستے سے گندگی کے اخراج کے راستے علاوہ دوسرا کوئی دوسرا راستہ نہیں آجاتا اب مثلاً پیشاب آنا حیض آنا وغیرہ وغیرہ اور جب حیض انسان کو آئے تب بھی وہ نماز نہیں پڑھ سکتا، کوئی نفلیں ادا نہیں کرسکتا خود کو نا پاک محسوس کرتا ہے تو انسان جب کسی بزرگ کے پاس جاتا وہ بھی اپنے آپ کو گندا محسوس کرتا ہے اور جب تک وہ غسل نہیں کر لیتا، جب تک وہ نہا نہیں لیتا، جس جگہ پر وہ گندگی لگ جائے اس جگہ کو دھو نہیں لیتا تو۔

پیدائش کے بعد کا عمل جب ہم دیکھتے ہیں تو اس میں بھی یہی ہے کہ انسان ناپاک ہوتا ہے لیکن جب مائیں دودھ پلاتی ہیں تو حیض بند ہوجاتا ہے مطلب یہ ہے کہ حیض کا گندھا اور غلیظ خون دودھ کہ جگہ منتقل ہو کر بچے کے اندر منتقل ہوتا ہے اور اس کی نشوونما ہوتی ہے اور جب وہ بڑا ہوتا ہے تو روٹی کھاتا ہے، چاول کھاتا ہے، گوشت کھاتا ہے تو چاول گوشت اور روٹی یہ بھی جب آپ دیکھیں تو یہ بھی غلاظت کے علا وہ کچھ نہیں، آٹا گوندکے رکھ دو وہ سڑ جائے گا اتنی بدبو اور تعفن اس کے اندر آئے گی آپ اس کے قریب بھی نہیں کھڑے ہونگے یہاں تک کے کیڑے بھی پڑ جائیں گے، اب یہی چاول کا حال ہے، چاول پکا کر آپ رکھ دیں تو اس میں اتنی بدبو ہو جائے گی آپ اس کے قریب نہیں جائیں گے۔ گوشت گوشت کے بارے میں جب ہم تصور کرتے ہیں تو گوشت کے بارے میں سوچتے ہیں گوشت کیا ہے تو اس کا ایک ہی جواب ملتا ہے کہ خون کے لوتھڑے جو ہوتے ہیں خون کے لوتھڑے جب جمع ہوجاتے ہیں اس سے گوشت بنتا ہے۔

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی جتنی بھی بشری غذائیں ہیں وہ بھی تعفن اور گندگی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اب گیہوں بوتے ہیں آپ اور اس میں وہی کھاد جیسے آپ کہتے ہیں گوبر کا گائے گا گوبر، بھنس کا گوبر، انسان کا فضلہ تو ہر چیز تعفن زمین پر ڈال دیں تو جب گیہوں کی صحیح نشوونما ہوگی اور زمین میں کھاد نہ ڈالا جائے یعنی گندگی اور تعفن نہ ڈالا جائے تو نشوونما نہیں ہوتی۔ کوئی بھی چیز اب پانی اور کوئی بھی ہو پانی اب پانی بھی سڑ جاتا ہے اس میں بھی کیڑے پڑ جاتے ہیں، دودھ کتنا لطیف غذا ہے کتنی اچھی غذا ہے لیکن جب وہ پھٹ جاتا ہے اس میں بہت بدبو آتی ہے اور پھینکنے کے علاوہ آپ کے پاس کچھ چارا نہیں ہوتا۔

اب جب تک آپ نہائیں نہیں تو آپ کے اندر سے بو نکلتی ہے، تعفن نکلتا ہے، پسینہ نکلتا ہے اور اگر آپ نہائیں دھوئیں نہ صفائی نہ کریں تو خود سے نفرت ہونے لگتی ہے دوسرے آدمی کو تو چھوڑے، خود کو نفرت ہونے لگے گی کہ یار میں نے اتنا گندا ہوں کھانے کے بعد جب آپ باتھ روم جاتے ہیں جب پاخانہ نکلتا ہے تو وہ بھی تعفن کے علاوہ کچھ نہیں تو انسان کی جو حقیقت ہے، وہ دورخ بنے ایک تو یہ کہ جب

www.ksars.org

مادی وجود میں عالم ناسوت میں ہے تو تعفن اور گندگی کے علاوہ کچھ نہیں ہے، نہایت سڑی ہوئی غلیظ ایسی سڑی ہوئی گلی ہوئی چیز کہ اس کی بدبو سے آدمی کا دماغ پھٹ جائے اور اس کی گندگی سے آدمی بیمار ہو جائے اور اس کی بدبو سے آدمی پاگل ہو جائے۔ جب یہ مرتا ہے مرنے کے بعد کی بھی یہی صورت ہے آپ لاش کو دو دن تین دن رکھ دیں اس کے اندر بھی سڑان اور تعفن ہے، اتنا تعفن پیدا ہو جاتا ہے کہ کئی کئی کلو میٹر دور اس کی بدبو جاتی ہے تو یہ انسان کی حقیقت ہے جس انسان کو ہم بشر کہتے ہیں کہ جس کو ہم مادی انسان کہتے ہیں دوسری حقیقت انسان کی وہ ہے کہ جس حقیقت نے اس بشری حقیقت اس سڑان کو سنبھالا ہوا ہے اسے روح کہا جاتا ہے تو روح میں لطافت ہوتی ہے روح کے اندر تقیط ہوتی ہے روح جو ہے نور ہے اور روح جو ہے اللہ کا احسان ہے۔

بشری تقاضوں کے تحت جب ہم زندگی گزارتے ہیں۔ تو بشری یہی صورت جب ماں کے پیٹ سے وجود میں آتی ہے تو اس کا قانون یہ ہے کہ وہ ہر وقت اس ہیں گھٹتی رہتی ہے اور گھٹتے گھٹتے ایک دن وہ صورت نیچے گر جاتی ہے۔ حضور کے بارے میں کوئی معلومات یا مشن سامنے آتا ہے یا ہم کسی بزرگ سے سنتے ہیں یا اللہ تعالیٰ ہمیں یہ صلاحیت اور سکت دیتا ہے کہ ہم اپنی زندگی سے واقف ہو جائیں تو ہمیں وہاں انوار اور روشنیوں کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا مادی وجود میں کیونکہ سڑان ہے اس لئے آدمی جب تک مادی وجود کے ساتھ چپکا رہتا ہے اس کے اوپر وسوسے شکوک و شبہات اپنی بے یقینی اور اپنی سرمائے کی محدودیت اور تصورات اس پر غالب رہتے ہیں لیکن جب بشری تقاضوں سے ہٹ کر وہ اپنی روحانی انسان کو تلاش کر لیتا ہے اور جب وہ روحانی انسان کو دیکھتا ہے تو وہاں محدودیت بھی نہیں ہے۔ وہاں بے سکونی بھی نہیں ہے، وہاں بھوک اور فلاس کا بھی کوئی چکر نہیں ہے تو انسان دو وجود ہے۔

ایک وہ ہے مادی وجود اور ایک روحانی وجود ہے تو مادی وجود گندگی اور تعفن کے کچھ نہیں اور روحانی وجود جو ہے سوائے نور انتہائی شفاف اور تازگی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ مادی وجود قدم قدم پر ٹائم اسپیس وہ بند رہنے پر مجبور ہے اور روحانی وجود اس کے لئے نہ کوئی اسپیس ہے، نہ کوئی ٹائم ہے، نہ کوئی پابندی ہے وہ ماورائی دنیا ہے کوئی داخل ہونا چاہے ماورائی دنیا میں داخل ہو جائے تو اگر مادی وجود کی دنیا میں رہنا چاہے مادی وجود میں رہے یہ تو انسان کی حقیقت ہوگئی خصوصاً، بات بہت لمبی ہے اب یہ کہ انسان کو پیدا کیوں کیا گیا؟

اب پیدائش کے بارے ہیں جب ہم غور کرتے ہیں تو ہمارے لئے سورہ معدین موجود ہے تو روحانی علوم تو ہیں نہیں تو اس میں ہمیں یہ ایک بات یہ نظر آتی ہے مادی وجود اس کے باوجود کہ یہ سڑان ہے تعفن ہے اس کو تحفظ دیا گیا ہے اور تحفظ اس طرح دیا گیا ہے کہ اس کے لئے وسائل پیدا کئے جائیں مثلاً ہوا، پانی، گیسیز، زمین والدین، سورج، چاند، زمین کے اندر پیدا ہونے والے اجناس، معدنیات لیکن جب انسان کی زندگی پر غور کیا جاتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے کروڑوں وسائل انسان کے لئے ایسے پیدا کر دیئے ہیں کہ وہ کچھ کرے یا نہ کرے یا وسائل سے فائدہ اٹھانا چاہے یا نہ چاہے تو وسائل اس کی خدمت گزاری میں مصروف رہتے ہیں۔

اب انسان چاہے نہ چاہے اس کے پھیپھڑوں کو ہوا ملتی رہتی ہیں، انسان چاہے یا نہ چاہے اس کے لئے آکسیجن یا دوسری گیسز وہ اس کو ملتی رہتی ہیں، انسان چاہے یا نہ چاہے سورج کی روشنی اس کو ملتی رہتی ہیں اور سورج ہر وقت یہ خدمت گزاری میں مصروف رہتا ہے، انسان چاہے یا نہ چاہے چاند کی چاندنی سے لطف انداز ہوتا رہتا ہے، ایک انسان چاہے یا نہ چاہے نیند اسے آتی رہتی ہے اور وہ خواب میں انرجی بھی حاصل کرتا ہے اور جو انرجی اس تعفن کے جسم کو چلاتی رہتی ہے اور انسان جو ہے چلتا رہتا ہے تو اب یہ بات سمجھ میں آگئی، ہمارا جو یہ مادی

www.ksars.org

وجود ہے یا روحانی وجود ہے اس کو کسی نے سنبھالا ہوا ہے یہ زندہ رہنے کے لئے ہر ہر قدم پر وسائل کا محتاج ہے اور وسائل کسی نے قبضہ کر کئے ہوئے ہیں اب مثلاً سورج ہے اب سورج کو مشرق سے ہی نکلنا ہے اب سورج کی مرضی ہے وہ شمال سے نکل رہا ہے تو مطلب یہ ہوا اس کا کہ کوئی ہستی ایسی ہے تو جس نے سورج کو پابند کر دیا اس بات پر کہ انسان نے یہ کیا اب زمین پر آپ گیہوں بوتے ہیں تو گیہوں کے اندر دالیں ہی نکلیں گی یہ کبھی نہیں ہو گا کہ بانس نکل آئے نکلے گا کہ یا گیہوں سے آپ کیکر کا درخت نکال لیں، جب گیہوں بوئے گے تو گیہوں ہی نکلے گا،، جب باجرہ بوئے گے تو باجرہ ہی نکلے گا، جب انگور بوئے گے تو انگور ہی نکلے گا، اور اس طرح اس کا ایک نظام ہے اللہ تعالیٰ کا کہ اس امرود کو بھی اللہ تعالیٰ پرورش کرتے ہیں، جس طرح انسان کی پرورش ہوتی ہے اب مثلاً پانی کی نیچر یہ ہے کہ وہ نشیب میں بہتا ہے لیکن جب درخت کا تجزیہ کرتے ہیں تو پانی کی نیچر تبدیل ہو جاتی ہے پانی بجائے نیچے بہنے کے اوپر چڑھتا ہے اگر درخت کی جڑوں سے پانی اوپر نہ جائے تو درخت زندہ رہے سکتے ہیں اور درخت پر نہ کسی قسم کا پھل آسکتا ہے۔

تو یہ ہستی ہے یہ سارے وسائل پیدا کئے تو اس کی ایک منشاہ اور مرضی ہے اور منشاہ اور مرضی یہی ہے کہ انسان اس ہستی کو جانے اور پہچانے جس ہستی نے انسان کے لئے یہ ساری کائنات بنائی اور جس ہستی نے انسان کو پیدا کیا اور جس ہستی نے انسان کے لیے تمام وسائل پیدا کئے تو اس انسان کی پیدائش کا مقصد یہ ہے کہ انسان اس اللہ کا، اس رب کو جس نے پیدا کیا جس نے قدم قدم پر حفاظت اور حفاظت کرنے کے بعد بچے سے بڑا کیا اور شعور ڈالا اور شعور سے اس کے لئے وسائل پیدا کئے اور وسائل سے اس میں نئی نئی ایجادات پیدا کئے اور دنیا میں رونق ہے یہ سب اللہ میاں نے پیدا کیا تو مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے رب کو پہچانے، پیدائش کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے رب کو پہچانے اب رب کو پہچانے کا کیا طریقہ ہے تو اس کے لئے ابھی ہمیں یہ سوچنا پڑے گا کہ جن لوگوں نے اللہ کو پہچانا ہے انہوں نے کیا طریقہ اختیار کیا ہے۔ تو رب کو پہچانے والے گروہوں میں سب سے بڑا گروہوں یا سب سے بڑی اہمیت انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے۔

انبیاء نے رب کو پہچانا اور انبیاء نے ہی رب کو پہچانے کے طریقے آگے اپنی امتوں کو بتائے اور وہی طریقے نوع انسانی میں پھیلے اور رب کو پہچانے کا انبیاء کی زندگی سے ہمیں جو حاصل ہوتا ہے طریقہ وہ یہ ہے کہ انبیاء کی ایک طرز فکر ہوتی ہے تمام انبیاء جتنے بھی انبیاء موجود ہیں، انبیاء کی کہ وہ لوگ ہر چیز کو اللہ کی طرف سے جانتے ہیں اور ہر عمل کا رخ اللہ کی طرف موڑتے ہیں اور ہے بھی صحیح اگر اللہ پیدا نہ کرے بچے کو تو، بچے تو پیدا ہی نہیں ہو سکتے، اگر اللہ بچے کو شعور نہ دے تو ساری دنیا پاگل ہی ہو گی کوئی ایجاد نہیں ہو گئی کوئی گھر نہیں بنے گا دنیا میں رونق ہی نہیں ہو گی، اگر اللہ تعالیٰ زمین پیدا نہ کرتے تو وسائل ہی پیدا نہ ہوتے تو آدمی کھاتا پیتا کہاں سے مر جاتا، اگر اللہ تعالیٰ آکسیجن پیدا نہ کرتے، تو اللہ تعالیٰ ہوا پیدا نہ کرتے، اللہ تعالیٰ پانی پیدا نہ کرتے تو انسان کا وجود ہی زیر بحث نہیں آتا تو فی الواقع جو عمل ہے یعنی ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ ہی انسان کو وسائل دے رہا ہے یہ ثابت کر رہا ہے یہ انبیاء کی طرز فکر کی تابع ہے اور انبیاء نے ہی منتقل کی ہیں اور انبیاء نے ہی یہ بتایا ہے کہ اللہ ہی پیدا کرتا ہے، اللہ ہی جوان کرتا ہے اور اللہ ہی جوانی کے بعد وسائل فراہم کرتا ہے اور اللہ ہی بوڑھاپے میں حفاظت کرتا ہے اور جوانی میں بھی حفاظت کرتا ہے اور بچپن میں بھی حفاظت کرتا ہے تو انبیاء کی یہ طرز فکر لوح قلم میں حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے جو تفصیل سے لکھا ہے کہ انبیاء عادتاً اس بات کو اختیار کرتے تھے کہ کوئی بھی کام ہوتا تھا وہ اللہ کی طرف سے ہوتا تھا۔

www.ksars.org

دوسرا یہ کہ وہ ہر کام کو اللہ کی طرف سمجھتے تھے تو زندگی کے ہر عمل میں ان کا تعلق اللہ کے ساتھ قائم تھا اس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ زندگی میں کچھ بھی کریں اس کا رخ اللہ کی طرف رہے جیسے یہ حقیقت بھی یہ ہے سب اللہ کی طرف سے ہے اب اس طریقے کو اختیار کرنا بھئی ہر کام کو اللہ کی طرف کیسے موڑ دیا جائے تو اس کا آسان طریقہ ہے، وہ یہ ہے یہ جو دنیا ہے مادی دنیا میں انسان کا ذہن اللہ کی طرف سے ہٹتا ہے تو مثلاً آدمی یہ کہتا ہے کہ صاحب میں روٹی نہیں کھاؤں گا زندہ کیسے رہوں گا؟

مر جاؤں گا لیکن ہر آدمی کسی نہ کسی آدمی سے توقع رکھتا ہے کہ یہ میرا بھائی ہے، یہ میری ماں ہے، یہ میری بہن ہے، یہ میری بیوی ہے یہ میرا دوست ہے یہ میرا یہ کام کردے گا، یہ میرا وہ کام کرے گا یہ توقعات جو ہیں یہ انسان انسان کے ساتھ رکھتا ہے مادی وجود میں ہے اور اس کے اوپر ایک بے یقینی کا بھی دور آتا ہے مستقبل کے بارے میں وہ ڈرتا رہتا ہے خوف زدہ رہتا ہے اگر وہ ساٹھ سال کا آدمی بھی ہے تو وہ کبھی یہ نہیں سوچتا کہ میرے ساٹھ سال گزر گئے ساٹھ سال میں نے روٹی بھی کھائی، ساٹھ سال میں نے کپڑے بھی پہنے، ساٹھ سال ایسے گزر گئے میں کبھی بھوکا نہیں رہا کبھی ننگا نہیں رہا لیکن وہ ساٹھ سال کے بعد اکسٹھ سال کا تذکرہ کریں تو اس کے اوپر خوف ہوگا مستقبل کیسا ہوگا؟ کیا ہوگا؟

حالانکہ اس کا تجربہ یہ ہے ساٹھ سالہ تجربہ کہ ساٹھ سال تک جس کو مستقبل کہتا رہا وہ وسائل ہے اور زندگی اس کی اچھی گزرتی ہے مثلاً اس کے بچے جس کی شادی ابھی ہوئی، مثلاً اس کے بچے کاروبار میں بھی لگ جائیں بچوں کے گھر بھی بس گئے سب کچھ ہو گیا لیکن اس کے باوجود اس کے یقین میں یہ بات نہیں آتی کہ سب اور وہ مستقبل سے خوف زدہ ہو جاتا ہے اور وہ مستقبل سے خوف زدہ اس وجہ سے ہے کہ انسان کے اندر بے یقینی ہے، شک ہے وسوسہ ہے اب طریقہ یہ ہے کہ اس شک اور وسوسے سے خود کو آزاد کرکے اس طرف اپنا ذہن لڑا یا جائے جس طرف پیغمبروں کی طرز فکر ہے یعنی یقین کا پیٹرن اور اس یقین کے پیٹرن کو حاصل کرنے کے لئے یہی طریقہ ہے کہ مادی دنیا سے نکل کر مادی دنیا سے دور جا کر یکسوں ہو کر ذہن کو اللہ کی طرف لگایا جائے اور بات پر بار بار تفکر جائے کہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ چاہتا ہے تو انسان زندہ ہے اور اللہ نہ چاہے تو یہ کائنات ایک منٹ بھی نہیں ٹھہر سکتی تو اس یکسوئی کے ساتھ غور و فکر کو اور تفکر کو روحانی علوم میں مراقبہ کا نام دیا ہے مراقبہ ایسا طریقہ ہے کہ جس میں انسان مادی وسائل سے مادی وجود سے مادی زندگی میں جو شکوک و شبہات ہیں ان سے آزاد ہو کر غیب کی دنیا میں یا اللہ کی طرف رجوع ہو جاتا ہے اور آہستہ آہستہ مراقبے کی کامیابی کے نتیجے میں وہ مقصد پورا ہو جاتا ہے جس مقصد کے ساتھ اللہ اس بندے کو پہچانتا ہے۔

اختتام

www.ksars.org

ٹائم اینڈا سپیس

ٹائم معنی زمانیت اورا سپیس معنی مکان یامکانیت زمین پر یہ پوری زندگی رواں دواں ہے اور زندگی میں کوئی بھی فرد ہوں چاہے وہ درخت ہوں، چاہے وہ پانی ہو، چاہے وہ پرندے ہوں، چاہے وہ چٹان ہوں سب زمانیت اور مکانیت میں قید ہے۔

زمانیت اور مکانیت میں فرق ہے زمانیت کا مطلب ہے کہ جیسے ہم سب لوگ بیٹھے ہوئے ہیں یہاں اس کو بھی کہا جائے گا کہ ہمارے جو بیٹھنے کی پوزیشن ہے یعنی سمت ہے وہ مکانیت ہے، زمانیت یہ ہے کہ ہم کس زمانے میں بیٹھے ہوئے ہیں مثلاًاب وہ آخر کار جو دنیا بنی تھی پہلے جو زمانہ گزر چکاہے اس زمانے کو گزار کر موجودہ زمانہ گزراہے یعنی ماضی کے نقوش فراہم ہے اور ماضی کے نقوش زمین کے اوپر زمانیت کو قائم کر رہاہے تواس کو سمجھنا بڑاآسان ہو گا کہ ایک بچہ ہے جو بارہ سال کا دس سال کا ایک دس بارہ سال کے بچے میں اتنا شعور ہوتاہے کہ وہ کافی حد تک خود سے بھی واقف ہوتاہے والدین سے بھی واقف ہوتاہے، ماحول سے بھی واقف ہوتاہے، اسکول سے بھی واقف ہوتاہے اور اپنے وطن سے بھی واقف ہوتاہے لیکن جب یہ بچہ دس سال کی عمر سے آگے بڑھتاہے بارہ سال کا ہوتاہے بیس سال کا ہوتاہے تیس سال کا ہوتاہے ساٹھ سال کا ہوتاہے توجو ساٹھ کا سال بچہ ہے اس کو قربت ہے دس سال کی وہ اس کے نقوش اس کے اندر منتقل ہو جاتے ہیں مثلاًاس کو یہ یاد ہوتاہے میں نے کس اسکول میں میٹرک پاس کیاکتنامیں نے پڑھاکون کون اساتذہ تھے کس کی رہنمائی سے میری تربیت اچھی ہوئی کن کن صحبت سے مجھے برائی ملی، کس سے میرا رزلٹ خراب ہواتو یہ جو دس سال سے ساٹھ سال یعنی پچاس سال کا واقعہ دیاوہ سب زمانیت کاہے لیکن ساتھ ساتھ زمانیت کے وہ زمین کے اوپر بھی زندگی گزار رہاہے زمین پر بھی موجود ہے یعنی جس طرح دس سال کا بچہ زمین پر چلتا پھرتا تھا زمین پر سوتا تھا زمین پر اٹھتا بیٹھتا تھا اسی صورت سے وہ ساٹھ سال کا بھی زمین پر چلتاہے ہے پھرتا ہے باتیں کرتاہے مگر جب ہم اس پچاس سالہ زندگی کو غور کرتے ہیں فکر کرتے ہیں تو پچاس سالہ زندگی ہمیں یاد تو ہے اس کے نقوش بھی ہیں نقوش ہونے سے مراد یہ ہے کہ ہم دس سال سو سال کی زندگی سے واقف ہیں آپ جانتے ہیں والدین کو جانتے ہیں، دوست کو جانتے ہیں رشتہ داروں کو جانتے ہیں سب سے بڑی بات خود کو جانتے ہیں لیکن جب اسکول کا تذکرہ آتاہے تو ساٹھ سال کی زندگی کم نظر نہیں آتی زمین پر کوئی بات ایسا نہیں ملتا کہ جس سے ہم دس سال کی زندگی کو ساٹھ سال کی زندگی میں تلاش کر لیں اور کہے دیں لیکن جب ہم یاد کرتے ہیں توآناًفاناًمنٹوں سیکنڈوں میں ہمارے اندر ایک جوانی کا تصور بڑھتاہے کسی دوست کا کسی رشتہ دار کا تصور بڑھتاہے اور اس طرح تصور بڑھتاہے کہ ہم یقین کے ساتھ کہتے ہیں ہمارے ایک بزرگ تھے ہم اٹھارہ سال کی عمر میں ان کی صحبت میں جا کر بیٹھا کرتے تھے وہ اس قسم کی باتیں کرتے تھے انہوں نے ایسا کہاتو اللہ نے ایسا کر دیاایسا کہاتو اللہ نے ایسا کر دیاتو ان کے دل میں اللہ کی مخلوق کا درس تھااور اللہ کی مخلوق کے کام آتے تھے اور ایسے انتہائی تخریب پسند تھے ان کا کام ہی یہ تھا کہ لوگوں کو پریشان کر نا زمین پر فساد پھیلانا تو یہ جو یاداشت ہے پچاس سال کی یاداشت یہ آپ کو فوراًیاد آجائے گی لیکن کبھی آپ غور کریں گے تو زمین پر اس کا کوئی اثر نظر نہیں آتا تو دو رُخ آپ کے سامنے ہیں۔

www.ksars.org

ایک یہ کہ ایک رُخ یہ ہے کہ آپ خود کو ٹھوس محسوس کرتے ہیں خود کو بھاری محسوس کرتے ہیں خود کو کسی میں بند محسوس کرتے ہیں اور وہ جو زندگی ہے اس کا سارا کا سارا تعلق جو ہے وہ زمین سے تعلق رکھتا ہے جو زمین کے اوپر آکر زمین کے اوپر آپ کام کریں گے زمین کے اوپر آپ باغ لگائیں گے زمین کی وجہ سے آپ گرمی سردی محسوس کریں گے لیکن یہ جو پچاس سال آپ گزر گئے تو اس کا کوئی نقش ہے وہ نقش جو ہے وہ زمانیت ہے اب ہماری زندگی کے دو رُخ ہیں ایک رُخ یہ ہے کہ کہیں سے زندگی گزارنے کا خیال موصول ہوتا ہے اب کوئی خیال آیا شادی کرنی چاہئے تو خیال آیا شادی کرنی چاہئے تو شادی کی، کہیں یہ خیال آیا مجھے پانی پینا چاہئے اگر پانی پینے کا بندے کو ایک مہینے تک خیال نہ آئے تو پانی کا ایک قطرہ اس کے حلق میں نہیں اترے گا اب دیکھئے گلہ خشک ہو گیا پانی بند ہو گیا، ابھی یہاں پچھلے دنوں ایک صاحب میرے پاس آئے تو انہوں نے کہا پتا نہیں کتنے پانچ سال بتائے یا آٹھ سال بتائے آٹھ سال سے میں روٹی ہی نہیں کھاتا تو میں نے کہا یار آٹھ سال سے روٹی نہیں کھائی تم زندہ کیسے ہو انہوں نے کہا وہ بسکٹ آتے ہیں بچوں کے وہ پانی میں گھول کر پی لیتا ہوں آٹھ سال ہو گئے روٹی نہیں کھائی تو میں نے اس سے کہا تم نفسیاتی مریض تو نہیں ہو کوئی آدمی آٹھ سال روٹی کھائے بغیر بھی رہ سکتا ہے تو میں نے کہا بھئی تو روٹی کھا تو اس نے کہا میں نہیں کھا سکتا میں علاج کروانے آیا ہے اور میں آپ کے پاس کئی دفعہ آیا ہوں میں بیمار ہوں۔

گلا دیکھاؤں تو میں نے دیکھا تو ٹھیک تھا گلا زبردستی کھلا یا تو اس کی آنکھیں باہر آگئیں وہ گر گیا میں بڑا پریشان ہوا کہ بھئی یہ کیا ہو گیا تو اس کا علاج فلاں ڈاکٹر نے کیا فلاں نے کیا آٹھ سال ہو گئے ہیں جو کماتا ہوں وہ دوائی میں خرچ ہو جاتے ہیں۔ رونے لگا پھر میں نے اس سے بات کی بہت پوچھا کیا ہوا یہ ہوا پتا ہی نہیں چلا بہت دیر سے پوچھ رہا تھا اس بندے کے ذہن میں یہ بات آگئی کہ جب میں کھانا کھاؤں گا تو کھانا، کھانے کی نالی میں جائے گا تو جب کھانا کھانے کی نالی سے جائو گا تو میں سانس لوں گا تو سانس اندر نہیں جائے گا میں مر جاؤں گا اس کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی ایک نالی نے ادھر سے بھی بند ہو جاتا ہے ادھر سے بھی بند ہو جائے گا۔

ایسا اس کو سمجھایا کہ بھئی کو سانس کی نالی الگ ہے کھانا کھانے کا نرخرہ جس سے کھانا اترتا ہے وہ الگ ہے ہیں وہ تو اطلاع سے جو زمانیت اس میں دیکھئے آپ اسے اطلاع ہے اس کی زندگی کی میں تو مر جاؤں گا تو زمانیت ہے اس میں گڑبڑ ہو گی وہ اس سے کہا کہ اللہ کے بندے دونا لیاں ہوتی ہیں بہت سمجھایا تو پھر اس سے کہا کہ بھئی صبح اس کو لیجاؤ تو قسائی کی دوکان پر، قسائی کی دوکان پر وہاں وہ پھیپھڑے ٹانگے ہوئے تھے انہوں نے کہا دیکھ بھئی اس کے ساتھ ساتھ یہ نرخرہ ہے اس کے ساتھ ساتھ نالی جا رہی ہے کھانے کی اس کا اس سے کوئی تعلق نہیں میں نے دعا بھی کی، دم بھی کیا تو اگلے دن ہم نے اس کو کہا کہ صاحب روٹی کھائے گا تو اس نے کہا جی اگر نگل جاؤں تو کھاؤں گا تو میں نے چاول سے شروع کیا تو اس نے بمشکل گن کے چار چاول کھائے اور وہ چار چاول اتر گئے نیچے تو صاحب اس کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں کہ صاحب میں تو کھانا کھا سکتا ہوں میں نے چاول کھلائے روٹی کھلائی تین چار دن یہاں ہی رکھا تو وہ خوب پیٹ بھر کے روٹی کھانے لگا بات کچھ بھی نہیں تھی بات صرف اتنی تھی کہ صاحب اس کے ذہن میں یہ بات آگئی تھی کہ جب میں تو وہ سمجھ گیا اس کا وہ جو یقین تھا بے یقینی کہہ لیں جو یقین تھا وہ ختم ہو گیا کھانا کھانا شروع کر دیا اس نے اور خواجہ صاحب کی کرامت ہوئی خواجہ صاحب بڑے بزرگ ہیں آٹھ سال سے روٹی نہیں کھائی بندے کو روٹی کھلا کر بھیج دیا اب اس میں کرامت کا کوئی تعلق نہیں اب یہ اطلاعات ہیں ہمیں اگر کسی بندے کو اب یہ میں کھانا کھاؤں گا اس میں زہر ملا ہوا ہے میں مر جاؤں گا یہ ہرگز نہیں ہو گا ایسے کئی کیس استعمال ہوتے ہیں کہ لوگوں کو ذہن

www.ksars.org

میں وہم ہو جاتا ہے اس میں زہر ملا ہوا ہے کسی کو وہم ہو جاتا ہے کہ بیوی نے زہر ملا دیا بیوی کو یہ وہم ہو جاتا ہے کہ شوہر نے زہر ملا دیا میرے پاس ایک صاحبہ آئی بڑی روتی ہوئی آئی کہ صاحب ان کے خاوند ذرا، ایسے ہیں ویسے ہیں میں گیارات کو جناب دیکھنے وہ بہت ہی رو رہی تھیں بہت بڑا گھر یہ اور وہ بھائی کیا مصیبت ہے وہ کہنے لگے میری نو کروڑ کی جائیداد ہے اور یہ بیوی مجھے مارنا چاہ رہی ہے تو کھانا اس نے کھانا ہی چھوڑ دیا بازار کا بھی نہیں کھاتے اگر میں سو جاؤں گا تو یہ مجھے انجکشن دے دے گی، نو کروڑ کے چکر میں سوتا نہیں تھا ڈاکٹر آتا تھا تو جناب اس نے نیند کی گولیاں دی پتا نہیں کون سی دوائی اس بندے نے ایک دن بیس گولیاں کھالی پھر بھی اسے نیند نہیں آئی تو اس کا مطلب یہ ہے یہ ہماری زندگی ہے سوائے اس کے اور اطلاعات کی کوئی حیثیت ہی نہیں اگر ہمیں جب بھوک لگتی ہے بھوک کا مطلب ہے روٹی کھاؤں اب پانی پینے کی صورت ہے اب ہم سوتے ہیں تو سوتے جب ہیں ہمیں یہ اطلاع ملتی ہے ہمارا جسم سوئے گا کہ ہم مزید کم نہیں کر سکے ہمیں سونا چاہئے تو ہم سو جاتے ہیں لیکن اگر سونے کی اطلاع ہے اس میں ہو جاتے ہیں تو آدمی کی نیند اڑ جاتی ہے آدمی سو نہیں سکتا تو دو صورت ہیں ایک صورت یہ کہ کہیں سے ہمیں اطلاع مل رہی ہے کہیں سے آرہی ہے زندگی سے متعلق لیکن ہمیں یہ نہیں پتا وہ اطلاع کہاں سے آرہی ہے ہمیں یہ اطلاع ملی کہ ہم نے کھانا کھالیا اور کھانا کھانے کے بعد جو ہمارا عمل ہے وہ ریکارڈ ہو گیا اور ریکارڈ ہونے کا عمل جو ہے وہ پتا نہیں کہاں چلا گیا ہمیں پتا نہیں لیکن جب ہم اس ریکارڈ کو یاد کرنا چاہتے ہیں دس سال کی عمر تک تو ہمیں یاد آجاتا ہے تو جہاں سے زندگی گزارنے کی اطلات ہمیں مل رہی ہیں یا جہاں زندگی گزارنے کے بعد ہمارے اعمال ریکاڈر ہیں وہ سب کا سب زمانیت ہے ٹائم اور جہاں ہم اس کو قبول کر کے زندگی گزار رہے ہیں کھا رہے ہیں پی رہے ہیں ہنس رہے ہیں بول رہے ہیں تو چاہے وہ عمل کرنے کی زندگی ہو چاہے وہ عمل کے بعد کی زندگی ہو اس کا نام زمانیت ہے اور جہاں اس زندگی کا ریکارڈ Display ہو رہا ہے یہاں ہم دوڑ بھی رہے ہیں روٹی بھی کھا رہے ہیں بھاگ بھی رہے ہیں یہ سب جو ہے یہ اسپیس اور مکانیت ہے۔

تو روحانیت میں یہ دو چیزیں زیر بحث آتی ہیں انسان کو یہ بتایا جاتا ہے کہ روحانی علوم میں کہ انسان کچھ نہیں ہے انسان اطلاع کا نام ہے بہت ساری اطلاع زمانیت سے آتی ہیں انسان انہیں قبول کرتا ہے پھر ان اطلات کو مادی خدوخال اور مادی وسائل کے ساتھ استعمال کرتا ہے جہاں رہے کر وہ اطلاعات کو Flow کرتا ہے اس کا نام اسپیس ہے تو ٹائم اسپیس مختصر یہی ہے کہ انسان جو ہے اطلاعات کا نام ہے اطلاعات کہیں سے آتی ہیں تو انسان عمل کرتا ہے پھر وہ عمل ریکارڈ بھی ہو جاتا ہے اگر وہ عمل ریکارڈ نہ ہو تو کوئی آدمی اپنا نام یاد نہیں کر سکتا مثلاً ایک آدمی پیدا ہوا عبداللہ نام رکھ دیا اور وہ ساٹھ سال میں بھی عبداللہ ہے کیوں اس لئے کہ ساٹھ سال کی زندگی برابر ریکارڈ ہو رہی ہے اس کا بچپنا ختم تو ہوا جوانی میں اس کا بچپنا جو ہے وہ روشنیوں میں منتقل نہیں ہو گیا ختم نہیں ہو گیا ریکارڈ تو جب بھی ریکارڈ کو دیکھنا چاہتا ہے تو سامنے دماغ میں اس کا ریکارڈ ہونے لگتا ہے تو اسی وجہ سے وہ دس دن کا بچہ ہے جب بھی عبد اللہ ہے ساٹھ سال کا ہے جب بھی عبداللہ ہے اور سو سال کا ہے جب بھی عبد اللہ ہے تو انسان کا مطلب ہی یہ ہے کہ زندگی کے تقاضے جہاں سے بنتے ہیں اور زندگی کے تقاضے بننے کے بعد جہاں ریکارڈ ہوتے ہیں زمانیت ہے اور جہاں زندگی کا عمل داخل ہوتا ہے آدمی کام کرتا ہے وہ سب اسپیس ہے زمین ہے اور مکانیت ہے۔

اختتام...

www.ksars.org

شہید زندہ ہیں اور تم ان کا شعور نہیں رکھتے

شہید لوگوں کی تعریف یہ بتائی جاتی ہے انہوں نے اپنی جان کو اللہ تعالیٰ کے لئے قربان کر دیا ہو اور اپنی جان کا نذرانہ اللہ کی خدمت میں پیش کر دیا یہ موت اور حیات دو چیزیں زیر بحث آتی ہیں ایک موت یہ ہے جو ایک آدمی کی ایک عام آدمی کی جو مرنا نہیں چاہتا ہے جو مرنا نہیں چاہتا ملک الموت اسے گھسیٹ کے لیجاتا ہے اور دوسرا جو اللہ تعالیٰ کے حضور موت کو گلے لگالیتا ہے جو جہاد میں آدمی لڑتے ہی اس لئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حضور ہیں اللہ تعالیٰ کے دربار ہیں نذرانہ پیش کریں تاکہ اللہ تعالیٰ کا نام جو ہے وہ برقرار رہے اللہ تعالیٰ نے جو انسان کے لئے جو نظام بنایا ہے وہ نظام نافذ ہو جائے اسے بھی کہتے ہیں شہداء انہیں بھی کہتے ہیں جو اپنی مرضی سے اپنی خوشی سے جہاد کیا کرتے ہیں اللہ کی ربوبیت کے ساتھ اپنی جان کا نذرانہ اللہ کے حضور پیش کرتے ہیں کیوں کہ جان کا نذرانہ اللہ کے حضور پیش کر دیا ہے اس لئے ان کا جسم خراب نہیں ہوتا اور قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق وہ کھاتے بھی ہیں پیتے بھی اور جس طرح دنیا میں شعوری زندگی بسر کرتے ہیں اسی طرح مرنے کے بعد بھی وہ شعوری زندگی بسر کرتے ہیں اور جو موت سے ڈرتا ہے موت سے ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کے قریب جانا ہی نہیں چاہتا موت ایک ایسا ہے عمل ہے اس عمل کے بعد انسان کے اندر ایسی نظر کھل جاتی ہے جو نظر عالم غیب میں بھیجتی ہے اور جو نظر روح کی ہوتی ہے کیوں کہ روح کو دیکھنے والی نظر اس کو مل گئی ہے اس لئے وہ اللہ کے راستے پر زیادہ تیزی سے چل کر اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے اور یہ ایسی صورت میں ہوتا ہے جب وہ ایسی زمین میں اللہ تعالیٰ کو تلاش کرے اور اس دنیا میں دنیاوی معاملات میں رشتہ رہا اس نے سب بچوں کو نہیں سمجھا اور محض اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اللہ تعالیٰ کے ہونے کا اقرار کرتا رہا اور جو موت سے ڈرتے ہیں اور اس جسم کی حفاظت میں اللہ کو بھی بھول جاتے ہیں جب کہ ان کے سامنے ہے یہ بات زندگی بھی اللہ کی طرف سے ہے اور زندگی کو قائم رکھنے والے وسائل بھی اللہ کی طرف سے ہیں۔

اس کے باوجود وہ اللہ کی طرف ذہن نہیں لگاتا اللہ کا زبانی تذکرہ کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے پھیلائے ہوئے تمام وسائل استعمال کرتا رہتا ہے ناشکری کرتا ہے جب اس نے ناشکری کی اللہ تعالیٰ سے اس نے رشتہ ہی قائم نہیں کیا اور زبردستی موت کے منہ میں چلا گیا ایسے لوگ شہید نہیں کہلائیں گے۔ جس نے اپنی جان کا نذرانہ اللہ کے لئے پیش نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ کے حضور جا کر نذرانہ پیش کرنے کے بعد آدمی جو ہے ایک زندہ جاگیر پر چڑھتا ہے اور مرنے سے پہلے ہی یعنی شہادت سے پہلے ہی وہ اللہ تعالیٰ کو بھی دیکھ لیتا ہے اللہ تعالیٰ کا عرفان بھی حاصل ہو جاتا ہے اور وہ یہ بھی جان لیتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی جان کا نذرانہ قبول کر لیا اب جس بندے کو اللہ نے قبول کر لیا ظاہر ہے اس بندے کو مٹی کیسے کھا جائے گی کیڑے کیسے جائیں گے کوئی چیز کیسے نقصان پہنچا سکتی ہے وہ اس طرح محفوظ رہتا ہے وہی جس طرح انسان دنیا میں کھاتے پیتے ہیں شہادت کے بعد بھی کھاتے پیتے ہیں کہ ان کے بال بھی بڑھتے ہیں ناخن بھی بڑھتے ہیں وہ قبر سے باہر آکر اپنا خط بھی بنواتے ہیں تو شہید، وہ شہید ہیں کہ جو خوشی کے ساتھ اپنی جان کا نذرانہ اللہ

www.ksars.org

تعالیٰ کے حضور پیش کرتا ہے اور مرنے سے پہلے اس بات کا اسے شعور حاصل ہو جاتا ہے کہ اس کا نذرانہ اللہ تعالیٰ نے جان کا نذرانہ قبول کرلیا ہے اور کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے نذرانہ قبول کرلیا ہے تو اسے کوئی چیز چھوتی نہیں ہے اور اس کی حفاظت کرتی ہے۔ اختتام

www.ksars.org

سورۃ اخلاص کی عملی تفسیر کیا ہے؟

اعوذ باللہ...

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تلاوت... قل اللہ احد اللہ صمد لم یلد...

ابھی میں نے جو سورۃ تلاوت کی ہے اس سورۃ کا یہ بہت بڑا اعزاز ہے کہ ہر مسلمان کو قرآن پاک پورا حفظ ہو نہ ہو لیکن الحمد الشریف اور سورۃ اخلاص قل اللہ احد...ضرور یاد ہوتی ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے بھی بڑی آسانی سے یہ سورۃ یاد کر لیتے ہیں اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے پانچ آیتیں نازل کی ہیں مختصراً میں اس سورۃ کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ سورۃ مبارک تین دفعہ پڑھ کر ایصال ثواب کیا جائے تو ایک قرآن پاک کا ثواب یا اجر ایصال ثواب میں منتقل ہو جاتا ہے لیکن اس سورۃ میں روحانیت بھی اللہ تعالیٰ نے بھر دی ہے یعنی کہ یہ جو سورۃ اخلاص کی اگر روحانی تفسیر بیان کی جائے یعنی آیت کے معنی اور مفہوم کے اعتبار سے روحانی تفکر کیا جائے تو یہ ایک سورۃ دراصل اللہ اور مخلوق کے درمیان جو رشتہ ہے اس کی پوری پوری وضاحت ہے کہ سورۃ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی بڑی تفصیل کے ساتھ وضاحت کی ہے کہ اللہ کیا ہے؟

یعنی خالق کی صفات کیا ہے اور مخلوق کی صفات کیا ہے؟ جس خالق نے مخلوق کو پیدا کیا ہے اس کی حیثیت کیا ہے اور بحیثیت خالق کے اللہ کی حیثیت کیا ہے ان پانچ آیتوں پر اگر غور فکر کیا جائے تو مخلوق کی جو بنیاد، مخلوق کی جو کفالت، مخلوق کا مجبور ہونا اور مخلوق کا دنیا کے ساتھ توقعات قائم کرنا اور مخلوق کا اللہ کے ساتھ توقعات قائم کرنا یہ سارا پروگرام اس سورۃ میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہیں اے میرے محبوب ﷺ آپ لوگوں کو بتا دیجئے کائنات کی نوع انسانی کو، مسلمانوں کو، اللہ جو ہے وہ ایک ہے یعنی اللہ کی ہستی ایسی ایک ہستی ہے کہ جس میں دو نہیں ہوتے ایسا نہیں ہو سکتا کہ اللہ دو ہوں، چار ہوں، دس ہوں یا اللہ کے الگ الگ پرت ہوں اللہ ایک ہی ہے۔

اس میں بہت ہی زیادہ جب گہرائی میں گئے تو انہوں نے تو یہاں تک بھی کہا احد کا ترجمہ ایک ہونا نہیں ہے اللہ کی شان ربوبیت کو پورا کرنا ہے تو جب ہم ایک بولتے ہیں تو ہماری مجبوری یہ ہے کہ ایک کا مطلب یہ ہے کہ ہم دو بھی تسلیم کرتے ہیں اور دو کا تسلیم کرنا دراصل ایک ہے کیوں کہ ایک تابع ہے دو کے تین کے چار کے اس لیئے اگر ہم احد کا ترجمہ یہ کریں کہ اللہ ایک ہے اس میں اللہ کی خالقیت ہے ربوبیت ہے اس میں محدودیت یعنی ایک ہوگا تو دو ہوگا تو اب ہم یہ کہتے ہیں اللہ ایک ہے یہ ہماری مجبوری ہے کہ ہم ایک کے علاوہ کوئی اور لفظ اللہ کے لئے بیان نہیں کر سکتے یہی وجہ ہے کہ مختلف علماء نے مختلف ایک کا ترجمہ کیے کچھ ترجمہ کیا ہے لیکن بہر حال ایک ہونا یہ ہماری مجبوری ہے کہ اس لئے کہ مخلوق اتنی زیادہ کم ہمت ہے اور اتنی زیادہ مجبور اور محتاج ہے کہ وہ مجبور ہے یہ کہنے پر اللہ ایک ہے فی

www.ksars.org

الواقع یہ کہنا اللہ کی صفات کو احاطہ نہیں کرتا بہر حال کیوں کہ مجبوری یہ ہے اللہ ایک ہے تو اب ہمیں یہ دیکھنا ہے جب اللہ ایک ہے تو کیا مخلوق بھی ایک ہوتی ہے؟

تو ایک ہی جواب ہے مخلوق تو کہتے ہی ایک نہ ہو مخلوق کے معنی کثرت مثلاً نوع انسانی ایک مخلوق اب نوع انسانی ایک مخلوق کا مطلب ہوا کہ پانچ ارب آدمی جب ایک مخلوق کی تعداد کا پتا ہی نہیں کتنے ارب ہونگے۔ مخلوق کا مطلب ہے درخت کسی تعداد کا تعین ہی نہیں کیا جا سکتا جتنے کھرب درخت تو جہاں مخلوق کا تذکرہ آئے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مخلوق ایک نہیں ہوتی کثرت بیشمار تو پہلی بات یہ ہے کہ اللہ اور مخلوق کی یہ جو صفات ہم بیان کرتے ہیں خالق اور مخلوق کی تو ہم نے یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ مخلوق ایک نہیں ہوتی مخلوق کا مطلب ہے بے شمار انسان تو خالق کا مطلب ہے اللہ ایک ہے اور مخلوق کثرت ہے بہت سارے افراد اللہ ھو صمد...تو اللہ بے نیاز ہے بے نیاز کا مطلب کیا ہوا کہ اللہ وسائل کا محتاج نہیں ہے نہ اسے بھوک لگتی ہے، نہ اسے پیاس لگتی ہے، نہ اسے روشنی ضرورت ہے نہ اسے اندھیرے کی ضرورت ہے لاتا خزون...ان کو اُنگ بھی نہیں آتی نیند بھی نہیں آتی آیت الکرسی آپ نے پڑھی لاتاخذ...اللہ ایک ایسی ذات ہے کہ جس کو نیند بھی نہیں آتی او نگ بھی نہیں آتی۔

تو اب اس کا مطلب یہ ہوا مخلوق کی تعریف یہ ہے کہ مخلوق محتاج کے علاوہ کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ کوئی بھی مخلوق ہو درخت ہوں، پرندے ہوں، درندے ہوں، انسان ہوں، فرشتے ہوں جنات ہوں انسان کے بارے میں جب آپ غور و فکر کریں گے تو اس کی مجبوری ہے کھانا کھانا، اس کی مجبوری ہے پانی پینا، اس کی مجبوری ہے سونا، اس کی مجبوری ہے سونے کے بعد بیدار ہونا تو اللہ ھو صمد...اللہ ایسی واحد ہستی ہے کہ جو وسائل کی محتاج نہیں وسائل کی اسے ضرورت ہی نہیں ہے۔

جبکہ مخلوق جو ہے وہ وسائل کی محتاج ہوتی ہے اور وسائل کی اس طرح محتاج ہوتی ہے اللہ ھو صمد لم یلد ولم یولد...کہ مخلوق کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ماں باپ سے پیدا ہو اللہ کے لئے تو یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ وہ ماں باپ سے پیدا ہو لم یلد ولم یولد... مخلوق کے لئے یہ بھی ضروری ہے اس کی کوئی اولاد ہو اللہ اس سے بھی ماوراء ہے، اللہ کسی کی اولاد نہیں یعنی اللہ کا نہ کوئی باپ ہے نہ اس کی کوئی ماں ہے تو مخلوق اس لئے بے بس مجبور ہے اس لئے مخلوق کا تو مطلب یہ ہے وہ کسی کی اولاد ہو، مخلوق کا تو مطلب ہی یہ ہے وہ اس کی کوئی اولاد ہو اب اس میں انسان ہو، جانور ہوں درخت ہوں، اب دیکھئے مجبوری یہ ہے کہ درخت میں اب بیج نہ ہوں درخت کا کوئی فائدہ ہی نہیں، ماں باپ نہ ہوں تو انسان کہاں سے ہوگا، کبوتر انڈے نہ دیں تو بچے نہیں نکلتے، بکری بچے نہ دے تو اس کے بچے نہیں ہوتے، مخلوق کی مجبوری یہ ہے کہ پیدائش کے سلسلے میں بھی وہ مجبور ہے ولم یقولا اللہ کفون احد...اور اللہ کا کوئی خاندان بھی نہیں ہے مخلوق کی یہ بھی مجبوری ہے کہ اس کا خاندان بھی ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس سورہ مبارک میں اپنی پانچ صفات بیان کی ہیں۔

ایک یہ کہ اللہ کثرت نہیں ہوتا بلکہ مخلوق کثرت ہے، دوسرا یہ کہ اللہ کسی وسائل کا محتاج نہیں ہوتا اور مخلوق کی تعریف ہی یہ ہے وہ وسائل کی محتاج ہوتی ہے، اللہ کسی کا باپ نہیں ہے اللہ کسی کی اولاد نہیں ہے مخلوق کی یہ بھی مجبوری ہے مخلوق کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ کسی کی اولاد ہو یا کسی کا باپ ہو یا ماں ہو انسان ساری دنیا میں اور کائنات میں جتنی بھی مخلوقات آتی ہیں اس قانون کی پابند ہیں مخلوق کے لئے یہ بھی ضروری ہے کنبہ ہو، قبیلہ ہو، خاندان ہو، برادری ہو اللہ کی نہ کوئی برادری ہے اللہ کا نہ کوئی خاندان ہے یہ پانچ صفات پر

www.ksars.org

مشتمل ہے اب دیکھنا یہ ہے روحانی نقطہ نظر سے کہ ان پانچ صفات میں سے جو خالق کائنات نے بیان کی ہیں کیا کسی ایک صفت میں مخلوق حصے دار بن سکتی ہے یہ سوچنے کی بات ہے کہ پانچ صفات اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے، اللہ تو کثرت نہیں ہے مخلوق کثرت ہے میں بار بار اس کو اس لئے دوہرا رہا ہوں آپ کے ذہن نشین ہو جائے کہ مخلوق کثرت ہوتی ہے اللہ کثرت نہیں ہوتا، مخلوق ہر ہر قدم پر وسائل کی محتاج ہے اللہ کو وسیلے کی ضرورت ہی نہیں اللہ تو وسائل بنانے والا ہے، استعمال نہیں کرتا، اللہ کا کوئی باپ نہیں ہے، اللہ کسی کا باپ نہیں ہے اللہ کا کوئی خاندان نہیں ہے ان پانچ صفات میں سے تلاش یہ کرنا ہے کہ انسان اللہ کی کوئی چیز صفت ایسی ہے کہ جس صورت سے ہم رشتہ ہو کر اللہ سے قریب ہو جائے تو وہ ایک صفت اللہ وصمد... کہ اللہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔

تو پانچ صفات میں سے چار صفات تو ایسی ہیں کہ مخلوق اس کے بارے میں سوچ وبچار ہی نہیں کر سکتی کثرت ہونا ضروری ہے باپ ہونا ضروری ہے، اولاد ہونا ضروری ہے، خاندان ہونا ضروری ہے، اب ایک صفت کے اللہ وسائل کا محتاج نہیں ہوتا دنیا تو مخلوق اگر چاہے تو دنیا سے اپنی توقعات ختم کر کے اللہ تو قع قائم کر سکتی ہے یعنی دنیا سے بے نیاز ہو کر اللہ کے ساتھ نیاز بندی کر سکتی ہے اللہ ھو صمد... اور یہ ایسی بات ہے نہ اس میں کوئی پریکٹس کی ضرورت ہے نہ اس میں کوئی مراقبہ کی ضرورت ہے، نہ اس میں کوئی سوچ وبچار کی ضرورت ہے ،اس لئے کہ جب انسانی کا ہم تجزیہ کرتے ہیں تو وہاں ہمیں ایک ہی بات نظر آتی ہے کہ پیدائش کے پہلے دن سے مرنے کے دن تک انسان کو جتنے بھی وسائل مہیا ہیں وہ سب اللہ کی طرف سے ہیں۔ اس میں مخلوق کا کوئی عمل دخل نہیں ہے اب آپ ماں کو دیکھ لیں کہنے کی تو بات یہ ہے ماں کے پیٹ سے آپ کو خون بطور غذا منتقل ہوتا رہتا ہے۔

آپ اس غذا کو حاصل کر کے نشوونما پاتے رہتے ہیں۔ مٹر کے دانے کے برابر ہوتے ہیں سات آٹھ پونڈ کے بچے بن جاتے ہیں ماں کے پیٹ کے اندر لیکن یہ بات غور طلب ہے کہ ماں کے پیٹ کے اندر یہ جو غذائی سسٹم ہے وہ کس نے بنایا تو ماں وسیلہ تو بنی لیکن ماں کو وسیلہ بنانے والا جو ہے وہ اللہ ہے اگر اللہ ماں پیدا ہی نہیں کرتا اگر اللہ ماں کو وسیلہ ہی نہیں بناتا تو کیا یہاں دنیا میں رونق آپ کو نظر آسکتی تھی۔ یہاں کوئی انسان ہو سکتا تھا، کوئی پرندہ ہو سکتا تھا، کوئی چرندہ ہو سکتا تھا، کوئی درخت ہو سکتا تھا، کوئی پھول ہو سکتا تھا، تو اگر ماں وسیلہ ہی بن گئی ہے بچے کی نشوونما کے لئے تو وہ بھی اللہ نے ہی وسیلہ بنایا ہے اس کے بعد آپ پیدا ہوئے ماں کے پیٹ سے جب آپ پیدا ہوئے تو یہ بات ہر آدمی جانتا ہے اس میں کوئی سوچ وبچار کی بات ہے کہ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو دنیا پیدا ہونے کے بعد نہیں بنتی پہلے سے ہی دنیا اس کے لئے موجود ہوتی ہے یعنی وسائل جو ہیں اس کو زندہ رہنا ہے چیزیں پہلے سے موجود ہوتی ہیں۔

زمین بھی موجود ہے جب بچہ پیدا ہوتا ہے اس سے پہلے زمین بھی موجود ہے، پانی موجود ہے ہوا بھی موجود ہے، دھوپ بھی موجود ہے اور کھانے پینے کی جتنی بھی چیزیں ہیں وہ بھی موجود ہے دوسری بات بہت زیادہ غور طلب یہ ہے کہ جتنے بھی وسائل موجود ہیں وہ سارے کے سارے بلا چوں وچراں موجود ہے ایک بچہ پیدا ہوا اس کو ہوا کی بھی ضرورت ہے، اس کو آکسیجن کی بھی ضرورت ہے، اس کو پانی کی بھی ضرورت ہے، اس کو دھوپ کی بھی ضرورت ہے اس کو سائے کی بھی ضرورت ہے اس روٹی کی بھی ضرورت ہے اگر ماں روٹی نہیں کھائے گی تو پیٹ نہیں بھرے گا، اس کو فروٹ کی بھی ضرورت ہے اگر ماں کے سینے میں اگر اللہ دودھ نہیں ڈالے گا تو سارے بچے مرجا ئیں گے۔ تو اللہ نے مخلوق کے لئے جو وسائل پیدا کئے اس کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ نے بنائے دیئے ہیں اور تخلیق کئے ہیں۔

www.ksars.org

اس لئے تخلیق کر دیئے اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے کہ کفالت اگر کسی کے ہاتھ میں ہے تو صرف وہ اللہ ہے اور کسی کے ہاتھ میں نہیں ہے اور جتنی چیزیں آپ نے استعمال کیں ہیں ان کی کوئی قیمت نہیں ہے ابھی آپ آکسیجن کا ایک سلنڈر لیکر لگائیں ناک میں اس سے جناب سانس کی تکلیف بھی ہوگی، سینے میں آپ کے جگہ جگہ درد بھی ہونگے اور سانس بھی زور زور سے لمبے لمبے لے رہے ہونگے اور سات آٹھ ہزار سلنڈر کے بھی دینے پڑے گے۔ آکسیجن نہ آپ کو نظر آرہی ہے اور نہ آپ کو پتا ہے کیا چیز آپ کو مل رہی ہے ذرا سی ہوا بند ہو جاتی ہے آپ پنکھے چلاتے ہیں۔

پہلے پنکھا خرید و پھر بجلی کا بل ادا کرو اور بجلی کا بل تو جب ادا کرو پہلے وائرنگ کراؤ تھوڑی سی ہوا کے لئے آپ کو انتہائی درجے محنت کر کے پیسہ حاصل کرنا پڑھتا ہے پھر آپ تھوڑی سی ہوا حاصل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا یہ آپ گھر کے اندر ہوں باہر ہوں چھت پر ہوں میدان میں ہوں ہوا جو ہے چلی آرہی ہے، چلی آرہی ہے، بہت آپ کو تفکر کرتے نہیں انسان کی زندگی کا دارمدار جس طرح ہوا پر ہے اس طرح پانی پر بھی ہے آپ مہینے بھر پانی خرچ کرتے ہیں چھ مہینے تو آپ پانی خرچ کرتے ہیں آپ کے پاس بل آجاتا ہے کے جی ایس پی ایم سی (واٹر بورڈ) اتنے پیسے بنے ہیں آسمان سے کبھی یہ نہیں آیا کہ آپ نے اتنا پانی خرچ کیا تو اتنی نفلیں پڑھو تو پانی دینگے نہیں تو نہیں یا اتنی دفعہ اللہ کا تذکرہ کرو تو پانی ملے گا یہ جتنے بھی آپ زندگی کے بارے میں غور فکر کریں گے تو وسائل اللہ نے جو بنائے ہیں وہ سارے کے سارے آپ کو مفت عطا کئے ہیں کوئی پیسہ نہیں کچھ نہیں کہ آپ نماز پڑھے گے تو پانی ملے گا نماز نہیں پڑھیں گے تو پانی نہیں ملے گا کہیں یہ نہیں ہے کہ آپ اللہ کو مانے گے تو ہوا ملے گی اللہ کو نہیں مانے گے تو ہوا نہیں ملے گی۔

اس کا مطلب یہ ہوا جب ہم اپنی زندگی کو کھنگالتے ہیں، بچپن سے لیکر موت تک کے وقفے کو ہم ڈھونڈتے ہیں اس پر غور کرتے ہیں تو ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ ہم وسائل کے بغیر زندہ نہیں رہے سکتے اور وسائل کہاں سے آئے، وسائل اللہ نے پیدا کئے ہیں تو اب انسان کی ایک صفت ایسی ہوئی انسان کے اندر کہ اس کو کرنا یہ ہے کہ جن وسائل کی بنیاد پر وہ زندہ ہے وہ وسائل اسے مفت فراہم ہیں اور اللہ کی طرف سے اس کو مل رہے ہیں تو کوئی انسان اگر دنیا والوں سے توقعات چھوڑ کر اللہ کے ساتھ قائم کرلے تو وہ اللہ ھو صمد... کے دائرے میں آجائے گا یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جو آپ کی سمجھ میں نہیں آئے وسائل کے بغیر انسان زندہ نہیں رہے سکتا اب جو وسائل زندگی کی بنیاد پر ہیں وہ آپ کو مل رہے ہیں اگر آپ اللہ کے علاوہ کسی بندے سے توقع قائم کر رہے ہیں تو وہ بندہ بھی وسائل کا محتاج ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا آپ اپنے جیسے مجبور بندے سے توقعات قائم کر رہے ہیں۔

تو کیا بے قوفی کی بات ہے جس اللہ نے پیدائش سے پہلے سارے وسائل اس دنیا میں مہیا کر دیئے ہیں، آپ اس اللہ کے ساتھ جب توقعات قائم کریں گے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ نے اپنا کفیل، اپنا رب، اپنا اللہ، اپنا خالق، اللہ کو تسلیم کر لیا اور یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ آپ نے کوئی بہت بڑا کارنامہ انجام دیا یہ تو ہو ہی رہا ہے۔ بات صرف اتنی سی ہے اب دیکھئے پانی پی رہے ہیں کبھی یہ نہیں سوچا پانی پیا اب سوچو کہ اللہ پانی دیا تو آپ یہ سوچ کر نیوالہ بنا کر روٹی کھا رہے ہیں لیکن یہ کبھی نہیں سوچ رہے کہ اللہ نے اگر زمین نہ بنائی ہوتی گیہوں کہاں سے پیدا ہوتا؟

www.ksars.org

اللہ نے پتھر نہ بنایا ہوتا چکی کہاں سے پیدا ہوتی ،اللہ نے زمین بھی بنادی گیہوں کا دانہ بھی بنادیا اللہ پانی نہ برساتا کھیتی کیسے اُگتی ،اب دیکھئے آپ کے پاکستان میں خیر کی بات ہے بارش نہ ہو تو کتنی پریشانی ہے بڑی بڑی سائنسی ایجادات ہوئی ترقی ہوئی بارش برسا کر دیکھائے کوئی بڑے سے بڑا بادشاہ کوئی زمین یا زمین کا ایک ٹکڑا بنا کر دیکھائے اللہ نے تو لاکھوں لاکھوں مربع زمین بنا رکھی ہے نہ کوئی سائنسدان ایک فٹ کی زمین بنا کر دیکھادے ،کوئی سائنسدان پانی بنا کر دیکھادے ،کوئی سائنسدان ہوا بنا کر دیکھادے ،،کوئی سائنسدان آکسیجن بنا کر دیکھا دے ،،کوئی سائنسدان گیس بنا کر دیکھادے اور اگر کوئی چیز بن بھی گئی ہے تو اس کے بارے میں تو آپ غور کریں گے تو دنیا کے وسائل کو اکھٹا کر کے کوئی چیز بن رہی ہے یعنی ہوائی جہاز بن گیا اب ہوائی جہاز بن گیا اس میں پلاسٹک نہ ہو زمین کے اوپر پلاسٹک نہ ہو ،زمین کے اوپر لوہا نہ ہو ،زمین کے اوپر پٹرول زمین کے اندر اور وہ انسان ہی نہ ہو جس انسان کے دماغ نے یہ جہاز بنایا ہے تو جہاز کیسے بنے گا۔ ریل ہے اب ریل کی پٹری پر ڈبے بھاگتے ہیں دوڑتے ہیں لوہا ہی نہ ہو تو پٹری کہاں سے بنے گی ریل کے ڈبے کہاں سے گزریں گے۔

یہ جتنی بھی ایجادات ہیں اب ریڈیو ہے اب ریڈیو میں جتنی بھی چیزیں ہیں پرزے ہیں ٹرانسسٹر ہے فلاں ہیں فلاں ہیں جو کچھ ہے وہ ساری زمین کی چیزیں ہیں پہلے سے پیدا ہو چکی ہیں۔ زمین کے موجود وسائل کو اکھٹا کر کے تخلیق کی جاسکتی ہے۔ لیکن ایسی تخلیق کوئی عملاً نہیں آسکتی کہ جس میں اللہ کے بنائے ہوئے وسائل کا کوئی عمل دخل ہو ثابت ہوا کہ جو کچھ بن رہا ہے وہ بھی ایسی بنیاد پر بن رہا ہے کہ اللہ نے پہلے سے ان چیزوں کے اندر جو وسائل پہلے سے پیدا کر دئے تو اب یہ کتنی عجیب بات ہے کہ ایک سائنسدان کی بنائی ہوئی چیزوں کو تو ہم اتنا اچھال رہے ہیں اتنی ترقی ہو گئی ،اتنی ترقی ہو گئی ،نوع انسانی یہ ترقی کر گئی اس بندے نے جس نے ترقی کی سب سے پہلے اپنا دماغ استعمال کیا اس کو پیدا کس نے کیا؟ اس کا دماغ کس نے بنایا؟ اس نے جس چیزوں سے یہ تخلیق کی وہ چیزیں کس نے بنائی؟

تو ثابت ہوا کہ یہاں جو بھی کچھ ہے۔ وہ اللہ کا بنایا ہوا ہے اور انسان کی جتنی بھی ضروریات ہیں وہ ان چیزوں سے پوری ہوتی ہیں جو اللہ نے پہلے سے تخلیق فرمادی تو اللہ ھو صمد...اللہ وسائل کا محتاج نہیں اللہ کو کسی بھی قسم کی ضرورت نہیں ہے احتیاج نہیں ہے۔ نہ وہ کھانا کھاتا ہے نہ وہ پانی پیتا ہے نہ وہ سوتا ہے جیسے میں نے آپ سے عرض کیا نہ اس کو نیند آتی ہے تو اگر ہم اپنی زندگی کا مطالعہ کریں تو ایک ہی بات ہماری سمجھ میں آتی ہے کہ ہماری زندگی کا دارمدار صرف اور صرف اللہ کے بنائے ہوئے وسائل پر سے ہے ہم ہماری ضرورت یہ ہے اللہ سے کبھی توقعات نہیں ہوتی لوگوں سے توقعات ہیں۔

بیٹا ہے بوڑھاپے کا سہارا بنے گا ،بیوی ہے زندگی میں کام آئے گی ،شوہر ہے کچھ کما کر لائے گا اور کچھ پتا نہیں کب چاہے بیوی مر جائے ، جب چاہے شوہر مر جائے ،جب چاہے بچے مر جائے باپ بچوں کی پرورش اس لئے کر رہا ہے میرے بوڑھاپے کا سہارا بنے گا ہو سکتا ہے بچہ ہی نہیں رہے گا ہو سکتا ہے باپ ہی نہ رہے ایسا رات دن ہوتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے آپ بچوں کو پرورش کر دیں پڑھا دیں لکھا دیں ان تربیت کر دیں کہ وہ بوڑھاپے میں آپ کے کام ہی نہ آئیں آج کل یہ عام ہی ہو رہا ہے تو قرآن پاک کی صورت میں قل اللہ احد...اللہ ھو صمد...لم یلد ولم یلد...میں اللہ تعالیٰ نے اپنی پانچ صفات کا احاطہ کیا ہے۔ اور بحیثیت خالق سے رسول اللہ ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ یہ جو راز ہے یہ راز میری مخلوق تک آپ پہنچائیں گے قل اللہ...ان کو بتادیں مخلوق جو ہے وہ پانچ صفات سے تخلیق ہوئی ہے اور اللہ میں پانچ ہے پانچ صفات اللہ نے دی پانچ صفات اللہ کی کیا ہیں؟

www.ksars.org

وہ پانچوں صفات جو مخلوق میں ہیں اللہ میں نہیں اور وہ پانچوں صفات خالق میں ہے مخلوق میں نہیں ہیں۔اب ان میں پانچ صفات میں سے ایک صفت ایسی ہے کہ اگر مخلوق چاہے تو دنیا سے توقعات چھوڑ کر اللہ کے ساتھ ساری توقعات قائم کر لے کسی آدمی نے اگر کسی کی توقع پوری بھی کر دی تو کتنی کر دی ایک، دو، تین، چار اور بعد میں کہے گا میں نے کیا اس کا ٹھیکہ لے رکھا ہے تو غریب ہے اس لئے اور اللہ ایسا اللہ ہے کہ جس کو یہ قدرت حاصل ہے وہ ہر منٹ میں چاہے تو ایک لاکھ توقعات مخلوق کی پوری کر سکتا ہے اور اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب تم سو جاتے ہو تو آدمی موت میں چلے جاتے ہو تو کون ہے وہ جو تمہیں موت سے نکال کر دوبارہ زندہ کر دیتا ہے؟

آدمی سو جاتا ہے اللہ میاں اس کو اگر بیدار نہ کریں یا اس کی روح واپس نہ کریں تو سارے مر جائیں گے کیوں کہ سونا تو مرنا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اللہ وہ ذات ہے وہ رحیم و کریم اللہ ہے جب تم سو جاتے ہو تو بولو مر جاتے ہو اللہ اپنی رحمت سے تمہاری روح کو واپس لوٹا دیتا ہے تم پھر زندہ ہو جاتے ہو پھر زندگی کے حرکات و سکنات میں تھک کر تم چور ہو جاتے ہو تمہارا جسم بے کار ہو جاتا ہے، تم چلنے پھرنے کے قابل نہیں رہتے، کھڑے کھڑے گر جاتے ہو، اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر موت وارد کر دے اور اس موت میں تمہارے اندر روح کو ڈال کر انرجی کا ذخیرہ کر دیتے ہیں۔اب تھکا ہوا آدمی جب سوتا ہے تو اس کی حالت آپ سب کو پتا ہو گا سونے سے پہلے کیا حالت ہوتی ہے اگر نیند پوری نہ ہو تو اور جب وہ کہے تو معلوم ہوتا ہے تھکن سے سارا جسم ٹوٹ رہا ہے۔تو اس کا مطلب یہ ہوا وہ آدھی موت جو ہے آپ کے لئے انرجی کا ذخیرہ بن جاتی ہے ایک طرف آپ مر رہے ہیں آدھی موت اور دوسری طرف جب آپ اٹھتے ہیں تو کیا دیکھیں آپ کو کوئی تھکان کا احساس ہی نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو حلق دیا اگر حلق بند ہو جائے آپ پانی نہیں پی سکتے آپ کھانا نہیں کھا سکتے میرے پاس ایک مرید آئے پیچھے سال کا ذکر ہے یہ مراقبہ ہال میں تو سوکھا پتلا سوکھا ہوا بالکل، بھائی تمہیں کیا تکلیف ہے کہنے لگے میں نے کہا ڈاکٹر کو دیکھا یا اس نے کہا ہر قسم کے ٹیسٹ ہو گئے ہیں اس کو بھی دیکھا اس کو بھی دیکھایا، ہر حکیم ہر ڈاکٹر یہی کہتا ہے کوئی بیماری نہیں ہے تمہیں لیکن میں کھا نہیں سکتا نگل نہیں سکتا بھائی کیسے تمہارا گزارہ ہے کھانا پینا تو پڑتا ہے کہنے لگے بسکٹ وہ پہلے آتے تھے ننھے منے سے بسکٹ اس کو پانی میں گھول لیتے ہیں اور پانی میں گھول کر اس کو ہاتھوں سے مسل کر منہ میں ڈال کر ایسے ایسے حلق کرتا ہوں تو وہ نیچے اترتے ہیں کھانے کا وقت ہوا سب لوگ کھا نا کھا رہے ہیں اس نے منہ بنا لیا میں نے اس سے کہا آپ کھانا کھائیں چاول دیئے تھوڑے سے اب وہ جناب اس نے منہ میں رکھتے حلق میں نہ جائیں تو زور لگا کر اتر گیا اب اس نے ایسا کیا تو جناب اس کی تو آنکھیں ہی اوپر چڑ گئی آنکھوں سے پانی ناک سے پانی اب مراتب مرا جب مرا میں نے دیکھا کہ یہ تو مر رہا ہے کیا بات ہو گئی خیر اس وقت جو ہوا اب میں آپ کو ایک بات سناؤ گا بہت غور طلب بات ہے یہ اب مجھے فکر ہوئی کہ یہ بات کیا ہے میں اس کا گلہ پکڑا کر دیکھا تنکا بھی ڈالا بالکل گلہ بالکل صاف تھا کوئی ٹونسنس نہیں تھے کوئی اندر سے گلہ پکا ہوا نہیں تھا پھر میں نے اس سے تنہائی میں اس سے بات کی، بہت اس پر توجہ کی بہت توجہ کی تو اس کے بعد یہ پتا چلا جو اس نے بتایا صاحب میرے اوپر یہ خوف طاری ہے اگر میں نے کوئی چیز نگل لی اور وہ حلق میں جا کر پھنس جائے گی میں مر جاؤں گا میں نے اس کی طرف دیکھا اور میں نے کہا بھائی یہ اتنے سارے لوگ کھا رہے ہیں کہنے لگے یہ سب میں دیکھتا ہوں سمجھتا ہوں لیکن پتا نہیں کیا ہے کوئی بھی چیز

www.ksars.org

روٹی کا نیوالہ یا کوئی ٹھوس چیز کھائی جب حلق کے اندر اتری اور یا جو میں کھا رہا ہے وہی روک جائے گی اوپر سے سانس نہیں آئے گا میں مر گیا۔

تو میں نے کہا بھئی یہ تو بات ہی غلط ہے سانس لینے کی نالی الگ ہوتی ہے حلق الگ ہوتا ہے تو کہا جی وہ کیسے ہوتا ہے تو پھر میں نے کہا صبح کو بات کریں گے، پھر صبح کو لطیف بھائی آئے ہم نے ان سے کہا بھئی اس بندے کو لیجاؤ ایک قصائی کی دوکان پر لیجاؤ اور وہاں اس کو سری دیکھاؤ دو تین سریاں دیکھاؤ اور اسے یہ بتاؤ نالیاں دو ہوتی ہیں نرخہ الگ ہوتا ہے سانس کی نالی الگ ہوتی ہے اچھا وہ دیکھ کر آ گیا اب اس کا جناب یقین تھوڑا سا کمزور ہوا اگر میں کوئی چیز کھالوں گا تو وہ اٹک جائے گی میں مر جاؤں گا اس کے بعد میں نے آہستہ آہستہ اس کو کھلانا پلانا شروع کیا وہ تین دن یہاں رہا چوتھے دن چلا گیا تو اس کا کہنا یہ تھا کہ پتا نہیں کتنے چودہ سال بتا رہا تھا یا بارہ سال بتا رہا تھا میں نے کچھ کھایا ہی نہیں ہے تو باباجی کی کرامت مشہور ہو گئی صاحب پندرہ سال کے بعد کھانا کھلا کر بھیج دیا اب اس میں کرامت کا کیا کچھ بھی نہیں اگر یہی صورت میرے اوپر آپ کے اوپر بکر کے اوپر محمود کے اوپر طاری ہو جائے اور ہمارے اندر خوف ہو جائے کہ ہم کوئی چیز کھائیں گے تو گلے میں اٹک جائے گی تو کیا ہم زندہ رہ سکتے ہیں؟

اللہ کا نظام ہے جتنے لقمے کھائے جاتے ہیں اور جناب اس لقمے سے پیٹ بھی بھر جاتا ہے وہاں کھانا ہضم بھی ہو جاتا ہے تین وقت آپ کھانا بھی کھالیتے ہیں۔ پانی پتا نہیں گرمی میں مٹکے مٹکے ہی پی جاتے ہیں پتا نہیں وہ کدھر چلا جاتا ہے کیا اللہ اب ابھی بھی ایسی ہستی نہیں ہے کہ آپ دنیا سے توقعات چھوڑ کر اللہ کے ساتھ قائم کریں۔ کیا آپ کو ابھی بھی اللہ کے رحیم و کریم ہونے کا احساس نہیں ہے۔ وہ اللہ جو آپ کو روز مارتا ہے روز پیدا کرتا ہے، وہ اللہ جو آپ کو روز نئی زندگی عطا کرتا ہے، آپ ڈیڑھ فٹ کے بچے ہوتے ہیں سات فٹ کے آدمی بن جاتے ہیں یہ ڈیڑھ فٹ کے بچے میں سات فٹ کے آدمی میں کیا اللہ کی کوئی نشانی نظر نہیں آتی۔ اللہ نے آپ کو دماغ دیا ہر شخص کسی نہ کسی خیالات میں مصروف رہتے ہیں کبھی اچھے خیال آتے ہیں کبھی برے خیال آتے ہیں آپ کو اللہ نے حافظہ دیا، آپ کو اللہ نے ذہن دیا، عقل دی کیا کبھی آپ نے یہ سوچا ہے دماغ میں جو خیالات کا جو سلسلہ ہے وہ کونسا سا نظام ہے کون سے تار لگے ہوئے ہیں کہ آپ کے دماغ میں برابر خیال آتے ہیں کچھ پتا نہیں آپ کو خیال کہاں سے آئے کیا آپ اپنے اندر کی مشین پر غور نہیں کرتے؟

دیکھئے ذرا سی تکلیف ہو جاتی ہے تو پانچ لاکھ روپے کا آپریشن ہوتا ہے جب دل میں تکلیف ہو جائے تو سات لاکھ لیتے ہیں آپریشن کے مرمت کے سات لاکھ روپے اور آپ کا دل چل رہے ہیں تب بھی کام کر رہا ہے، آپ سو رہے ہیں تب بھی کام کر رہا ہے، بیٹھے ہیں تب بھی کام کر رہا ہے، آپ نے کبھی اس پر غور نہیں کیا کہ دل کی حرکت کس بنیاد پر قائم ہے اگر اللہ تعالیٰ آپ سے پیسے لینا شروع کر دے میڈیکل سائنس کے حساب سے تو میں نے حساب لگایا تھا کہ سات لاکھ اس کے، پھیپھڑوں کے اتنے اور گردوں کے اتنے تو فلاں کے اتنے تو بیالیس لاکھ ہوتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ روزانہ اللہ تعالیٰ آپ کے اوپر آپ کے جسم کے اندر مشینیں ہیں ان مشینوں کو بحال رکھنے کے لئے بیالیس لاکھ روپے لیتا جو ہستی بیالیس لاکھ روپے روزانہ آپ کے اوپر خرچ کر رہی ہے تب بھی آپ اس سے توقع قائم نہیں کرتے اور جو آپ کے سامنے آپ کو تین ہزار روپے مہینہ دے رہا ہے آپ اس کے آگے ہر وقت ہاتھ جوڑے کھڑے ہیں۔

اس سے بڑی ناانصافی اس سے بڑی جہالت اس سے بڑی ناشکری اس سے بڑا کفران نعمت کیا ہو سکتا ہے۔

www.ksars.org

اللہ تعالیٰ نے حضور پاک ﷺ کو اس دنیا میں بھیجا اور اس لئے بھیجا کہ مخلوق اور خالق کے رشتہ کو اللہ تعالیٰ کا جو ساتھ ہے مخلوق کے ساتھ اللہ کے ساتھ جو مخلوق کا رشتہ ہے حضور پاک ﷺ نے اس کو پوری وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے حضور پاک ﷺ نے آپ کو آخری حج میں حضور پاک ﷺ نے گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جو کچھ بتایا تھا آپ لوگ گواہ ہیں کہ میں نے وہ سب کچھ آپ کو بتادیا ہے لیکن ہماری صورت یہ ہے کہ ہم کھا بھی اللہ کا رہے ہیں، پی بھی اللہ کا رہے ہیں، زندگی کا ذخیرہ بھی اللہ ہی فراہم کر رہا ہے، اولاد بھی ہمیں اللہ کی طرف سے مل رہی ہے، کیوں کہ ہمیں پانی اللہ نے دیا اب بتایئے کبھی کسی آدمی نے کہا ہی نہیں پانی اللہ دے رہا ہے اس سورۃ کو میرا جو اپنا خیال ہے اور میرا جو اپنا زندگی کا تجربہ ہے وہ یہ ہے کہ اس سورۃ کو ہر مسلمان کو روزانہ ضرور پڑھنا چاہئے اور خالق اور مخلوق کا جو رشتہ بیان ہوا ہے اس سورۃ پاک میں اس پر غور وفکر کرنا چاہئے جب ہمارے ذہن میں یہ بات آجائے گی کہ توقعات کا درومدار صرف اور صرف اللہ سے ہے توقعات مخلوق کی، مخلوق پوری نہیں کر سکتی کوئی مخلوق کسی کا مقصد کیا پورا کرے گی وہ تو خود ایک مجبور انسان کسی کا کیا کرے گا میں نے ایک کتاب میں واقعہ پڑھا کہ ایک صاحب کسی بادشاہ کے دربار میں گئے کہ کوئی ضرورت تھی، کہا بادشاہ سے درخواست کروں ان کو بیٹھا دیا گیا تو انہوں نے دیکھا پردے کے پیچھے بادشاہ بیٹھا ہوا ہے اور اس کے ہاتھ اٹھے ہوئے ہیں تو وزیر سے پوچھا صاحب نے کہ یہ بادشاہ کیا کر رہا ہے؟

تو اس نے کہا بھئی بادشاہ مانگ رہا ہے۔تو اس نے کہا بادشاہ بھی مانگتا ہے؟ تو کہنے لگا ہاں سب مانگتے ہیں اس نے کہا یہ کس سے مانگ رہا ہے ؟اس نے اللہ سے مانگ رہا ہے۔تو اس نے کہا مجھ سے زیادہ بے وقوف کون ہوگا جو میں اس سے مانگو، میں بھی اللہ سے ہی جا کر مانگو گا۔اس سورۃ مبارکہ کی ایک فضیلت یہ ہے اگر آدمی اس کا مطالعہ کرے اور دوسری میں نے آپ سے روحانی تفسیر بیان کی ہے کہ پانچ صفات، پانچ ایجنسیاں، پانچ نقطے اللہ نے اس میں بیان کئے ہیں اور اس میں یہ بات اتنی وضاحت کے ساتھ بیان کر دی گئی ہے کہ اگر انسان چاہے اس کو مجبوری کہہ لے چاہے نہ کہہ یہ میں الگ سے کہے رہا ہوں یہ تو مجبوری ہے توقعات تو مجبوراً پوری کر رہا ہے وہ لیکن اس نے اپنا ارادہ شامل کر لیا تو وہ اللہ کا شکر گزار بندہ یقیناً بن جائے گا اس لئے اس کے سامنے یہ بات آجائے گی کہ مخلوق کسی مخلوق کی توقع پوری نہیں کر سکتی۔

اللہ ہی توقع پوری کرتا ہے جب ساری مخلوق کی اللہ ہی توقع پوری کرتا ہے تو یہ بھی توقع اللہ کی ہے روحانیت میں آپ نے سنا ہوگا ایک لفظ ہے توکل، توقع بھروسہ اس توکل کا مطلب ہی یہ ہے انسان کے اندر جب اپنی ضرورت کا تقاضہ پیدا ہو تو اس کا ذہن اللہ کے علاوہ کسی بندے کی طرف کبھی بھی نہیں جائے گا غوث علی شاہ صاحب بزرگ تھے انہوں نے اپنی کتاب میں ایک قصہ لکھا میں اپنی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا وہاں ایک صاحب آگئے ٹھہر گئے مغرب کے بعد کھانا آیا تو میں نے صاحب کھانا کھا لیجئے تو کہنے لگے میں یہ کھانا نہیں کھاتا، میں تو مرغ پلائو کھاتا ہوں میں نے کہا بھئی یہاں پلائو کہاں رکھا ہے خیر انہوں نے تھوڑا سا کھانا رکھ دیا کہ باولہ آدمی ہے رات کو بھوک بھی لگی تو دے دیں گے وہ مسجد میں ٹھہر گئے میں اپنے حجرے میں جا کر دروازہ بند کر دیا بادل آرہے تھے بہت زور کی بارش برسی اسی بارش میں دروازے پر دستک ہوئی انہوں نے کہا کوئی فقیر ہی ہوگا اس کے کپڑے گیلے ہوگئے ہونگے اب میں نے تھوڑا سا دروازہ کھولا اندر بارش نہ آئے تو ایک صاحب نے جلدی سے بڑا تھال اندر دیا اور کہا ملا جی یہ پلائو رکھ لو برتن سمیٹھ کے دے دو جلدی سے۔

www.ksars.org

میں نے حجرے سے نکلا اور کہا آپ کا پلاؤ آ گئے اب کھالے، کہنے لگے ہاں شروع کرتے ہیں میں نے پانی لا کر رکھ دیا تو اتنے یں مجھ سے پو چھا بھی نہیں کہ تم بھی کھالو تو میں نے مذاق میں کہا اللہ کے بندے بھئی جھوٹ ہی پوچھ لو تو اس نے کہا جھوٹی تواضع کیا ہوتی ہے بھئی ، سچی ہوتی ہے تو دال کھانے والے لوگ پلاؤ کیسے کھاؤ گے ، ہم تو پلاؤ ہی کھاتے ہیں اللہ پلاؤ دیتا ہے تو کھاتے ہیں ورنہ کھاتے ہی نہیں ہیں کہنے لگے صاحب اس بات سے بڑا حیران ہوا یہ مرغ پلاؤ بارش میں کیسے آیا؟ کیوں آیا؟

رات کے ٹائم اب مجھے انتظار ہوا کہ وہ برتن لینے آئے تو اس سے پوچھو تو میں نے پوچھا اس سے کہ بھئی آپ اتنی بارش میں مرغ پلاؤ لانے کا کیا خیال آیا تمہیں، کہا مولوی جی بات یہ نہیں ہے میری بیوی نے منت مانی تھی اللہ سے اور منت یہ مانی تھی ایک چوزا پال لیا مرغی کا اور منت یہ مانی تھی جب میری منت پوری ہو گی اسی دن ملا جی کو مرغ پلاؤ کھلاؤں گی تو جیسے ہی اس کی منت پوری ہوئی اس نے مرغ پلاؤ پکا لیا اور اتنی دیر میں بارش ہو گئی تو بیوی نے کہا کہ ہماری منت پوری ہونی چاہیئے ہمیں بارش میں یہ دے کر آؤ ملا جی تک پہنچاؤں وہ کھانا میری بیوی نے کہا مجھ سے بھگوان اتنی دیر ہو گئی وہ تو کھا بھی چکے ہونگے تو انہوں نے کہا ہمیں کچھ نہیں واسطہ بس پہنچا دو کسی طرح پہلے میں اس فقیر کے پاس گیا کہنے لگا بھئی یہ کیا چکر ہے کہنے لگے دیکھو بات یہ ہے کہ ہم کسی مخلوق سے توقع نہیں رکھتے ہم اللہ سے توقع رکھتے ہیں اللہ سے ہم نے کہہ دیا ہم مرغ پلاؤ کھلاؤ گے تو کھائیں گے نہیں کھلاؤ گے تو بھوکے پڑے رہے گے تو بھئی ہم مرغ پلاؤ ہی کھاتے ہیں ایک وقت نہ ملے دو وقت نہ ملے تین وقت نہ ملے کھاتے ہی نہیں ہے ہمارا مرغ پلاؤ کا انتظام ہو جاتا ہے جیسے تم نے ہمیں رات کو پلا ئو کھلایا۔

ایک واقعہ انہوں نے لکھا تو یہ ہے کہ آپ اپنی زندگی میں اس قسم کے ہزارہ تجربات سے گزارتے ہیں کہ آپ کو کبھی کسی چیز کا خیال آیا کہ وہ حلوہ کھلاتے ہیں اس قسم کے واقعات اکثریت ہوتے ہیں لیکن کیوں کہ ہمارے ذہن میں اللہ ہی ہے اس نے ہمارے پڑوسیوں کے دل میں یہ خیال ڈالا کہ حلواہ پہ فاتحہ بھجیں اللہ کو نہیں بلکہ یہ کہتے ہیں پڑوسیوں نے حلواہ بھیجا آپ سب حضرات سے یہ درخواست ہے کہ روزانہ رات کو سونے سے پہلے قل اللہ پڑھنے کی کوشش کریں اور جس طرح میں نے بتایا ہے کہ اللہ تعالی نے اپنی پانچ صفات کا تذکرہ فرمایا ہے جس میں سے چار صفات ایسی ہیں کہ مخلوق کسی بھی طرح اس میں داخل نہیں ہو سکتی۔ یہ اللہ اور اللہ بے نیاز ہے دنیا سے کائنات سے وسائل سے جو چاہے جس طرح چاہے، جب چاہے، جو چاہے کر دیتا ہے آپ اگر اپنا ذہن اپنی توقعات اللہ سے وابستہ کر دیں گے تو یقیناً آپ کا اللہ کے ساتھ تعلق قائم ہو جائے گا اور جتنا آپ کا اللہ کے ساتھ تعلق قائم ہو جائے گا اسی مناسبت سے دنیا سے توقعات کا جو سلسلہ ہے وہ آہستہ آہستہ ختم ہو جائے گا۔

پیغمبران علیہ الصلوۃ والسلام کے یہ طرز فکر ہے کہ وہ کوئی بھی کام کرتے ہیں ارادے سے غیر ارادی طور پر ان کا ذہن اللہ کی طرف لگا ہوا ہوتا ہے۔ اللہ جن لوگوں کو علم عطا کرتا ہے، اپنا علم عطا کر دیتا ہے یا روحانی علم جو اللہ تعالی عطا کر دیتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ بات ہمارے یقین میں پیٹرن ہو گئی ہے کہ یہاں جو بھی کچھ ہے وہ سب اللہ کی طرف سے ہے تو اس میں کیا شک ہے بھئی میں پیدا ہو، آپ پیدا ہوئے اب بتایئے میرے پیدا ہونے میں آپ کے پیدا ہونے میں آپ کا کیا اختیار ہے اللہ نے چاہا جب پیدا ہو گئے پیدا ہو کر ہی مر جاتے ایک مہینے کا بچہ مر جاتا ہے پانچ سال کا مر جاتا ہے چھ سال کا مر جاتا ہے ہم نہیں مرے تو بھئی اس میں ہمارا کیا اپنا اختیار ہے ساٹھ سال میں نہیں

www.ksars.org

مرے اس میں ہمارا کیا سو سال کے ہو گئے ایک دن کے ہو کر مر گئے اس میں ہمارا کیا ہے تو ہماری تو پیدائش بھی ہماری اپنی اختیاری نہیں ہے۔

کوئی آدمی اس دنیا میں مرنا نہیں چاہتا لیکن مرتا ہے اس کا مطلب ہے کہ زندہ رہنے پر بھی ہمیں کوئی اختیار نہیں ہے۔اس زندگی کی چھان بین کرنے سے ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے کچھ نہیں سب کچھ اللہ ہے۔انسان کی زندگی اس بنیاد پر قائم کہ اللہ چاہتا ہے کہ انسان زندہ رہے۔ لیکن جب اللہ چاہتا تو زلزلے آجاتے ہیں۔ ہزاروں لاکھوں ایک دم اس میں مر جاتے ہیں طوفان آجاتے ہیں پانی کے اس میں ہزاروں مر جاتے ہیں۔اس میں لاکھوں مر جاتے ہیں۔کیا وہ لوگ مرنا چاہتے ہیں عزیز م محترم ہماری پیدائش بھی ہماری اختیار نہیں ہے ہمارا جوان ہونا بھی ہمارے اختیار میں نہیں ہے، ہمارے اندر جو عقل و شعور ہے اس عقل و شعور کے بارے میں بھی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمارا اختیار میں ہے یہ چیزیں ان کو ذرا ٹھیک تو کر کے دیکھا دیں، پاگل ہو جاتے ہیں کبھی کسی پاگل کو ٹھیک ہوتے ہوئے دیکھا آنکھیں آنکھیں بھی ہیں پتلی بھی ہے پلکیں بھی ہیں جھپک بھی رہی ہے نظر نہیں آرہا ڈاکٹر حیران پریشان ہیں اس کو نظر کیوں نہیں آرہا؟

کیوں کہ اندر جو ہے وہ کچھ کیا ہوا ہے اندر جو ہے پردہ آگیا ہے تو اللہ تعالیٰ حفاظت نہ فرمائے تو کسی بھی آنکھ کے اندر پردہ آجائے ہم چلتے پھرتے ہیں بھاگتے دوڑتے ہیں پولیو ہو جاتی ہیں ٹانگیں ایسی لٹک جاتی ہیں ہماری ٹانگیں لٹک جائیں ہم کیا کر سکتے ہیں؟یعنی آپ کس کس چیز کا شکر ادا کریں تو آپ کی پوری زندگی اللہ سے وابسطہ ہے اللہ کے سہارے پڑی ہوئی ہے۔تو جب اللہ کے سہارے پر ہی ہم زندہ ہیں تو اللہ کے علاوہ مخلوق سے توقع قائم کرنا تو بہت ہی ناشکری اور جہالت کی بات ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم اپنی دماغی اور ذہنی صلاحیتوں سے اپنی زندگی کے بارے میں غور و فکر کریں۔دوسری فکریں چھوڑیں آپ،اللہ نے ہمیں کیوں پیدا کیا؟اللہ نے ہمارے اندر ایک سسٹم بنا دیا ہے دل کا، گردوں کا، پھیپھڑوں کا،آنتوں کا آخر اس کی کیا ضرورت پیش آئی تھی اللہ کو، کیوں اللہ چاہتا ہے یہ ہوا پانی آسمان زمین درخت یہ سب اللہ نے ہمارے لئے بنائے کیوں بنائے؟

میرے ذہن میں تو ایک ہی بات آتی ہے یہ سب اللہ نے اس لئے بنائے ہیں کہ ہم ان سب چیزوں کو دیکھ کر اللہ کی حاکمیت کو قبول کرے اور دنیا سے توقعات چھوڑ کر اللہ کے ساتھ ساری توقعات قائم کریں اب جب ہمارے اندر یہ صورت پیدا ہو جائے گی تو یقین جب دنیا ہی ہمارے سامنے ہو گی دنیا چھوڑنے کا مطلب یہ نہیں آپ کھائیں نہیں پیئے نہیں کاروبار نہیں کریں کاروبار تو جب ہی کریں گے جب اللہ کے حکم سے ہو۔کاروبار تو آپ جب ہی کریں گے نا خریدار بھی پیدا ہوں۔کاروبار کرتے ہیں خریدار ہی نہ ہوں تو کہاں سے آپ دوکان چلا لیں گے زندگی کے بارے ہیں غور و فکر کرنا، تفکر کرنا، گہرائی میں اتر جانا اللہ کی نعمتوں کو یاد رکھیں تو آپ کو ایک ہی بات نظر آئے گی اصل مالک،اصل خالق،اصل باپ،اصل ماں،اصل رشتہ دار اللہ کے علاوہ کوئی نہیں ہے اللہ تعالیٰ ہمیں سوچنے سمجھنے کی توفیق عطا کریں اور قرآن پاک کو پڑھنے کی توفیق عطا کرے۔

اب جس طرح ابھی میں نے آپ سے عرض کیا سورۃ اخلاص کا ترجمہ اور تفسیر اس کی ایک بنیاد یہ ہے آپ نے بہت ساری تفسیریں سنی ہو نگی پڑھی بھی ہو نگی اس کی بنیاد ہی یہ ہے کہ ایک ایسا بندہ اللہ نے میرے اوپر مہربان کر دیا ہے میری مراد میرے مرشد کریم حضور قلندر بابا اولیاءؒ سے ہے ان میں سوچ اور گہرائی کا تفکر ہے جس طرح ہیں گہرائی میں سوچ کر اللہ کی نشانیاں بیان کر سکتا ہوں ہر انسان سوچ کر

www.ksars.org

اللہ کی نشانیوں کا مشاہدہ کر سکتا ہے ہر انسان اللہ کی نشانیوں پر سوچ کر اللہ سے دوستی کر سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو میرا دوست بن جاتا ہے میں اس کے اوپر سے خوف اور غم ہٹا دیتا ہیں اللہ انا...اللہ تعالیٰ آپ کہ رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر نہ چل کر سوچنے کا جو تفکر نکل گیا ہے وہ دوبارہ بحال ہو جائے۔ ہمارے اندر جو دماغی ذہنی اور روحانی صلاحیتیں ہمارے اندر عطا کی ہیں ہم ان کا کھوج لگائیں ان کو تلاش کریں اوور جب ان کو تلاش کریں تو ظاہر ہے استعمال بھی کریں

www.ksars.org

سوال: فقیر اور درویش میں کیا فرق ہے؟

ایک صاحب نے سوال کیا ہے فقیر اور درویش میں کیا فرق ہے؟ دوسری بات جو انہوں نے پوچھی ہے روحانیت میں اور سارے لوگ داخل ہوتے ہیں کچھ لوگ بہت ہی جلدی روحانیت حاصل کر لیتے ہیں اور ان کی ترقی ہو جاتی ہے اور کچھ لوگ مقام حاصل کرنے میں اتنے پیچھے رہے جاتے ہیں کہ خود سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ اتنا عرصہ ان کو کیوں لگ گیا فقیر اور درویش تو ایک ہی بات ہے ویسے بہت سارے لفظ ہے۔ فقیر لفظ جو ہیں عربی کا ہے درویش غالباً فارسی کا لفظ ہے یہ تو ایسی بات ہے کہ جیسے پانی کو آپ Water کہے دیں آپ بتائیں پانی میں اور واٹر میں کیا فرق ہے پانی پانی ہے واٹر۔ البتہ پیر اور فقیر میں فرق ہے عام طور سے یہ دیکھا گیا ہے اور آپ سب لوگ بھی جانتے ہیں یہاں جتنے بھی بڑے بڑے بزرگ آے ہیں وہ اس دنیا سے پردہ کرتے ہیں ان کا کوئی نہ کوئی جان نشین ہوتا ہے سجادہ نشین بھی کہتے ہیں گدی نشین بھی کہتے ہیں سجادہ نشین اور گدی نشین اولاد نہیں ہوتی بالکل اس طرح جس طرح ایک باپ مرتا ہے اس بیٹا اس کی ساری دولت کا وارث ہوتا ہے بادشاہ مرتا ہے اس کا بیٹا بادشاہت کا وارث ہوتا ہے۔

بادشاہ بن جاتا ہے یہ فقیری کا جہاں تک تعلق ہے یہ ایک لفظ ہے عربی سے مستخرق ہے دوسرا ارشاد اعلیٰ مقام ہے... کہ مجھے اپنے فقر پر فخر ہے۔ فقر سے اگر یہ مراد ہے کہ آدمی مفلس ہو، افلاس ہو، نہ اس کے پاس کھانے کو ہو، نہ اس کے پاس پہنے کو ہو، نہ رہنے کو گھر ہو، نہ بیوی بچے ہوں، تو یہ بات بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہے کر رد کر دی کہ لا رہبانیت... اے اسلام دنیاداری میں دنیابیزاری کا اسلام میں کوئی بھی درجہ نہیں ہے اور نہ ہی کوئی گنجائش حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو زندگی ہے ہمارے سامنے ہے اور جس بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے اپنی محبوبیت کو درجہ رعطا فرمایا ہے اور ایسی محبوبیت اس محبوب کے اوپر اپنی تمام محبتیں پوری کر دی ہیں وہ جو درجہ حضور پاک ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے عطا کیا قربت جو عطا کی ہے اس کے پیچھے ایک وہ بات ہے وہ یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ کی جو طرز فکر ہے جو سوچنے کی طرز تھی وہ یہ تھی کہ انہوں نے اپنے اور کائنات کے درمیان اللہ تعالیٰ کو واسطہ وسیلہ قائم ہوا ہے۔

حضور پاک ﷺ عادتاً اس طرح زندگی گزارتے تھے، اب بھی گزارتے ہیں وہ جو بھی عمل کرتے ہیں اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ خود بخود قائم ہو جاتا ہے تو فقر جو ہے وہ در اصل یہ ہے کہ آپ کو یا کسی بھی امت کو اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو طرز فکر ہے وہ منتقل ہو گئی اور وہ طرز فکر اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے کہ بندے کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس طرح رشتہ قائم ہو جاتا ہے بلکہ رشتہ قائم نہ ہو جا ئے بلکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ربط ہو جائے کہ انسان کی زندگی کے ہر عمل میں اللہ تعالیٰ کا عمل داخل نظر آتا ہے اب یہ بات ہونی بھی چاہیے اس لئے کہ جب ہم اپنی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں پیدائش سے لیکر بوڑھاپے تک اور اس کے بعد موت کا درجہ آتا ہے اب اس کے بعد جو ہے اس کا ہم مطالعہ کرتے ہیں تو ایک ہی بات نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کو کسی بھی صورت سے کوئی بھی آدمی وہ پڑھا لکھا ہو، جاہل ہو نظر انداز نہیں کر سکتا وہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے وسائل جو پیدا کئے، زندگی کے وسائل اس سے انسان کا کوئی اختیار

www.ksars.org

نہیں ہے لیکن وہ وسائل کبھی بھی انسان سے بغاوت نہیں کر سکتے مثلاً اب زمین لے لیں آپ زمین نہ ہو تو انسان کی موجودگی زیر بحث نہیں آتی زمین نہیں ہوگئی تو کھیتی باڑی کہاں سے ہوگی؟

زمین نہیں ہوگی تو پانی کہاں سے آئے گا؟ زمین نہیں ہوگی تو گھر کہاں بنے گا؟ زمین نہیں ہوگی تو انسان چلے پھیرے گا کہاں؟ تو زمین کی جو موجودگی ہے اور زمین کی جو اہمیت ہے اور زمین کی جو ضرورت وہ انسان کے لئے اتنی زیادہ اہمیت رکھتی ہے کہ زمین کی موجودگی سے کسی بھی طرح انکار نہیں کر سکتا اس کو استعمال کروں گا زمین سب کچھ انسان کو دیتی ہے لیکن زمین کا اللہ تعالیٰ اس بندے سے اللہ تعالیٰ نے بندے کو جب ہم گھر بنا رہے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر قبضہ کر کے زمین کو آپ پھر اس کی قیمت لگاتے ہیں۔ زیادہ لگاتے ہیں کم لگاتے ہیں اللہ تعالیٰ کو آپ ایک پیسہ نہیں دیتے کسی نے بھی نہیں دیا بڑی بڑی بادشاہتیں آئی فنا ہوئی، بڑے بڑے بادشاہ مٹی میں چلے گئے اور مٹی بن گئے لیکن کوئی آدمی یہ نہیں کہہ سکتا یہ جو زمین ہے اس زمین کی میں نے کوئی قیمت اللہ تعالیٰ دی، ہر شخص زمین پر دندناتا ہوا آتا ہے ہر شخص زمین سے وسائل حاصل کرتا ہے ہر شخص زمین سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

لیکن زمین کا ایک پیسہ بھی کسی نے اللہ کو نہیں دیا۔ زمین کے اندر پانی ہوتا ہے اس پانی کا بھی اللہ تعالیٰ کو کسی نے ایک پیسہ نہیں دیا اس پانی کو انسان ہی ذخیرہ کرتے ہیں ذخیرہ کر کے پائپ لائنوں کے ذریعے تقسیم کرتے ہیں اس کے پیسے لیتے ہیں اگر یہ گورنمنٹ سے اگر آپ ٹیکس لے رہی ہے پانی کا تو گورنمنٹ بھی اللہ تعالیٰ کو پیسہ دینا چاہیئے اگر اس بات کو پھیلایا جائے تو بہت لمبی بات ہوگی زمین کے بعد جو دوسرا مرحلہ ہے زندگی کا وہ ہوا ہے۔ ظاہر ہے کوئی بھی آدمی چاہے وہ بادشاہ ہو چاہے وہ سائنسدان ہو، چاہے وہ فقیر ہو، دشمن ہو، دوست ہو بغیر ہوا کے نہیں رہے سکتا زندگی کے لئے لازم ہے کہ فضاء میں ہوا ہر وقت موجود رہتی ہے۔ اتنی بڑی چیز جس کے بغیر انسان زندگی کا تصور ہی نہیں کر سکتا وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اللہ تعالیٰ کو کوئی بندہ ہوا کے پیسے نہیں دیتا یہ الگ بات ہے کہ آکسیجن ذخیرہ کرتی ہے ڈاکٹر حکیم کیا معالجین افراد مریضوں سے پیسے لے لیں لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ نہیں دیتے۔

اس کے بعد بارش ہے، بارش برستی ہے جھلوں میں پانی برستا ہے زمینیں صحرا ہوتی ہیں پہاڑوں پر برف جم جاتی ہے۔ لیکن اس کا بھی پیسہ اللہ تعالیٰ کو بارش کا بھی پیسہ پوری نوع انسانی میں جب سے دنیا بنی ہے آج تک اور جب تک قیامت آئے گی جب تک کسی انسان نے اللہ تعالیٰ کو بارش کے ایک قطرے کا بھی ایک پیسہ نہیں دیا یہ بھی فری ہے۔ اس کے بعد آپ سورج پر آجائیے۔ سورج میں اگر تپش نہ ہو دھوپ نہ ہو تو نہ آپ کی کھتیاں پکے گی اور نہ آپ کو کھانے کو پھل ملے گا سورج ہے تو گندم ہے سورج ہے تو سیب ہے، سورج ہے تو فروٹ ہے، سورج ہے تو سب چیز ہے اگر سورج نہیں تو کچھ نہیں اس دھوپ کا پیسہ بالکل آپ اللہ کو نہیں دیتے۔ پھر چاند پر آجائیے یہ طے ہے اگر چاند کی چاندنی نہ ہو تو زمین کے اوپر پیدا ہونے والی ہر چیز کڑوی ہو جائے اتنی کڑوی کے آپ زبان پر نہ رکھ سکیں تو چاند بھی پھلوں کے اندر، گندم کے اندر باجرے کے اندر مٹھاس پیدا کرتا ہے اس کا بھی آپ اللہ تعالیٰ کو کوئی پیسہ ہیں دیتے۔

یہ باہر کی چیزیں کو آپ کے ماحول میں ہوتی ہیں یہ اب آپ اپنی زندگی میں آجائیے انسان کی انسانی زندگی ہر انسان کے اندر خون دوڑ رہا ہے واریدوں اور شریانوں میں خون دوڑ رہا ہے، دل پمپ کر رہا ہے ایک منٹ میں 72 بار پمپ کر رہا ہے کوئی آدمی یہ نہیں کہہ سکتا ہم نے دل کی پمپ کرنے کے لئے کوئی تار ہے، کوئی بجلی ہے کوئی وہاں سے ہم حاصل کر رہے ہیں جس کی وجہ سے ہمارا دل پمپ کر رہا ہے۔ آپ

www.ksars.org

کو پتا ہی نہیں ہے چلے دل کیسے چلتا ہے آپ اس جوہر سے اس توانائی سے ہی واقف نہیں ہیں جو توانائی آپ کو چلا رہی ہے آپ کے دل کو چلا رہی ہے، نہ صرف دل کو چلا رہی ہے، گردوں کو چلا رہی ہے، پھیپھڑوں کو چلا رہی ہے، آنتوں کو چلا رہی ہے، دماغ کو چلا رہی ہے ہر چیز آنکھ کے اندر اب آپ نے جیسا دیکھا ہر چیز آٹو میٹک چل رہی ہے۔

ہر چیز آٹو میٹک ایک سے دوسری دوسری سے تیسری ہر چیز اس میں آپ چابی بھر رہے ہیں وہ چل رہی ہے انسان کے اندر بغیر چابی کے پوری مشین ہے پھر آپ جو کچھ چاہتے ہیں اگر اس کا تجزیہ کیا جائے ہر چیز کی جو بحث اور بنیاد ہے وہ سڑنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے پانی آپ دیکھیں سڑ جائے گا، کھانا ہو وہ سڑ جائے گا اس میں کیڑے پڑ جائیں گے، گوشت آپ رکھ دیں اس میں اتنی سڑان ہو جائے گی کہ ناک سڑ جائے گی اگر صفائی ستھرائی نہ کریں تو اس میں وائرس پیدا ہو جائے گا جراثم پیدا ہو جائے گے اور پورے پورے محلے پورے پورے شہر میں بیمار ہو جائیں گے مر جائیں گے۔ یہ آپ کے اعضاء ہیں ہر چیز سڑھی ہوئی آپ خود بھی سڑان سے پیدا ہوئے ہیں لیکن اس سڑان کی بنی ہوئی چیز، جو آپ اس میں بدبو نہیں آتی آپ کھاتے بھی ہیں پیتے بھی ہیں بول براز بھی کرتے ہیں لیکن آپ کا جسم کبھی سڑتا نہیں ہے اس کے برعکس جب روح آپ کے اندر سے نکل جاتی ہے تو وہی جسم کچھ دیر بعد سڑ جاتا ہے۔

اور ایسا سڑ جاتا ہے آپ جو ہیں وہ سب سے پہلے مرنے کے بعد ہر انسان کی زبان پر ایک ہی نعرہ ہوتا ہے جلدی کرو، جلدی کرو، کیوں جلدی کرو، جلدی کرو، اس لئے جلدی کرو کہ سب جانتے ہیں جو چیز عبادت کرنے والی تھی وہ جسم سے نکل اپنا جب وہ چیز جسم سے نکل گئی ہے تو جسم کو سڑنا ہے پھٹنا ہے اور اس کی سڑان سے اس کے پھٹنے سے بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں تو یہ جو اللہ تعالیٰ نے اندرونی سسٹم اندرونی نظام بنایا ہوا ہے مشین بھی چلا رہے ہیں اندر کی بو کو باہر نہ آنے دینے کا اس جوہر کا جوہر اس مشین کے لئے انرجی بن رہا ہے اس کا پیسہ بھی آپ اللہ کو نہیں دے رہے، سانس آپ لیتے ہیں آکسیجن آپ کے اندر جاتی ہے فری ہوا آپ کے اندر پھیپھڑے میرے اندر نکال رہے ہیں فری، زمین کے اندر جتنی بھی چیزیں زمین کے اندر سے پیدا ہو رہی ہیں مفت، کوئی ایسا کرے گندم آپ لیتے ہیں آپ کہتے ہیں صاحب ہم نے گندم خریدی، خرید کر زمین میں ڈالا اور اس کے بعد ہم نے کاٹا تو بیچا، گاہک نے پیسے دئے کس کو پیسے دیئے، اللہ کو پیسے دیئے، اللہ کو کوئی پیسہ نہیں دیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ کو زمین سے نکلی ہوئی ایک گندم کو آپ نے اپنے انسان بھائیوں کو اس وقت دیا جب پہلے سے گندم کا بیج موجود تھی اگر پہلے سے اللہ تعالیٰ پیدا نہ کرتے تو کیسے ہوتا گندم آپ کے پاس تو آپ یہ غور کریں گے انسان کی پیدائش کے بعد سے زندگی موت کا واقفہ آپ تلاش کریں گے، جتنی آپ کے ضروریات ہے سب کی ایک حالت ہے لیکن ہر چیز آپ کو مفت مہیا کی جاتی ہے۔ پیغمبران علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات ہیں کہ ہر انسان جو پیدا ہو گیا اس کا رازق ہے انا اللہ یرزق ...اللہ تعالیٰ جو تمہیں رزق فراہم کر رہا ہے وہ بغیر انصاف کے اگر آپ کے اوپر یہ پابندی لگائی دی جاتی کہ اتنی دفعہ اللہ کہو گے تو سانس لے سکتے ہو تو دنیا اندھیر ہوتی، دنیا میں ہر آدمی اللہ اللہ ہی کرتا رہتا نہ یہاں رونق ہوتی، نہ یہاں بچے ہوتے، نہ یہاں شادیاں ہوتی، نہ یہاں گھر بنتے، نہ یہاں فیکٹریاں بنتی، تو پیغمبروں کی طرز فکر یہ ہے انسان کا کفیل اگر کوئی ہے تو اللہ ہے، رب ہے تو اللہ ہے۔

www.ksars.org

انسان کو پورٹیکشن دینے والی ساخت اگر کوئی ہے تو اللہ ہے، کیوں کہ پیدائش کے مراحل کے آپ دیکھتے ہوئے، بچپن کے مراحل کے آپ دیکھتے ہوئے، جوانی کے مراحل کو دیکھتے ہوئے، بوڑھاپے کے مراحل کو دیکھتے ہوئے، ایک ہی بات کہنی پڑتی ہے پروٹیکشن جو ہے وہ اللہ ہے۔ اب اس کا مطلب یہ ہی ہوا کہ ہمارا رابطہ براہ راست اللہ کے ساتھ ہے ہم مانے یا نہ مانے رابطہ ہمارا اللہ سے ہے۔ پیغمبر بتاتے ہیں کہ تمہارا رابطہ اللہ کے ساتھ ہے اللہ ہی تمہارا محافظ ہے، اللہ ہی تمہارا نگران ہے، اللہ ہی تمہارا رب ہے، اللہ ہی تمہیں رزق دینے والا ہے

۔

اس لئے جو کچھ تم کرو کیوں کہ تمہاری بنیاد اللہ ہے اس لئے پہلے اللہ سامنے ہو گا پھر آگے یہ پیغمبروں کی طرز فکر ہے اور اسی کو حضور پاک ﷺ نے فرمایا الفخر والا لفخر... فقر کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا اللہ کے ساتھ ایسا رابطہ قائم ہو جائے کہ وہ کچھ بھی کرے کاروبار کرے، کھیتی باڑی کرے، رشتہ داری نبھائے، اس کا رابطہ اللہ سے اس طرح نہ ٹوٹے آپ کے سامنے کیسے ممکن ہے یہ ایسے ممکن ہے زندگی کا کوئی بھی کام ہم کرتے ہیں سانس سے رابطہ ہمارا رہتا ہے زندگی کا عملی ڈھونڈتے رہے جاؤ ہمارے اندر سانس کے عمل ہے اور سانس کا یہ اندر جانا سانس کا یہ باہر آنا آپ چلتے ہیں جب بھی قائم ہے، آپ بیٹھیں ہیں جب بھی قائم ہے، آپ کی رشتہ داری ہے جب بھی قائم ہے، کھانا کھا رہے ہیں جب بھی قائم ہے، عبادت کر رہے ہیں جب بھی قائم ہے، کاروبار کر رہے ہیں جب بھی قائم ہے، اور اگر یہ سانس کا سلسلہ ٹوٹ جائے تو اب نہ رشتہ داری ہے، نہ کاروبار ہے، نہ بیوی ہے نہ بچے کچھ بھی نہیں تو جس طرح سانس کا تعلق آپ کے سامنے ہر وقت قائم ہے سوتے، جاگتے، اٹھتے، بیٹھتے اسی صورت میں اللہ کے ساتھ بھی تعلق قائم ہے۔

یہی وہ فکر ہے جس کو فقیری کہتے ہیں اگر یہ کسی انسان کو یہ درجہ حاصل نہیں ہے وہ کچھ بھی ہو سکتا ہے فقیر نہیں ہو سکتا میں نے حضور قلندر بابا اولیاءؒ سے ایک بار عرض کیا کہ حضور سارے ہی اللہ والے ہیں، سارے ہی مرید ہیں اللہ کے، سارے ہی غوث قطب پتا نہیں کیا کیا ہیں تو کیا کہا جا سکتا ہے کون کیا ہے۔ مشیت تو ہے نہیں سمجھنے کی تو کیسے آخر پر کھا جائے تو انہوں نے فرمایا پرکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے میں نے ایسے ہی کہا حضور پرکھنے کی، امتحان نہیں ہے ایک آدمی واسطہ اختیار کرنا چاہتا ہے پیغمبروں کی طرز فکر حاصل کرنے کے لئے ایک واسطہ اختیار کرنا چاہتا ہے تو ظاہر ہے اسے ایک استاد کی بھی ضرورت ہے گرو کی بھی ضرورت ہے سب چیزوں کی ضرورت ہے کیسے اس راستے کا تعین کرے کہ استاد اسے پار لگا دے انہوں نے فرمایا ہاں یہ بات تم نے صحیح کی ہے اور یہ کہا گیا کہ کسی بندے کی صحبت میں تم پندرہ منٹ بیٹھ جاؤ، اگر پندرہ منٹ میں بارہ منٹ تمہارا ذہن اللہ کی طرف سے نہ ہٹے تو وہ بندہ کام کا ہو سکتا ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر ٹھیک ہے اس کو اس کا کام کرنے دو تم اپنا کام کرو۔

دیکھئے بات یہی ہے کہ طرز فکر میں اگر اللہ بس گیا ہے تو آپ جب تک اس بندے کے پاس بیٹھیں گے تو وہاں اللہ کے علاوہ آپ کو کچھ چیز نظر نہیں آئے گی۔ جب انسان کی یہ طرز فکر ہو جاتی ہے تو یعنی الفکر والفکر... حضور پاک ﷺ نے فرمایا مجھے فقر پر فخر ہے اس طرز فکر کو حضور نے اس فقر کو مجھ سے آشنا کر و یا امت سے تو جب آپ کے ذہن میں یہ بات آجائے گی ہر چیز تو اللہ کر رہا ہے تو پیدا بھی اللہ نے کیا، ماں کے پیٹ میں نو مہینے تک اللہ ہی نے غذا فراہم کی ماں تو بھئی روٹی پکا کر نہیں کھلاتی ماں اپنے پیٹ میں بچے کو دودھ بھی نہیں پلاتی وہ ایک سسٹم ہے اللہ کا، اللہ نے ماں کے پیٹ میں نو مہینے تک بچے کا ایسا غذائی انتظام کیا کہ بچہ وہ غذا کھاتا رہتا ہے اور اس کی نشوونما اسے دیتی

www.ksars.org

ہے اگر غذا میں کمی ہو جائے بچہ کمزور پیدا ہوتا ہے جس طرح کسی بڑے آدمی کی پہلوان کی آپ غذا بند کر دیں اس کا بدن ہی کمزور ہو جائے گا۔

پھر ابھی بچہ پیدا نہیں ہوتا ماں کے سینے میں اللہ تعالیٰ دودھ بھر دیتا ہے اس میں ماں نے کیا کام کیا؟ ماں کے سینے میں جو دودھ بھر گیا اس میں ماں کا کیا عمل داخل ہے بتاؤ ماں کا کوئی عمل داخل نہیں ہے یہ بھی اللہ ہی کا نظام ہے پھر ماں کے دل میں ایک ایسی ممتا ڈال دی اللہ نے وہ انسان کی ماں ہو، بکری کی ماں ہو، بھیڑ کی ماں ہو، کبوتر کی ماں ہو، کوئی ماں ہو اس ماں کے دل میں اللہ نے ایک ایسی ممتا ڈال دی ہے کہ ماں بچے کے اوپر خود کو نثار کر دیتی ہے۔ اور ہر کا بچے کا اپنے اوپر اس طرح لازم کر لیتی ہے کہ ہر کام بچے کا خود کرے نہ وہ تھکتی ہے نہ وہ بچے سے بیزار ہوتی ہے۔ ایسا لگتا ہے ماں ہے ہی نہیں بس بچہ بچہ ہے یہاں ہم سب اپنی ماؤں سے پیدا ہوئے ہیں ہمارا سب کا تجربہ ہے، پھر ہمارے بھی بچے ہیں ہم نے ان کو بھی دیکھا ہے وہ ان کی ماں کی ممتا سے آپ سب لوگ واقف ہیں تو اگر اللہ تعالیٰ ماں کے دل میں ممتا نہ ڈالے تو کیا ہم چھوٹے چھوٹے بچے ناقابل تذکرہ چھ چھ سات فٹ کے نوجوان ہو سکتے ہیں۔

ظاہر ہے نہیں ہو سکتے تو یہ بھی اللہ کی طرف سے ماں کے دل میں ممتا ڈال دی ہے۔ اب یہاں بھی اللہ تعالیٰ ہی سامنے آتا ہے اللہ تعالیٰ کو محجوب کر دیا، ماں کے دل میں ممتا ڈال دی تو جب سب چیز اللہ ہی کی طرف سے اور پھر اللہ کو نہ مانا جائے نہ جانا جائے اللہ کو اہمیت نہ دیجا ئے تو ظاہر ہے وہ ظلم کے علاوہ کچھ نہیں وہ نوع انسانی کی جو حثیت ہے، نوع انسانی کی سزا ہے جو بے سکونی اور پریشانی کی وجہ ہے، وہ وجہ یہ ہے کہ ہم نے اس ذات کو تو چھوڑ دیا ہے جس ذات نے ہمارے لئے سب کچھ فراہم کیا ہم نے اس ذات کو پیچھے چھوڑ دیا یہ اس کی مثال یوں ہے کہ ایک باپ ہے ایک بیٹا ہے ایک باپ نے بیٹے کے لئے سب ہی کچھ کیا اپنی آخرت بھی خراب کر لی۔

اب بیٹا کہتا ہے ابا، کچھ نہیں ابا کو چھوڑو، ان کی دولت کو استعمال کرتا ہے ابا کے بنائے ہوئے گھر میں بھی رہتا ہے، ابا کی دی ہوئی گاڑی میں بھی سفر کرتا ہے اور جب باپ کا تذکرہ آتا ہے، کہتا کہ باپ کچھ نہیں دولت ہے بس، کیا نوع انسانی کی پوری ایک تاریخ میں کوئی انسان اس بات کو تسلیم کر سکتا ہے جب کہ فی العمل انسان کا عمل اللہ کے ساتھ نہیں ہے کہ اللہ کی دی ہوئی ہر چیز کو استعمال بھی کرتے ہیں اللہ کی دی ہوئی ہر چیز پر فخر بھی کرتے ہیں اللہ کی دی ہوئی، حاصل کی ہوئی چیز اس کی زمین پر گھر بھی بناتے ہیں، اس میں کھیتی باڑی بھی کر تے ہیں اس میں فیکٹریاں بھی لگاتے ہیں لیکن جب جس اللہ نے یہ زمین دی جس اللہ نے یہ زمین کے اندر وہ لوہا بنایا ہے جس لوہے سے مشین بھی بنتی ہے اور مشین سے فیکٹریاں قائم ہوتی ہیں اس اللہ کا کوئی تذکرہ نہیں مشین کا بھی تذکرہ نہیں فیکٹری کا بھی تذکرہ نہیں کہ صاحب یہ بڑے آدمی ہیں ان کی فیکٹری ہے، بڑے کروڑپتی بڑے آدمی ہیں ان کی ملیں لگی ہوئی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ مل کہاں لگی؟

اللہ کی زمین پر لگی۔ اللہ کی زمین سے نکلے ہوئے لوہے سے مشین بھی بنی لوہا مفت اس مشین پر جو میٹریل لگا ہوا ہے وہ بھی ہے پلاسٹک ہے وغیرہ وغیرہ اس کا کوئی پیسہ نہیں دیا مفت تو کتنا عذاب ہے اور کتنی بڑی جہالت ہے یہ کہ جو ہستی سب کچھ دے رہی ہے یعنی آپ کسی با دشاہ کی یہاں مہمان ہو وہ بادشاہ آپ کو محل میں رکھتا ہے وہاں نوکر چاکر بھی ہیں سب کچھ ہے کھانا، پینا بھی ہے عیش و یش بھی ہے ضرورت کا ہر سامان آپ کو وہاں مہیا کرتے ہیں آپ کہتے ہیں محل بھی ٹھیک ہے نوکر چاکر بھی ٹھیک ہے کھانا پینا بھی ٹھیک ہے لیکن یہ جو میزبان ہے بادشاہ اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ کیا وہ بادشاہ آپ کو پسند کرے گا؟ کیا آپ اس محل میں رہے سکتے ہیں؟ اس کے باوجود یہ

www.ksars.org

تجربہ انسانی تجربہ ہے کہ آپ نہیں رہ سکتے لیکن اللہ تعالیٰ اتنا رحیم و کریم ہے کہ آپ اس کی نعمتوں کی ناشکری کریں کفران نعمت کریں آپ اس کو مانے یا نہ مانے آپ کفران نعمت پر یہاں تک پہنچ جائیں گے کہ اللہ تیری تو کوئی حثیت نہیں، کوئی کیمونسٹ بن جاتا ہے کوئی کافر بن جاتا ہے کوئی کچھ بن جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نہ اس کو زمین کم کرتا ہے نہ اس کا پانی بند کرتا ہے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات ہیں کہ چوں کہ اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ ہے اللہ تعالیٰ نے ہی وسائل فراہم کئے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ہی آپ کو پیدا کیا اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی چیزوں پر کوئی بھی استعمال خوش ہو کر کھائے۔اچھا لباس اچھے گھر میں، لیکن ذہن میں یہ بات ہونی چاہئے یہ اللہ کا دیا ہوا ہے جب آپ کے ذہن میں یہ بات ہو گی کہ اللہ کا دیا ہوا سب کچھ ہے سب کچھ ہے تو یہ طرز فکر پیغمبروں کی ہے اسی طرز فکر کو فقیری کہا جاتا ہے۔یہ ہی فقر ہے اور جب انسان اس طرز فکر سے یعنی فقیری سے یا فقر سے آشنا ہو جاتا ہے تو ظاہر ہے پھر دیکھئے گا بھئی پیدا بھی اللہ نے کیا، روٹی بھی مجھے اللہ ہی کھلا رہا ہے، میرے جسم کے اندر جو مشین ہے وہ بھی اللہ ہی چلا رہا ہے۔اگر میں بیمارے پڑ جاتا ہوں تو اللہ ہی صحت مند کرتا ہے، اگر میں بھوکا ہوں تو اللہ میاں مجھے کھانا کھلاتے ہیں تو جب بار بار اپنی زندگی سے متعلق اللہ کے احسانات آپ کے سامنے آئیں گے جب آپ کے ذہن میں یہ بات آجائے گی تو اللہ تک رسائی حاصل ہونی چاہئے تو آپ ان لوگوں کو تلاش کریں گے کہ جن لوگوں نے اللہ کو دیکھا ہے۔

اور وہ فخر آپ کے سامنے ہے۔یہ تو ہوئی فقیری۔اب دوسری چیز ہے پیری، اب پیری کیا چیز ہے۔اب یہ ضروری نہیں ہے اگر فقر جو ہے وہ اولاد میں ہی منتقل ہوا ایسا بہت کم ہوتا ہے کائنات میں فقر منتقل ہوا ہوا اولادیں پیری تو منتقل ہو جاتی ہے فقر جو منتقل ہوتا ہے لیکن بہت کم، تو پیر آپ کہے لیجئے جو آپ کی گدی پر بیٹھنے سے ہے۔ فقیر آجاتا ہے طرز فکر حاصل کرنے والے بندے کو جو رسول اللہ ﷺ کی طرز فکر منتقل ہو۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور پاک ﷺ کی طرز فکر کو اپنانے کی توفیق دے۔

مشکل نہیں ہے کوئی مشکل نہیں ہے بس اتنا سا کام کرنا ہے جو نعمت آپ کو اللہ نے دی ہیں آپ اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کریں بس پانی پئیں تو اللہ سے کہے کر میں پانی پی رہا ہوں، روٹی کھائیں تو یا اللہ تیرا شکر ہے تو نے ہمارا پیٹ بھرا، اولاد ہو یا اللہ تیرا شکر ہے تو نے ہمارا دل ٹھنڈا کیا تو نے اولاد دی، شادی ہو یا اللہ تیرا شکر ہے تو نے ہمیں بیوی دی، یا اللہ تیرا شکر کر یا اللہ تیرا شکر تو یہ اصل میں عادت ہوتی ہے طرز فکر ہوتی ہے پریکٹس ہوتی ہے اور اسی طرز فکر کی پریکٹس کے لئے پہلے زمانے میں خانقاہی نظام ہوتے تھے، لوگ جایا کرتے تھے مہینوں مہینوں، سالوں سال اپنے استاد کے پاس اپنے مرشد کے پاس قربت سے طرز فکر جو ہے حاصل کرتے تھے اب دیکھئے نا، رسول اللہ ﷺ کی طرز فکر جو صحابہ اکرام کو منتقل ہوئی اس کا درجہ اپنی جگہ ہے اب صحابہ اکرام سے تابعین کو طرز فکر منتقل ہوئی صحابہ اکرام کا اس کا درجہ اپنی جگہ ہے۔اور تابعین کو جو طرز فکر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ اکرام سے ہو کر منتقل ہوئی اب یہ تعلیم کا درجہ بالکل الگ ہے۔

تو یہ درجہ بندی اس بنیاد پر ہے کہ قربت ہوتی ہے تو قربت کے بغیر جو طرز فکر جو ہے منتقل نہیں ہو گی۔کتابوں کے مطالعے سے، تحریروں سے انسان کو راستہ تو ضرور ملتا ہے لیکن صحیح طرز فکر اسی وقت منتقل ہوتی ہے جب انسان اپنی زندگی کے اندر ایسی طرح داخل کر لیتا ہے کہ اس کا وہ اوڑنا بچھونا بن جاتا ہے اور پیری کا جہاں تک تعلق ہے ظاہر ہے پیر صاحب کی محفلیں باعث اکرام ہیں اس میں اللہ

www.ksars.org

رسول اللہ ﷺ کا نام بھی لیا جاتا ہے کھانا پینا بھی ہوتا ہے سب ہی کچھ ہے۔ لیکن فقیری جو ہے وہ فقیری کے پاس جب آپ جاتے ہیں تو فقیری سے آپ کو فقر کے علاوہ کسی چیز توقع نہیں کرنی چاہئے۔اب دیکھئے یہ تو فقیر ہے دنیاداری میں، وہ دکھ درد میں آدمی شریک ہوتا ہے لیکن آپ کو یہ توقع ہونی چاہئے کہ اس فقیر کی جو فکر منتقل ہو فقیر کا جو اللہ کے ساتھ رابطہ اور تعلق قائم ہو وہ آپ کے اندر ہو، اب اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا وفی انفسکون...یہ طرز فکر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں تمہارے اندر ہر انسان کی اندر طرز فکر...تم مجھے دیکھتے کیوں نہیں؟

اب ہماری طرز فکر یہ ہے کہ سات آسمانوں پر عرش ہے عرش پر کرسی ہے وہاں اللہ میاں بیٹھے ہوئے ہیں اللہ میاں کہے رہے ہیں وفی فسکون...میں نے تمہارے اندر ہوں تم مجھے دیکھتے کیوں نہیں؟ بات یہ ہے کہ اگر ہماری طرز فکر میں پیغمبران علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرز فکر پیدا ہو جاتے تو ہمیں اللہ میاں بھی اندر نظر آئیں، عرش بھی اندر ہی نظر آئے گے اور آسمان بھی اندر نظر آئے گے اور اگر ہماری طرز فکر میں اللہ تعالیٰ سے قربت حاصل نہیں ہوئی تو ظاہر ہے وہ دوری ہو جائے گی اسے کوئی کم نہیں کر سکتا۔ فقیری کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو ایسی طرز فکر حاصل ہو جائے جو قرآن سے متعلق ہو جو انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہدایت سے متعلق ہو اور جو پچھلی جتنی بھی کتابیں نازل ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا نحن اقرب...میں تمہاری جان سے زیادہ قریب ہوں۔ لیکن جو چیز ہماری جان سے زیادہ قریب ہے وہ نظر کیوں نہیں آتی؟

کبھی آپ نے سوچا ہے اللہ تعالیٰ کہتا ہے میں تمہاری جان سے زیادہ قریب ہوں تو جان تو ہمیں نظر آتی ہے ہم دیکھ رہے ہیں چل رہے ہیں پھر رہے ہیں تو جو چیز جان سے قریب ہے وہ چیز کیوں نہیں نظر آتی؟ آنی چاہئے نا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جہاں تم ایک ہو وہاں میں دوسرا ہوں جہاں تک دو ہو وہاں میں تیسرا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے جب ہیں ایک ہو تو میرے برابر میں اللہ بیٹھا ہوا ہے۔ جب میں دو ہوں تو تیسرا اللہ بیٹھا ہوا ہے نظر کیوں نہیں آتا؟ اللہ نے کہا ہے، انسانی گفتگو نہیں قرآن، قرآن میں ہے جہاں تم ایک ہو وہاں میں دو ہوں، میں تو تمہاری رگ جان سے زیادہ قریب ہوں۔ میں نے تمہارے اندر بیٹھا ہوا ہوں تم مجھے دیکھتے کیوں نہیں؟ بات یہ ہے کہ ہم نے غور و فکر کا ابھی چشمہ نہیں پہنا جو پیغمبروں کی طرز فکر ہے اللہ کو دیکھنے کی، اللہ کو سمجھنے کی، اللہ کو جاننے کی، اللہ سے باتیں کرنے کی، اس کا ایک چشمہ ہے۔

وہ چشمہ ابھی ہم نے پہنا نہیں ہے تو فقر یہ ہے ایسا چشمہ آدمی کی آنکھوں پر پٹی ہو جاتا ہے یا ایسا ہو جاتا ہے جب اللہ کی ارشاد کے مطابق جب وہ اکیلا ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے دوسرا اللہ ہے جب وہ دو ہوتا ہے تو کہتا ہے تیسرا اللہ ہے جب وہ زندگی سے متعلق فقر کرتا ہے تو کہتا ہے اللہ تو میری جان سے بھی زیادہ قریب ہے میں نے دیکھ لیا جب اپ نے اندر کے جھانکتا ہے تو کہتا ہے اللہ تو اندر بیٹھا ہوا ہے وفی الفسکون...تو یہ تو یہاں تک مجاہدے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ یہ بھی طرز ہے اگر آپ ان کی حکمت کریں گے تو ان سب کا مطلب یہ ہوا کہ یہ پریکٹس ہے ایسی پریکٹس جس کو پریکٹس کر کے ہر انسان انبیاء کی طرز فکر کے قریب ہو جاتا ہے اور ایک وقت ایسا آتا ہے انبیاء کی طرز فکر اسے حاصل ہو جا تی ہے چاہے وہ اللہ تعالیٰ کو اپنے اندر دیکھتا ہے یہی فقر ہے یہی پیغمبروں کی طرز فکر ہے۔

اختتام

www.ksars.org

سوال: رمضان میں حواس کی رفتار 60,000 گنا کیسے کی جاسکتی ہے؟

رمضان کے مہینے کے مطابق میں کچھ عرض کرتا ہوں ہر انسان جس کو بھی اللہ نے پیدا کیا ہے اس کے اوپر بے شمار انعامات نازل کئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہر نسان کے لئے ایسا ایک نظام بنادیا ہے وہ چاہے کچھ کرے یا کچھ نہ کرے زندگی کے جو اسباب ہیں اور زندگی کے جو وسائل ہیں وہ سب فراہم ہوتے ہیں اب جیسے ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ ہوا چلاتے ہیں گرمی اگر ہے تو سب کے لئے ہے اور یہ نہیں ہے اگر صاحب کوئی آدمی گناہ گار ہے اس کے اوپر پانی بند کردے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت الحمد اللہ...اللہ تعالیٰ جو ہیں وہ عالمین کے رب ہیں مسلمانوں کے رب نہیں ہیں الحمد اللہ رب العالمین...ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی نہیں کہا رب المومنیین...رب العالمین، رب عالمین میں مسلمان بھی ہیں اللہ کے دوست بھی ہیں اللہ کے دشمن بھی ہیں اور وہ لوگ بھی ہیں جو اللہ کو مانتے ہی نہیں ہیں۔

لیکن خود اللہ تعالیٰ نے ایسا نظام بنایا ہے کہ اب وہ جو ربوبیت جو ہیں وہ سب عالمین کے لئے اس لئے اللہ تعالیٰ سب کو روزی فراہم کرتے ہیں اب دیکھئے بارش برستی ہے آپ نے دیکھا ہوگا تو بارش کچی زمین میں بھی برستی ہے، بارش کیچڑ میں بھی برستی ہے، بارش پتھر میں بھی برستی ہے، بارش ایسے درختوں میں بھی برستی ہے جن پر تھوڑے پھل لگے ہوئے ہوتے ہیں، اور بارش ایسی جگہ بھی برستی ہے جہاں کانٹوں کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا، بارش جب برستی ہے رحمت ہے، تو وہاں وہ رحمت کو اس بات کی تخصیص نہیں کر سکتے کہ اسے کیچڑ میں نہیں برسنا چاہئے یا کیا کہتے ہے پہاڑ پر کوئی پتھر پر برسی تو کیا ہوگا پانی بہہ جائے گا کوئی فائدہ ہی نہیں ہے بارش ہر جگہ برستی ہے۔اب یہ ہے کہ جہاں کھیتی ہوگی بارش کا فائدہ وہ گا وہاں لگے ہاتھوں کھیت بھی بنے گے، درخت بھی لگے گے، پودے بھی لگے گے تو اللہ تعالیٰ نے یہ جو کائنات بنائی اس کائنات میں جتنی بھی مخلوق پیدا کی اس، میں انسان ہی نہیں سب مخلوق درندے، پرندے، حشرات الارض، جنات سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے زندہ رہنے کے وسائل فراہم کئے۔

اب اس میں انسان اور حیوان دونوں برابر ہیں۔اب اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں انسان کو افضل مقام عطا کیا، آدم کا انتخاب کیا بحیثیت نیابت اور خلافت کے تو آدم کو جب اللہ تعالیٰ نے ممتاز کیا تو آدم کے لئے ایک قانون یہ بنا ایک قانون بنا اس لئے تاکہ دوسری پھیلی ہوئی تمام مخلوق سے ممتاز ہے جب ممتاز ہونے کا مسئلہ آیا تو وہاں پر ظاہر پہلے ایک قانون بنا اس قانون کی سمجھداری کے لئے، اس قانون کی اہمیت کے لئے اس قانون کو منتقل کرنے کے لئے اور قانون کو پھیلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو سلسلہ شروع کیا اور ان کو خود پڑھایا اب دیکھئے بڑی عجیب بات یہ ہے پیغمبروں کے استاد نہیں ہوتے، ایسا نہیں ہے کبھی نہیں آپ نے سنا ہوگا کہ بھئی حضرت عیسیٰ کا فلاں استاد ہے، حضرت موسیٰ کا فلاں استاد تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فلاں استاد تھا۔

بلکہ ان لوگوں نے تو اپنے خاندان کے جو بڑے تھے ان کی مخالفت کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا حکم لوگ مانتے تھے ان کی شان تھی کہ ان کے بنائے ہوئے بتوں کو اس زمانے کے بادشاہ معبود بنا کر پوجتے تھے۔کیا ٹھکانہ تھا، عظمت کا، دنیاوی نقطہ نظر سے آپ دیکھیں جس بندے کی بنائی ہوئی مورتیوں کو بادشاہ پوجتے ہیں اس کی دنیا میں کیا منزلیت ہوگی کیا مقام ہوگا کیا لیکن حضرت ابراہیم علیہ

www.ksars.org

السلام ان کے بیٹے انہوں نے کہا صاحب آپ یہ جو بت بنا رہے ہیں یہ تو مکھی بھی نہیں اٹھا سکتے تو آپ کیوں اس کی پرستش کر رہے ہیں جو نہ سن سکتا ہو، نہ دیکھ سکتا ہو، نہ مکھی مار سکتا ہو مقصد یہ ہے کہ انہوں نے ایسی تعلیم سے انکار کیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آپ دیکھئے، حضور موسیٰ علیہ السلام کو بھی آپ دیکھئے اب وہاں فرعون کا بنایا ہوا جو قانون تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی مخالفت کی، تو حضور ﷺ تشریف لائے اب وہاں مکہ میں ان کا جو خاندان یا قبیلہ یا اہل عرب قریش تھا جو مذہب تھا اور انہوں نے اس مذہب کی بنیاد پر جو خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے تھے۔

لوگوں نے کہا آپ یہ نہ کہے آپ ہمارے آباؤ اجداد کے مذہب کو برا نہ کہے ہم جو آپ کہے وہ کریں گے یہ نہیں کریں گے، ظاہر ہے اب آپ کے سامنے حضور پاک ﷺ کی زندگی ہے کیسی کیسی تکلیفیں، کیسی کیسی اذائیتیں حضور کو اہل عرب نے دی انتہاء یہ ہے کہ پتھر مارے لہولوہان ہو گئے۔ پیر مبارک سے اتنا خون بہا کہ جوتا بھر گیا کوڑے برسائے گئے سجدے کی حالت میں اونٹ کی اوجڑی رکھی گئی انتہاء یہ ہے مکہ بھی چھوڑنا پڑا، وطن بھی چھوڑنا پڑا لیکن حضور نے اللہ تعالیٰ کا جو مشن نہیں چھوڑا وحدنیت کا مشن جو ہے حضور نے تبلیغ کی اور اس میں تلقین کی جتنے بھی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے انہوں نے دراصل ان تعلیمات کا پرچار کیا جو خالق مخلوق سے چاہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بحیثیت خالق سے اپنے مخلوق سے جو چاہتے ہیں وہ پیغمبروں نے بتایا اور کہا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کیونکہ آدم نائب اور خلیفہ ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو یہ عظمت عطا کردی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد اگر کوئی ہے تو وہ آدم ہے، یعنی جعلون فی الارض خلیفہ...آدم کو اللہ تعالیٰ نے علم لاسماء سیکھایا فرشتوں کے سامنے پیش کیا فرشتوں نے عتراف کیا اب جو آدم کو علم عطا کردیا وہ ہم جانتے ہی نہیں ہے تو اس خصوصی علم کو ظاہر کرنے کے لئے نمایاں کرنے کے لئے آدم کی عظمت کو بڑھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے علم سیکھایا تاکہ آدم کی اولاد اس قانون پر عمل کر سکے دوسری مخلوقات سے اور حیوانات سے ممتاز رہے۔ تو یہ جو ہمارے زندگی میں جو ارکان ہیں یہ سارے وہی ارکان ہیں اب مثلاً یہ عبادت کرنا اب عبادت تو سارے کرتے ہیں اب زمین کے اوپر کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو عبادت نہیں کرتی، پرندے بھی عبادت کرتے ہیں، درخت بھی عبادت کرتے ہیں، زمین کا ذرہ ذرہ عبادت کرتا ہے لیکن جب انسان کی عبادت کا تذکرہ آتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے پاک ہے وہ نہایا، دھویا ہو، وضو سے ہو یا جس جگہ عبادت کر رہا ہو وہ جگہ پاک ہو یا جس کپڑوں سے عبادت کر رہا ہے وہ کپڑے صاف ہوا، کہ بھئی کسی چیز اس لئے کسی کا حق نہ مارا جائے۔

اب بکری ہے، اب بکری عبادت تو کرتی ہے اللہ کی، لیکن بکری کو یہ پتا نہیں ہوتا چوری بھی کوئی چیز ہوتی ہے جہاں دل چاہے منہ مار لیتی ہے کھا لیتی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو یہ بتایا یہ کہ انسان وہی انسان ہے کہ جو ان قوانین کے مطابق عمل کرتا ہے جو اللہ نے اپنے رسولوں کے ذریعے انسانوں کے لئے مخصوص کئے اور یہ وہی علوم ہیں یا وہی قانون ہیں جس قانون کی وجہ سے انسان کی عظمت ظاہر ہوتی ہے اور جس قانون پر عمل درآمد سے انسان تمام مخلوقات سے ممتاز ہو جاتا ہے۔

اب اس میں عبادت کا قانون آیا اب دیکھئے پھر وہی بات بسم ربک...عبادت کر و اللہ کی سورج نکلنے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اور اللہ نے یہ بھی کہا بھئی فرشتے بھی عبادت کرتے ہیں، کبوتر بھی عبادت کرتے ہیں اور پرندے بھی عبادت کرتے ہیں، لیکن انسان کے

www.ksars.org

لئے یہ زائد عمل ایک رابطہ ہے، انسان کا ایک مسئلہ کہ صاحب پانچ مرتبہ انسان کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونا چاہیئے، پھر یہ کہ نماز کس طرح ادا کی جائے، نماز کس طرح قائم کی جائے، اور یہ کہ نماز خالق اور مخلوق کے درمیان ایک ایسا واسطہ ہے جو واسطہ اگر قائم ہو جائے جو رابطہ قائم ہو جائے تو بندہ اللہ کے ساتھ رابطہ قائم ہو جاتا ہے اور وہ اللہ کے قریب ہو جاتا ہے۔ بندے کا اللہ سے ایک ایسا تعلق ہو جاتا ہے کہ بندہ اللہ کو اس طرح دیکھتا ہے جس طرح ایک بندہ ایک بندے کو دیکھتا ہے۔ یہ ایسا نہیں ہے کہ یہ لوگ اللہ کو نہیں دیکھ سکتے اللہ کو کیسے نہیں دیکھ سکتے اللہ کو تو ہم وہاں علم ارواح میں دیکھ چکے ہیں جب اللہ نے الست البربکم... کہا تو ہم نے کہا قالوا لبلی... جی ہاں ہم نے آپکو دیکھ لیا ہے سمجھ لیا ہے آپ ہی ہمارے رب ہیں اس بات سے اقرار کرتے ہیں ہم تو پہلے سے اللہ کو دیکھ کر اللہ کا دیدار کئے ہوئے ہیں۔

جب وہ عمل مادیت سے پہلے کا ہے تو مادیت کی بنیاد پر بھی ہم یہ کیسے کہے سکتے ہیں کہ ہم اللہ کو دیکھ سکتے ہیں اب بھئی مادی پردہ آپ ہٹا دیں تو اللہ کو دیکھ لیں گے۔ اب یہ بھی کہ صاحب اللہ کو کوئی نہیں دیکھ سکتا لیکن مرنے کے بعد اللہ کو دیکھ سکتے ہیں ارے بھائی تو مرنے کے بعد جب تک انسان زندہ ہے روح ہے، تو ہم زندہ ہیں روح نہیں ہے تو آدمی مر گیا تو اگر مرنے کے بعد کوئی چیز اللہ کو دیکھ سکتی ہے تو اس کی روح دیکھ رہی ہے تو روح تو ہماری زندگی ہے روح تو ہماری حرکات ہے اگر ہم اس دنیا میں مادی دنیا میں رہتے ہوئے اپنی روح کا ادراک حاصل کر لیں اپنی روح کو پہچان لیں...اپنے نفس کو پہچان لیں یا اپنے آپ کو پہچان لیں، تو روح تو اللہ کو دیکھ ہی چکی ہے یہ بات صحیح ہے کہ مادی آنکھ اللہ کو نہیں دیکھ سکتی لیکن روح تو اللہ کو دیکھ سکتی ہے کوئی آنکھ اللہ کو نہیں دیکھ سکتی ہے لیکن اللہ جب چاہتا ہے تو آنکھ دیکھ لیتی ہے یعنی روح، روح جو ہے اس نے تو اللہ کو پہلے ہی دیکھ لیا ہے۔

یہ جو ہمارے لئے قانون بنے ہیں اس لئے بنے ہیں تاکہ ہم حیوانات سے اور دوسری مخلوق سے ممتاز ہو جائیں اس میں حج بھی ہے، اس میں نماز بھی ہے، اس میں روزہ بھی ہے دوسری بات جو بہت زیادہ غور طلب ہے وہ یہ ہے کہ اسلام کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو اسلام کا کوئی بھی رکن کوئی بھی ایک رکن آپ کو ایسا نہیں ملے گا جس میں اجتماعیت نہ ہو۔ اس کا نام ہی اجتماعیت ہے مثلاً پانچ وقت کی نماز پڑھنے باہر جا رہے ہیں مسجد میں اجتماعیت ہے۔ جمعہ کی نماز ایک اور بڑی اجتماعیت ہوئی، عید کی نماز پورا شہر ہی ایک جگہ اکٹھا ہو گیا، حج ملک ملک قومیں ادھر سے ادھر سے ساری دنیا کے کالے گورے انگریز غیر انگریز جو بھی ہیں سب جا کر بیت اللہ میں ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں اب دوسری یہ کہ حج بھی ایک اجتماعیت ہے اب روزے کو آپ دیکھ لیجئے انہوں نے کہا صاحب مولوی صاحب نے اللہ واکبر کہہ دیا سحری کے وقت ہر آدمی نے حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کر دیا۔

منہ بند، کوئی اسے کہنے والا نہیں ہے تم نے پانی نہیں پیا غسل خانے میں جا کر پانی پی لو، کون دیکھنے والا ہے، لیکن نہیں وہ بھوکا ہے اس لئے کہ اس نے ایک عہد کیا ہوا ہے کہ اللہ کے لئے بھوکا رہنا ہے، اس لئے بھوکا رہنا ہے اللہ کے لئے، جب میں اللہ کے لئے بھوکا رہوں گا تو میرے نفس کے اندر ایک روشنیاں پیدا ہونگی، ادراک پیدا ہو گا، مادیت سے دور ہوں گا، مولوی صاحب نے پھر اللہ واکبر کہا سارے کے سارے کھانے لگے اب کسی شہر اب کراچی، کراچی ہیں کم وبیش دس لاکھ آبادی ایک آذان پر ایک کروڑ آدمی منہ بند کر لیتے ہیں اور ایک دوسری آذان پر سارے کے سارے کھانا شروع کر دیتے ہیں اس سے بڑی اجتمایت کیا ہو گی تو روزہ ایک ایسی اجتماعیت کا نام ہے روزہ ایک

www.ksars.org

ایسا پروگرام ہے جس پروگرام پر عمل کر کے انسان مادی حواس سے دور ہو جائے اور روحانی حواس سے قریب ہو جائے، جتنا جتنا آدمی اللہ تعالی کے لئے اب دیکھئے نہ ایک تو پانچ وقت کی نماز ایسا نہیں ہوا کہ بھی روزہ ہوا تو پانچ وقت کی نماز معاف ہو گئی۔

نہ بلکہ مزید یہ ہوا کہ نماز بھی قائم کرلی، جھوٹ بھی نہیں بولنا ہے، کسی پر غصہ بھی نہیں ہونا، کسی سے نفرت بھی نہیں کرنی، اور بھوکا بھی رہنا ہے بھوکا رہنے سے مراد یہ ہے کہ مادیت کی طرف تو رمضان اصل میں ایسا پروگرام ہے کہ جو انسان کو مادی حواس سے دور کر کے روحانی حواس میں داخل کرنا یہ وہ پروگرام ہے کہ بھئی آپ روزہ رکھے شب قدر کا پروگرام آجاتا ہے، شب قدر میں انا انزلنہ...اس آیت میں کہ ایک رات برابر ہے ایک ہزار راتوں کے ایک ہزار مہینے میں تیس ہزار دن ہوتے ہیں او تیس ہزار رات ہوتی ہیں یعنی ایک انسان کے اندر جو رفتار حواس کی کام کر رہی ہے وہ رفتار جو تیس ہزار دن اور تیس ہزار راتوں میں سفر کرتی ہے تو ایک رات میں سفر کر رہی ہے ۔یعنی انسان کے اندر اگر روزے کا صحیح مفہوم پیدا ہو گیا تو روزے رکھنے والے بندے کے اندر مادی حواس اللہ تعالی کے اور اللہ کے رسول کے بتائے ہوئے قانون کے مطابق مادی حواس کی نفی ہو جائے اور روحانی حواس بیدار ہو جائے۔

کسی آدمی کے اندر، رسول اللہ ﷺ کسی امتی ہے اندر حواس کی رفتار ساٹھ ہزار گنا ہو جائے تو اس کے سامنے فرشتے آجاتے ہیں انا انزلنہ ...فجر سے مراد دن، دن کے حواس قرآن میں دو حواس کا بیان کیا گیا ہے ایک دن کے حواس اور ایک رات کے حواس، اگر ہمارے اندر حواس کی رفتار ساٹھ گنا ہو جائے تو ہمارے سامنے فرشتے آجائیں گے جبرائیل بھی آجائیں گے حتی متلا الفجر...جب تک ان حواس میں دن کے حواس شامل نہ ہو جائے تو فرشتے ہمارے سامنے ہیں ہم دیکھتے رہے تو رمضان کا مقصد ایک پروگرام ہے اللہ تعالی کی طرف سے تمام رسول اللہ ﷺ کے علاوہ بھی جتنی امتیں ہیں جتنے پیغمبر آئے علیہ الصلوۃ والسلام سب گئے تو سب کو بھی کسی نہ کسی دن جانا ہے۔

اب ہم نے گڑ بڑ کر دی یہ تو ہمارے یہاں بھی گڑ بڑ ہو گئی مثلاً اب یہ ہے کہ اب سحری میں رہے کیا کھجلہ کھائیں گے، پھینی کھائے گے ،پراٹھے کھائیں گے وہ اس لئے کہ بھوک نہ لگے مقصد یہ ہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ بھوک نہ لگے زیادہ سے زیادہ روزہ خالی رہے لیکن یہاں صورت حال یہ ہے کہ ہر گھر کا خرچہ اگر سو روپے ہے مہینے کا تو رمضان میں تین سو چار سو روپے کا ہو جاتا ہے اب یہ بالکل الگ بات ہے کہ اللہ تعالی برکت دیتے ہیں دستر خوان کی رونق ہو جاتی ہے لیکن مقصد جو ہے وہ یہی ہے کہ مادی حواس کی گرفت ہے اور مادی حواس کی گرفت اس سے ہی ٹوٹ سکتی ہے کہ آپ کم سے کم کھانا کھائیں زیادہ سے زیادہ اللہ کی طرف متوجہ رہے، زیادہ سے زیادہ اللہ تعالی کو یاد کریں، عبادت کریں عبادت کے طریقے ہیں درود شریف پڑھیں، دورد تنجینا پڑھیں، یاحی یا قیوم پڑھیں، قرآن پاک کی تلاوت کریں جو بھی آپ کر سکتے ہیں آرام سے، وہ کریں تو یہ جو روزہ ہے یہ ایک ایسا اجتماعی پروگرام ہے اور ایک ایسا اصلاحی رکن ہے اگر اس روزہ کے پروگرام پر صحیح معنوں پر عمل درآمد ہو جائے تو ایک مہینے میں جو انسان کے اندر مادی حواس ہیں ان کی گرفت ٹوٹ جائے گی اور اس کے اندر روحانی حواس بیدار ہو جاتے ہیں اور جب کسی انسان کے اندر روحانی حواس بیدار ہو جاتے ہیں تو ظاہر ہے وہ غیب کی دنیا تو دیکھئے گا، روح کی دنیا، روح جو ہے اس مادی آنکھ کو دنیا میں دیکھاتی ہے۔

لیکن روح جب براہ راست دیکھتی ہے تو وہ عالم غیب میں دیکھتی ہے تو جب روح اس مادی جسم کو لیکر چلتی ہے تو اس دنیا میں چلتی ہے ٹائم اسپیس کے بند ہے۔ لیکن جب روح براہ راست سفر کرتی ہے، تو پھر روح جو ہے وہ غیب کی دنیاہیں سفر کرتی ہے آسمانوں میں سفر کرتی

www.ksars.org

ہے، عرش پر سفر کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے حضور براہ راست حاضر جاتی ہے روح جب یہ دیکھتی ہے کہ یہ سامنے میرا اللہ بیٹھا ہے میں اس کے سامنے کھڑی ہوں۔ اگر رمضان کے پروگرام پر عمل کریں یہ نہیں کہ بالکل ہی کھانا پینا بند کر دیں احتیاط سے کھانا کھائیں اتنا کھائیں کہ طبیعت خراب نہ ہو سارے دن ڈاکاریں نہ لیتے رہے اس سے یہ ہے کہ بارہ ایک بجے تک ڈاکارے لیتے رہتے ہو کھٹی کھٹی...اس کے بعد ظہر کی نماز پڑی تھوڑا سا سوگئے جب اٹھے تو دوبارہ پھر کھانے کا سلسلہ شروع ہو، مرد جو ہیں بازاروں میں چلے گئے پھل فروٹ خرید نے، عورتیں باورچی خانے میں چلی گئی وہ کھانا پکاتے جناب آذان ہوگئی مغرب کی، مغرب کے بعد کھائے پیئے چائے پی لی، عشاء کے بعد پھر کچھ کھالیا تو دماغ یں کھانا ہوتا ہے تو کھانے کے علاوہ کچھ سوجتا ہی نہیں ہے۔

یہ دیکھئے آپ غور فرمائیں جو ہم اس افطاری میں سحری میں جتنا کھاتے ہیں اگر ہم عام دنوں میں کھالیں گے تو ہم بیمار ہو جائیں گے، ایسا ہوگا کوئی کنڈیشن نہیں ہے ادھر گوشت بھی کھا رہے ہیں، ادھر جناب چاٹ بھی کھا رہے ہیں اس میں جناب پکوڑے بھی کھا رہے ہیں اس میں چٹنی بھی کھا رہے ہیں شربت بھی پی رہے ہیں، دودھ بھی پی رہے ہیں، چائے بھی پی رہے ہیں اور روٹی بھی کھا رہے ہیں اس طرح آپ عام دنوں میں کھا کر دیکھ لیں۔ تو آپ یہ دیکھیں کہ صبح سے شام تک بھوکے رہنا حالانکہ ہم نے کھانا اپنے حساب وہ کھایا، جو زیادہ سے زیادہ پیٹ میں آیا لیکن اس کے باوجود بھی ہمارے معدے کو اتنا آرام مل گیا اتنا فائدہ ہوا کہ ہم اتنی کچھ چیزیں کھا لیتے ہیں سب ہضم ہو جاتی ہیں۔ اب کھانا میں اتنا کیوں کھاتے ہیں۔

اپنا ایک گرومندر میں ایک مسجد تھی وہاں ایک حاجی صاحب بہت اچھا قرآن پڑھتے تھے تو شوق میں کہ قرآن شریف اب اچھا ہے وہاں جا یا کرتا تھا بڑے اطمینان سے ایک دن وہاں گئے تھے اب پتا نہیں ان کا درد ہوا، کیا ہوا اور جب ہم رکوع میں جانے لگے امام صاحب تو انہوں نے وہاں دست کر دیا، تو ساری صفحوں میں اتنا تعفن، اتنی بدبو پھیلی اور میرے پیر ویر سب بھر گئے اب اس کے بعد سے اللہ معاف کرے جب بھی میں کسی مسجد میں جاتا ہوں جانے کی سوچتا ہوں ڈر جاتا ہے کہ کوئی کچھ نہ کر دے ایک خوف بیٹھ گیا۔ تو اب یہ تو روزہ ہے اب روزے کی مراد یہ ہے کہ روزہ جب ہم رکھتے ہیں دراصل رسول اللہ ﷺ کے حکم تعمیل کرتے ہیں تو ہمیں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ حضور پاک ﷺ روزہ کس طرح رکھتے تھے ایک کھجور کھالیا، ایک کھجور کھا کر روزہ رکھ لیا، دو کھجور کھا کر پانی پی کر روزہ افطار کر لیا۔ یہ سارا کام کرلے پورا عمل تو جب کہ ہمارے اندر وہ طاقت نہیں رہی نہ ہمارے اندر وہ سکت، لیکن کم از کم اتنا ضرور ہونا چاہئے کہ اگر روزے سے فائدہ اٹھا سکیں تو سب سے پہلے کھانے میں کنٹرول کرنا ہوگا۔ اب یہاں جو میں نے شب قدر کا پروگرام چھاپا ہے، یہاں موجود ہیں آپ سب صاحبان لیجائیں اس میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ غذائی چاٹ بنایا ہے بیس دن کا اس پر اگر دس دن خوب کھالو اور بیس دن چاٹ پر عمل کر کے دیکھ لو، تو اللہ مدد کرے گا یں کوشش جدوجہد کرتا ہے اگر اس سے فائدہ نہیں ہوا پانچ دس دن سے تو ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے قاعدے پر قوانین پر اور پیغمبروں کے بتائے ہوئے قاعدے پر عمل کریں ہمارے جو آخری عشرہ ہے اس میں جو رمضان کی نیت ہے کہ انسان کے اندر ساٹھ ہزار گنار فتار ہو جاتی ہے اور اس رفتار کی بنیاد پر وہ فرشتوں کو دیکھ لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے کام کرنے کی توفیق دے۔ آمین اختتام

www.ksars.org

سوال: اللہ کے دوستوں کو نہ خوف ہوتا ہے نہ غم اس سے کیا مراد ہے ؟

اس کے جواب میں مختصر یہ کہا جائے ہم اللہ کے دوست کس طرح بنتے ہیں؟ اس سوال کی جو نوعیت ہے وہ یہ ہے کہ اپنی عظیمی بہن صاحبہ پوچھنا چارہی ہیں کہ اللہ کے دوست کیسے بنتے ہیں یہ تو بعد کی بات ہے نا؟، اللہ کے دوستوں کو خوف اور غم نہیں ہوتا پہلے تو اللہ کے دوست کیسے بنتے ہیں خوف اور غم تو جب نہیں ہو گا جب اللہ کا دوست بن جائے گا۔ خوف اور غم سے نجات پانے کے لئے کوئی بندہ یا بندی اللہ تعالیٰ کا دوست بن جاتا ہے یا اللہ تعالیٰ اسے اپنا دوست بنا لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق اس کے اوپر سے خوف اور غم نکل جاتا ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کا دوست کس طرح بنے؟ اللہ تعالیٰ کے معاملات ماورائی معاملات ہیں اعلیٰ معاملات ہیں۔
لیکن بہر حال ہم اللہ تک رسائی حاصل کرنے کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری آیتوں پر غور کرو، میری نشانیوں پر تفکر کرو، انا فی ذلک... جو عقل مند لوگ ہیں ان کی تعریف یہ ہے کہ جو اللہ کی آیتوں میں، اللہ کی نشانیوں میں، غور و فکر کرتے ہیں بہت چیزیں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں آپ کو عطا کیں اللہ تعالیٰ خود ہی ان کو گنوا کر فرماتے ہیں فباء ای اللہ... کہ ہم نے جو تمہیں یہ نعمتیں عطا کیں ہیں کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، کون کون سی نعمتوں کو تم جھٹلاؤ گے تو جب مادی اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے معاملات پر اللہ تعالیٰ کی نشانیوں پر اور اللہ تعالیٰ کی آیت پر ہم غور و فکر کرتے ہیں تو نتیجے میں ہم اللہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ اب دنیاوی نقطہ نظر سے بھی اگر ہم یہ اپنے ذہن میں سوال کریں یا کوئی کسی سے پوچھے کہ فلاں آدمی سے میں دوستی کرنا چاہتا ہوں۔
اس کیا طریقہ ہے تو دوستی کا جو طریقہ ہے وہ یہ ہے کہ جس آدمی سے آپ دوستی کرنا چاہا ہے اگر آپ اس کی خدمت کر رہے ہیں اور خدمت کی بنیاد پر دوستی ہے تو دوستی ختم ہو جائے گی۔ اگر آپ اس آدمی سے دوستی کر رہے ہیں اس کے گھر آنا جانا ہے اس کے دکھ درد میں شریک ہو رہے ہیں جب آپ آنا جانا چھوڑ دیں تو مصروفیت ختم ہو جائے گی اگر آپ اس شخص سے اسی دوستی کرنا چاہتے ہیں جو دوستی کبھی ٹوٹے نہیں آپ کو یہ کرنا ہو گا اس دوست کی جو ہابی ہے یا اس دوست کے جو ذاتی معاملات ہیں، خواہشات ہیں اور اس دوست کی جو پسند اور ناپسند ہے اگر آپ نے اس کو اپنا لیا تو اس سے دوستی ہو جائے گی اگر ایک آدمی شرابی سے دوستی کرنا چاہتا ہے۔ اس شرابی سے دوستی اس وقت ہی پکی ہو سکتی ہے جب آدمی اس کے ساتھ شراب پینا شروع کر دے، ایک نمازی سے آپ دوستی کرنا چاہتے ہیں اس نمازی سے دوستی آپ کی جب ہی ہو سکتی ہے جب آپ بھی نماز پڑھیں اور جس طرح وہ سوچ رہا ہے آپ کی سوچ اس سے متعلق ہو جائے تو قاعدہ یہ بنا اگر آپ کسی سے دوستی کرنا چاہتے ہیں تو پہلے تو اس کی پسند و ناپسند، آپ کو اپنا نا ہو گی۔
اور دوسری یہ ہے کہ اس کی طرز فکر بھی آپ کو اپنانا ہو گی پھر دوسری یہ آپ اس کی طرز فکر اپنا لیں گے اور اس کی پسند ناپسند آپ کی پسند نا پسند بن جائے تو آپ کہ دوستی ہو جائے گی اب مثلاً ایک آدمی قوالی سنتا ہے آپ قوالی سنے لگیں ایک آدمی فلم دیکھتا ہے آپ فلم دیکھنے لگے یعنی فلم دیکھنا کوئی اچھی بات نہیں ہے بری بات ہے مثال کے طور پر ایک بات ہے ایک آدمی چوری کرتا ہے اب اس کی دوستی جب ہی پکی ہو سکتی ہے جب آپ بھی چوری کریں۔ ایک آدمی اللہ کی مخلوق میں اللہ کی خدمت کرتا ہے۔ تو آپ کی دوستی جب ہی پکی ہو گئی آپ بھی اللہ

www.ksars.org

تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت کریں یعنی جس طرح وہ سوچ رہا ہے جس طرح وہ زندگی گزار رہا ہے آپ بھی اسی طرح سوچنے لگوں اور اسی طرح زندگی گزارنے لگو، اب سوچنا یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے ہم دوستی کریں تو اللہ تعالیٰ کی کیا طرز فکر ہیں، کیا طرز فہم ہے، کیا پسند ہے کیا نہ پسندیدہ عمل ہے۔

اللہ تعالیٰ کیا کرتے ہیں تو جب آدمی اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوچتا ہے تو تفکر کرتا ہے تو مزید اس کے دوسری کوئی بات نظر نہیں آتی کہ اللہ تعالیٰ ایک ایسی عظیم ماورائی ایثار کرنے والی ہستی ہے کہ وہ ہمیشہ ہر حال ہر لمحہ ہر آن ہر سال ہر مہینہ ہر دن اپنی مخلوق کی نگہداشت کرتی ہے۔ اپنی مخلوق کے لئے وسائل فراہم کرتی ہے تاکہ اس کی مخلوق محتاج نہ رہے اور مخلوق کو کیسی قسم کی تکلیف نہ ہو اب دیکھئے مخلوق کو پانی کی ضرورت ہے سب سے زیادہ مخلوق کو پانی کی ضرورت ہے اس لیے زمین پر تین حصے پانی ہوتا ہے دوسرے وسائل کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے جس طرح جتنی پانی کی ضرورت ہے اس کو عام کر دیا۔ اس کے بعد دوسری جو بنیادی ضرورت ہے انسان کی وہ ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے ہوا کو پیدا کر دیا ہے تو اتنا زیادہ پیدا کر دیا آپ جنگل میں ہو گھر میں ہو، باہر ہو، کھوٹھے میں بند ہو دروازے بند کر لیں کھڑکیاں بند کر لیں لیکن جتنی آپ کو ضرورت ہے وہ اللہ تعالیٰ نے دی۔

پھر اپنی مخلوق کو پرورش کروانے کے لئے ماں باپ کے دل میں محبت ڈال دی، ماں کے دل میں محبت ڈال دی، باپ کے دل میں محبت ڈال دی ظاہر ہے ماں باپ کے دل میں چھوٹے بچے کے لئے محبت نہ ہو تو چھوٹے بچے پرورش ہی نہیں پا سکتے کیا ضرورت پڑے گی کسی ماں کو اپنے بچوں کے لئے رات بھر جاگے کیا ضرورت پڑی کسی ماں کو کہ وہ خود گیلے میں سوئے اور بچے کو سوکھے میں سولائے۔ بات یہ ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ ان بچوں کی پرورش چاہتے ہیں اس لئے اس پرورش کے جتنے بھی تقاضے جو ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ نے ماں کے دل میں اور باپ کے دل میں منتقل کر دیئے اب اس ساری بات کو مجموعی طور پر ہم اس طرح کہے سکتے ہیں اللہ تعالیٰ کیا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی خدمت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی مخلوق کی خدمت میں لگے رہتے ہیں مطلب یہ مسائل پیدا کرنا مخلوق کے لئے اور اس میں توازن قائم رکھنا، تسلسل قائم رکھنا اس کو کم نہ ہونے دینا، یہ اللہ تعالیٰ کی شان کریمی ہے۔

اور اس شان کریمی کو خدمت کے علاوہ کوئی دوسرا نام نہیں دیا جاسکتا لہذا اگر آپ اللہ سے دوستی کرنا چاہتے ہیں تو اس کا آسان ترین نسخہ یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ مخلوق کی خدمت کر رہا ہے آپ بھی مخلوق کی خدمت کرنا شروع کر دیں اللہ تعالیٰ مخلوق کی خدمت تو کرتا ہے لیکن کوئی صلہ نہیں چاہتا اب مثلاً پانی ہے بے تحاشہ پانی پانچ ارب کی آبادی پانی استعمال کر رہی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی مخلوق سے یہ نہیں کہا بھئی پانی میں تمہیں جب دونگا، جب تم مجھے ایک سجدہ دو سجدہ کرو گے۔ جی نہیں پانی جو ہے وہ فری ہے اس میں کوئی شرط نہیں ہے اب یہ آپ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں یہ بالکل ایک نیک عمل ہے لیکن اس عمل کا تعلق جو ہے وہ آپ کے وسائل سے ہر گز نہیں ہے ہوا ہے، زندگی ہے، خون ہے اب یہ جسم میں خون دوڑ رہا ہے یہ برابر دوڑ کر رہا ہے کبھی اللہ تعالیٰ نے یہ شرط نہیں لگائی کہ دس دفعہ اللہ کہو گے تو ایک سانس آئے گا اللہ کو آپ مانے یا نہ مانے کوئی کافر ہو، کوئی مشرک ہو، کوئی دہریا ہو اللہ تعالیٰ کسی کی سانس پر پابندی نہیں لگاتے تو اس کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی خدمت خلوص سے کرتے ہیں پر اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی خدمت کا کوئی معاوضہ ہی نہیں طلب کرتا ہے۔

www.ksars.org

اب یہ ایک زمین ہے زمین پر بستی ہے اللہ تعالی کو کتنے پیسے دیئے اب یہاں لوگ زمین پر قبضہ کر کے بیچتے ہیں اللہ تعالی کی طرف سے تو فری ہے کہیں بھی چلے جائیں لندن چلے جائیں اب بتائیں کسی نے اللہ میاں کو کتنے پیسے دیئے ہیں تو اللہ تعالی جو ہیں اپنی مخلوق کی خدمت جو ہیں بغیر صلے کے، بغیر معاوضے کے، بغیر لالچ کے اور بغیر کسی غرض کے تو اگر ایک انسان دوسرے انسان کی خدمت بغیر غرض کے کرے، مخلص سے فرض ادا کرے تو اس کا مطلب ہے اب اس نے وہ کام شروع کر دیا جو اللہ کر رہا ہے۔ جب آپ نے وہ کام شروع کر دیا جو اللہ نے کرنا ہے تو یہ قانون ہے لازمی طور پر جو کام آپ اللہ کی مرضی سے منشاء کے مطابق کریں گے خوشی سے کرینگے، تو آپ اللہ دوست بن جائیں گے اور جب آپ اللہ دوست بن جائیں گے تو آپ کے اوپر نہ خوف رہے گا نہ غم رہے گا اللہ انا ھو...اللہ کے دوستوں کو نہ خوف ہوتا ہے نہ غم ہوتا ہے۔

اختتام

www.ksars.org

سوال: عالم برزخ اور عالم اعراف کس قسم کے عالم ہیں اور ان میں کیا فرق ہے؟

کائنات کی حرکت اور کائنات کی زندگی دو رخوں پر قائم ہے ایک رخ یہ ہے کائنات کہیں سے حرکت کر رہی ہے کائنات کسی طرح سے حرکت کر رہی ہے یعنی کائنات کی تمام مخلوقات کہیں سے آ رہی ہے کہیں جا رہی ہے یہ دنیا کا تجربہ آپ کے سامنے ہے کہ آدمی پیدا ہوتا ہے جب پیدا ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہیں سے آتا ہے اور پھر مر جاتا ہے مرنے کا مطلب یہ ہے ظاہر ہے کہیں چلا جاتا ہے تو یہ ایک نظام میں جو چیز یہاں دنیا میں پیدا ہو رہی ہے وہ اس دنیا سے جا بھی رہی ہے یہ آنا جو ہے اس کو حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے نزول کہا ہے اور جانا جو ہے اس کو حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے صعود کہا ہے یعنی یہ ساری کائنات نزول اور صعود پر قائم ہے اور زندگی اور زندگی کی جتنے بھی حرکات و سکنات ہیں وہ بھی نزول اور صعود پر قائم ہے۔ اللہ تعالی نے اس کائنات کو بنایا اور بنانے کے بعد جو عالم متعین ہوا اس کو عالم ارواح کہا جاتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے کائنات میں جو بھی کچھ ہے سب کی روحیں تخلیق کر دی، پہلی تخلیق کے بعد جہاں روحیں موجود ہیں اس کا نام عالم ارواح ہے، پھر یہ روح نزول کر کے ایک اور مقام پر آ کر ٹھہرتی ہے اور جو پہلی منزل پر ٹھہرتی ہیں اس کو عالم برزخ کہا جاتا ہے۔

عالم برزخ سے نزول کر کے یہ دنیا کائنات یا انسان یہاں عالم ناسوت میں آجاتا ہے۔ عالم ناسوت میں زندگی گزرتا ہے پچاس سال ساٹھ سال کے بعد کسی اور عالم میں چلا جاتا ہے۔ جس کو مرنے کا بعد کا عالم کہتے ہیں تو مرنے کے بعد کا جو عالم ہے اس کو عالم اعراف کہا جاتا ہے۔ روحیں جہاں موجود ہیں اس کو عالم ارواح کہا جاتا ہے روحیں خد و خال اختیار کر کے جب اپنا مظاہرہ کرنا چاہا گوشت پوست کے ساتھ تو پہلے عالم ارواح سے ان کا جو مقام بنا وہ عالم برزخ ہے اور عالم برزخ سے جو نزول کر کے عالم ناسوت میں آ گئی اور عالم ناسوت سے صعود کر کے عالم اعراف میں چلی گئی۔ تو یہ دو رخ ہوئے ایک نزولی رخ ہوا ایک صعودی رخ ہوا نزولی رخ میں عالم ارواح کے بعد پہلا جو مقام ہے اس کو عالم برزخ کہتے ہیں اور نزولی حرکات و سکنات کے بعد جب آدمی صعود کرتا ہے یا اللہ کی طرف منتقل ہوتا ہے تو اس دنیا کے جانے کے بعد جو پہلا عالم ہے اس کو عالم اعراف کہتے ہیں۔

اختتام

www.ksars.org

کیا عورتوں کا قبرستان یں جانا درست ہے اور مادی جسم کا روح سے کس طرح تعلق قائم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس میں کچھ لوگوں کو اعتراض ہے کچھ لوگوں کو اعتراض نہیں ہے تو لوگوں مردوں کو یا خواتین کو مزرات پر جانا چاہئے یا نہیں قبرستان میں مرد حضرات جا سکتے ہیں، لیکن خواتین کو وہاں نہیں جانا چاہئے۔ خواتین کو وہاں کیوں نہیں جانا چاہئے؟ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے جب خواتین قبرستان میں جاتی ہیں تو وہاں وہ مردوں کو ننگی نظر آتی ہیں۔ بہر حال یہ ایک اختلاف ہے دو گروں آپس میں دست و گریباں بھی ہوتے ہیں اس میں ایک گروہ جو ہے وہ اس کو بات اتنی زیادہ اہم سمجھتا ہے اگر قبرستان میں نہیں گئے یا مزرات پر انہوں نے حاضری نہیں دی ناعوذ باللہ ان کا اسلام کمزور ہو جائے گا۔ دوسرا گروہوں یہ کہتا ہے کہ مزار پر گئے وہاں جا کر کچھ دعا مانگی تو ایمان خراب ہو جائے گا، اسلام سے خارج ہو جائیں گے۔ اس سلسلے میں مذکرات بھی ہوتے رہے بہت ساری کتابیں بھی لکھی گئیں اور ایک الگ الگ گروہوں بھی بن گئے اور اس گروہوں کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے کو مسلمان بھی نہیں سمجھنے لگے۔

آج میں یہ چاہتا ہوں کہ اس سلسلے کی جو حالت ہے مذہبی مسئلہ بن گیا ہے اور علماء دین کا جواب دے سکتے ہیں لیکن ہم اس مسئلے کو آج انشا اللہ روحانی نقطہ نظر سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔آپ لوگوں نے اگر ذرا سی بھی توجہ دی اور مسئلہ کی نوعیت پر غور فکر میں میرا ساتھ دیا انشا اللہ یہ مسئلہ اس طرح حل ہو جائے گا کہ جو لوگ یہاں موجود ہیں کم از کم ان کے ذہن تو صاف ہو جائیں گے۔ قبرستان میں جب آدمی چلا جاتا ہے تو اس کا مطلب ہے جو اس کا مادی جسم ہے یعنی جس طرح وہ مادی جسم میں زندہ تھا، بولتا تھا، کھاتا تھا، پیتا تھا وہ ختم ہو گا اور قبر کے اندر سے اس کی روح واقع ہو جاتی ہے۔ یہ بات صحیح ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ جب ہم جو ہماری زندگی ہے موت سے پہلے کی زندگی ہے جیسے ہم سب لوگ بیٹھے ہیں یہ ہماری زندگی ہے۔ جب ہم اس کے اوپر غور کرتے ہیں، زندگی کا تجزیہ کرتے ہیں تو ہمارے سامنے یہ بات آتی ہے کہ کوئی Matter یا مادیت کوئی معنی ہی نہیں رکھتے اب مثلاً جیسے ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اگر ہم سے یہ پوچھا جائے کہ بھئی کھانا کون کھاتا ہے؟

تو آپ یہ کہے گے کھانا ہم کھاتے ہیں اس سے یہ پوچھا جائے آپ کھانا کھاتے ہیں اگر آپ کے اندر سے روح نکل جائے تو آپ کھانا کھائیں گے تو کہے گا؟ نہیں کھا سکتے مر گئے صاحب وہ کھانا تو نہیں کھا سکتے مر گئے تو آپ کا نام کیا ہے؟ میرا نام شریف ہے۔ اگر آپ کے اندر سے روح نکل جائے آپ بات کر سکتے ہیں؟ اسی طرح سے ہم کسی سے پوچھے صاحب آپ کا نام عبداللہ صاحب ہے۔ عبداللہ صاحب آپ میری بات سنتے ہیں ہاں جی سنتا ہوں۔ اچھا صاحب آپ کے اندر سے روح نکل جائے تو آپ میری بات سنیں گے؟ انہوں نے کہا نہیں صاحب نہیں سنے گے تو اس کا مطلب ہے مادی جسم کی حیثیت کچھ ہے ہی نہیں تو مادی وجود میں روح ہے تو ہماری حیثیت ہے اور اگر ہمارے اس مادی وجود سے روح اپنا رشتہ توڑ لیتی ہے تو مادی وجود کی کوئی حیثیت نہیں اب اس کو یہ کہے گے صاحب کھانا کون کھاتا ہے؟ تو ہم برملا کہے گے کھانا ہماری روح کھاتی ہے۔

www.ksars.org

اور جب روح نہیں ہوتی کھانا نہیں کھاتے اب زیادہ سے زیادہ آپ یہ کہے کھانا ہمیں روح کھلاتی ہے یا ہمارے ذریعے روح کھاتی ہے ہمارے مادی جسم کے ذریعے روح ہمیں اس بات پر آمادہ کرتی ہے ہم کھانا کھائیں کیوں بھئی کیا کہے گے اس لئے اگر روح جسم کے اندر ہے تو آدمی نہیں مرتا۔ سنتا کون ہے؟ بھئی کہا صاحب جی میں سنتا ہوں کہا تمہاری روح اگر نکال لی تو انہوں نے کہا تو اس کا مطلب یہ ہوا ہم دنیا میں جو بھی کچھ کر رہے ہیں کھانا کھا رہے ہیں سو رہے ہیں جاگ رہے ہیں رشتے داروں کی پہچان ہے مثلاً ایک آدمی مر گیا اب اس کے سامنے اس کی ماں کھڑی تھی کیا مردہ جسم اپنی بیٹی کو پہچان رہا ہے۔ انتہاء یہ کہ میاں بیوی کا رشتہ جس سے قریبی کوئی رشتہ نہیں ہے ایسا قریبی رشتہ جس میں بیوی میاں کے اوپر اور میاں بیوی کے اوپر محرم ہو جاتے ہیں۔ کوئی رشتہ ماں باپ بیٹی کا بھی ایسا رشتہ نہیں ہوتا جتنے رشتے آپس میں میاں بیوی کے ہیں قرآن نے فرمایا 'لباس میاں بیوی کا رشتہ ایسا ہے کہ میاں بیوی کا لباس ہوتی ہے اور شوہر بیوی کا لباس ہوتے ہیں'۔

یعنی پردہ ہی نہیں ہے، محرم ہے ایک دوسرے کے اب شوہر مر گیا بیوی کے لئے نامحرم ہے۔ بیوی مر گئی شوہر کے لئے نامحرم ہو گئی اس لئے کہ جو روح کا رشتہ تھا جسم کا اس نے اس سے رشتہ توڑ لیا اور اب جو محرم کا تھا وہ نامحرم کا رشتہ ہو گیا جتنی بھی آپ اس پر غور کریں گے ایک ہی بات آپ کی سمجھ میں آئے گی کہ مادی وجود کی حیثیت اسی وقت تک ہے جب تک مادی وجود میں روح موجود ہو۔ انسان مادی وجود ہیں روح سے رشتہ منقطع کر لیا اور مادی وجود کی حیثیت ہے وہ سنتا ہے، نہ وہ کھاتا ہے، نہ وہ سوتا ہے، نہ وہ جاگتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا روح بولتی ہے، روح ہی سنتی ہے، روح کی محسوس کرتی ہے اور روح کے اندر تقاضے پیدا ہوتے ہیں اور روح کے ان تقاضوں کو ہم جسمانی طور پر اس وقت پورا کرتے ہیں جب روح جسم سے وابسطہ ہوتی ہے۔ اب ایک آدمی مر گیا اب قبر میں کیا چیز رہی؟ یہ قبر میں کیا چیز ہے؟ جسم تو گل گیا سڑ گیا تو قبر میں، بات اتنی ہے کہ یہاں مادی وجود کے ساتھ روح سن رہی ہے قبر میں مادی وجود کے بغیر ہی سن رہی ہے تو ایک سننا یہ ہے کہ کان میں آپ آلہ لگا لیں ایک سننا یہ ہے کہ آپ Normal سنیں تو Normal سنا اچھا کام ہے یا آلہ لگا کر سننا تو جب آپ قبر میں گئے وہاں جا کر کہا السلام و علیکم یا اھل القبور ... تو بھی کس نے سنا؟ روح نے سنا تو اب بھی یہاں بھی روح واسطہ بن رہی ہے قبر میں بھی واسطہ بن رہی تو مطلب کیا ہے بھئی ... کہنا کیا چاہتے ہو تو پھر رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ السلام و علیکم یا اھل القبور ... اے قبر میں رہنے والے بھائیوں اور بہنوں السلام و علیکم ... رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے وہ سنتے ہیں تو تمہیں جواب بھی دیتے ہیں لیکن تم نہیں سنتے کیوں نہیں سنتے؟ اس لئے نہیں سنتے آپ مادی وجود کو اہمیت دے رہے ہیں۔

روح کو اہمیت نہیں دے رہے ہے لیکن جن لوگوں کو اللہ تعالی یہ علم سکھا دیتا ہے وہ لوگ یہ جانتے ہیں مادی وجود تو ایک آلہ کار ہے اصل تو روح ہے وہ قبرستان جا کر ان سے باتیں بھی کرتے ہیں ان سے سنتے بھی ہیں ہزاروں ہزاروں مثالیں ایسی ہیں کہ لوگ مدینہ منورہ گئے اور رسول اللہ ﷺ کے دربار میں سلام عرض کیا اور حضور پاک ﷺ نے نہ صرف یہ کہ سلام کا جواب دیا بلکہ مصافحہ بھی کیا ایسی بزرگوں کی مثالیں وہاں لوگ تشریف لے گئے، انہوں نے سلام کیا اور رسول اللہ ﷺ کا قبر مبارک سے ہاتھ باہر نکلا اور مصافحہ کیا، تو مقصد کیا ہوا کہ قبرستان میں جانا گناہ ہو گیا تو کیوں گناہ ہو گیا؟ بھئی اس کی بنیاد کیا بنی تو اگر قبرستان میں جانا گناہ ہے تو یہاں مادی وجود کو بغیر روح کے بات کر کے دیکھائے؟ مادی وجود سے بغیر روح سے کچھ سنا کر دیکھائے؟

www.ksars.org

تو یہ جو ایک خواہ نخواہ کا اختلافی مسئلہ ہے اس کے پیچھے کچھ بھی نہیں ہے دو گروہوں آپس میں لڑ رہے ہیں اپنی برتری ثابت کرنے کے لئے بات یہ ہے کہ جہاں بھی جو بھی کچھ ہے وہ روح کے تابع ہے روح اگر ہے اب مثلاً پانی ہے پانی کے اندر سے روح نکال لیں اس کا وجود ہی ختم ہو جائے گا، گیہوں ہیں بہر حال اس کے اندر بھی ایک روح ہے وہ روح جس کو آپ انرجی کہتے ہیں وٹامن کہتے ہیں وہ نکال لیں بے کار ہے سب پہلے تو آپ یہ طے کریں روح سنتی ہے یا مادی وجود سنتا ہے اگر مادی وجود سنتا ہے تو روح کے بغیر بھی سننا چاہے اب جب آدمی مر گیا مادی وجود ختم ہو گیا یا مادی وجود قبر میں چلے گیا کچھ نہیں یہاں، تو جب آپ روح کو پکاریں گے تو وہ جواب دے گی ۔یہی بات رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمائی ہے من عرف نفسہ...کہ جس بندے نے اس بات کو جان لیا اس بات کو سمجھ لیا کہ مادیت جو عارضی اور فکشن ہے۔

یعنی جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا میرا جو مادی وجود ہے یہ کچھ نہیں ہے ایک واسطہ ہے روح نے بنایا ہوا ہے، روح نے ایک پردہ ڈالا ہوا ہے اپنے اوپر۔ من عرف نفسہ... کا مطلب یہ ہے کہ جس نے روح کے اوپر سے اس پردے کو ہٹا دیا اس نے اپنی ذات کو پہچان لیا، روح کو پہچان لیا اور جس نے اپنی روح کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا، تو اس کے بعد روح کے پہچانے کے بعد آدمی رب کو پہچان لیتا ہے تو بیچ کی چیزیں تو خواہ مخواہ ہی اس کی پہچان میں آجاتی ہیں تو یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے اس میں کچھ بھی نہیں ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں جائز ہے کچھ لوگ کہتے ہیں ناجائز ہے۔

جیسے کہ کوئی آدمی کروڑوں سال کی تاریخ، لاکھوں سال کی تاریخ ہیں کوئی آدمی ایسا پیدا نہیں ہوا جو مرا نہ ہو، کوئی آدمی ایسا پیدا نہیں ہوا جو بوڑھا نہ ہوا ہو، کوئی آدمی ایسا پیدا نہیں ہوا جس پر انحطاط نہ آیا ہو، کوئی آدمی تاریخ انسانی میں کروڑوں سال کی تاریخ ہیں کوئی ایسا پیدا نہیں ہوا جو بچہ ہی رہا ہو، کوئی آدمی ایسا پیدا نہیں ہوا جو لاکھوں سال جوان رہا ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جسم جو ہے ایک طرف گھٹتا ہے ایک طرف بڑھتا ہے اب اس گھٹنے بڑھنے کے عمل کو ہم یوں کہے کہ آج جب ہم پیدا ہوئے جب ہم داخل ہوئے آج جو ہے آج کا وقت جب تک فنا نہیں ہو گا تو کل میں بچہ داخل نہیں ہو گا اور جب کل فنا نہیں ہو گئی تو پرسوں میں بچہ داخل نہیں ہو گا۔ ایک سال کے اوپر اگر فنا وارد نہیں ہو گی تو وہ دوسرے سال میں داخل نہیں ہو گا تو مقصد یہ ہے یہ جو مادی وجود ہے۔

پیدا ہوئے ہی فوراً بعد اس کے اوپر گھٹنے اور بڑھنے کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ گھٹنے سے مراد فنا ہونا بڑھنے سے مراد پیدا ہونا، ہوتے ہوتے ایک بچہ ایک دن کا، دو دن کا، دس سال کا، پندرہ سال کا، اٹھارہ سال کا، بیس سال کا بیس سال کا جب بچہ ہو اس کا مطلب ہے اس کے بیس سال فنا ہو گئے اگر بیس سال فنا نہیں ہوئے گزر گئے اور اگر بیس سال کی فنائیت نہیں ہوئی تو بچپن میں کیوں نہیں رہا اب دیکھے نا بچپن میں اور بیس سال میں یہ دیکھیں اب ہر آدمی کو اپنا بچپن بھی یاد ہوتا ہے نہیں یاد ہو تو اپنا بچوں کا بچپن تو سامنے ہے اب اٹھارہ سال تک آپ اپنا بچوں کا بچپن دیکھیں تو اس کی پیدائش سے اٹھارہ سال کی عمر میں جب بچہ داخل ہوا تو اٹھارہ سال اس کے فنا ہو گئے۔ اٹھارہ سال فنا ہوئے تو انیسویں سال میں بچہ پیدا ہوا، اب جوانی کے اوپر فنا آگئی تو بوڑھا پا پیدا ہو گیا، اب بوڑھاپے پر بھی فنا آجاتا ہے تو مقصد یہ ہے کہ مادی وجود کی تعریف یہ ہے کہ مادی وجود اسے کہتے ہیں پیدائش کے پہلے مرحلے سے دوسرے مرحلے میں اس وقت داخل ہوتا ہے جب پہلے مرحلے والی چیز فنا ہوتی ہے یعنی مادی وجود پر موت وارد ہو رہی ہے ہر وقت اور جب پوری طرح مادی وجود پر موت وارد ہو جاتی ہے۔

www.ksars.org

اب اس کی صورت نہ وہ سن سکتا ہے، نہ وہ دیکھ سکتا ہے اب ایک آدمی مر گیا اس کو آپ قبر میں دبا دیں۔ انسانی احترام کا رشتہ ہے بڑا اچھا کیا آپ نے۔ وہ نہیں کہتا آپ نے کیوں دفنایا مجھے قبر میں، اسی مردہ لاش کو آپ جلا دیں جیسے ہندو جلا دیتے ہیں وہ کبھی نہیں کہتا مجھے کیوں جلا رہے ہو، مقصد یہ ہوا کہ مادی وجود کا کچھ کہنا، مادی وجود کا کچھ بولنا، مادی وجود کا کچھ محسوس کرنا اسی وقت تک ہے جب تک مادی وجود کو روح نے سہارا دیا ہوا ہے یا روح مادی وجود کے اندر منتقل ہوتی ہے تو پہلی بات یہ ہوئی ہم جو بیٹھے ہوئے ہیں ہمارا مادی وجود بات نہیں کرتا ، ہمارا مادی وجود کھانا نہیں کھاتا، اگر ہمارا مادی وجود کھانا کھائے تو مرنے کے بعد بھی وہ کھانا کھانا چاہیئے اس پر غور کریں ذرا اس کا مطلب ہوا روح ہی بولتی ہے روح ہی کھاتی ہے روح ہی احساس کرتی ہے اب وہی روح پہلے مادی وجود کا پردہ بنایا اپنے لئے اب اسی لئے قبر کو اپنا پر دہ بنالیا مادی وجود کے ساتھ بھی روح سامنے نہیں تھی اور قبر کے اندر بھی روح سامنے نہیں تھی۔

مادی وجود کی حرکت بھی روح کے تابع تھی اور جب قبر میں روح تھی اس میں بھی روح کی اپنی حرکت ظاہر تھی۔ تو روح ہی سب کچھ ہے ۔ قبر میں جا کر روح کو مخاطب کرتے اور اس سے یہ کہتے ہیں اب ظاہری طور پر بھی کہتے ہیں ہمیں دس روپے دو تو دس روپے کس نے دئے بھئی...دس روپے کس نے دئے بتاؤ دس روپے کس نے دیئے اگر ابا مر جائیں روح نکل جائے تو دس روپے اور یہی بات ہم روح سے کہہ گے ابا ہمیں دس روپے دو دس روپے دے دیں کہ صاحب قبرستان جانا شرک ہے یہ کرنا شرک ہے دوسری بات یہ ہے کہ آپ کے ابا ہیں آپ اپنے ابا دس روپے مانگ رہے ہیں کس میں مانگ رہے ہیں زندگی میں مانگ رہے ہیں نا اور ابا سے دس روپے اس لئے مانگ رہے ہیں نا اعوذ باللہ آپ ان کو خدا کو درجہ دیتے ہیں۔ یہ سراسر کفر ہے سراسر شرک ہے اب آپ قبرستان میں جاتے ہیں اس روح کے بارے میں خدانخواستہ اس روح کے بارے میں اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے آپ کا یہ تصور ہے روح خدا ہے تو وہاں بھی شرک ہے تو یہاں صورت یہ ہے کہ ابا جب مادی وجود میں ہے جب تو آپ کہتے ہیں ابا دس روپے دو اور جب مادی وجود سے روح براہ راست سے آخری تعلق ہے روح کا جب آپ اس سے کہتے ہیں دس روپے دو تو یہ شرک ہے۔

بات وہی ہے ہمارا جو ذہن ہے ہمارا جو شعور ہے وہ مادیت ہے تعفن ہے اور حضور پاک ﷺ نے کیوں فرمایا کہ قبرستان جاؤ وہاں وہاں جا کر سلام کرو وہ لوگ تمہارے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ کون سلام کا جواب دیتا ہے مادی وجود سلام کا جواب دیتا ہے قبر کھودیں گے تو کچھ بھی نہیں نکلے کا اگر آپ کچھ عرصے کے بعد قبر کھودیں تو مادی وجود کا کوئی حصہ آپ کو ملے گا؟ ہڈیاں ملتی ہیں کچھ عرصے بعد ہڈیاں بھی راکھ بن جاتی ہیں تو جب کار فرمائی پوری طرح ہوتی ہے اب اس میں یہ کہنا کہ صاحب مادی وجود روح کے ساتھ ہے تو روح سنتی ہے روح بولتی ہے اگر روح مادی وجود چھوڑ کر قبرستان میں چلی جائے تو روح نہ سنتی ہے نہ بولتی ہے۔ یہ حقیقت کے خلاف ہے، بات ہی غلط ہے۔ اولیاء اللہ کے بے شمار واقعات ایسے ہیں اچھا پھر روحانیت میں آپ نے سنا ہوگا صلاحیت اس کو کہتے ہیں کشف القبور...آپ نے سنا ہوگا کشف القبور...کا مطلب یہ ہے کچھ عمل ایسے ہوتے ہیں، کچھ صلاحیت ایسی پیدا ہو جاتی ہے آدمی کے اندر جب کسی صاحب قبر کے پاس جا کر وہ بیٹھتا ہے سلام کرتا ہے وہ کہتے ہیں وعلیکم السلام...سلام کا جواب وہ سنتا ہے اگر اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر اور طاقت دے دی اس کو شعور کو تو وہ صاحب قبر سے باتیں بھی کرتا ہے میں آپ سے بہت پرانا قصہ بیان کروں پاپوش نگر کا، تو ایک دفعہ، صاحب میں قبرستان میں بہت جایا کرتے تھا، دل بہت چاہتا تھا زیادہ تر میں جاتا تھا مغرب کے بعد عصر مغرب سے پہلے یا مغرب کے بعد ایک جگہ قبرستان میں

www.ksars.org

میں گیا تو وہاں ایک چھوٹی سے خوبصورت جگہ بنا رکھی تھی اور اس میں پھول لگے ہوئے تھے موتیا کے، چنبلی کے گلاب کے بہت ہی خوبصورت پھول اور بڑی خوشبو تو مجھے وہ جگہ بہت اچھی لگی میں بیٹھ گیا درود شریف پڑھتا رہا اس کے بعد وہ جگہ مجھے اتنی اچھی لگی کہ روز کا جانا میرا معمول بن گیا۔ وہاں میں مراقبہ بھی کرتا تھا۔

اس زمانے میں ایسی صورت تھی آنکھیں بند کر کے بیٹھ گئے ایک دن مراقبہ کیا تو میں ان کو صاحب قبر کو دیکھا بڑے اچھی طرح سے ان سے بات چیت ہوئی بڑے خوش ہوئے بڑے، تو انہوں نے میری بڑی خاطر کی اور بڑی اچھی طریقے سے ملے تو اندر سے میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ یہ تو بہت ہی اچھا آدمی ہے اس کے لئے دعا کرو اللہ نے ڈالی میں نے دعا کی، دعا کرنے کے بعد وہ اور بھی خوش ہوئے اور اللہ تعالی نے ان کے اوپر بڑا فضل و انعام دیا میں بڑا حیران پریشان یہ کیا ہوا میرے ارادے میں یہ نہ بات تھی، میں نے کبھی سوچا نہیں تھا۔ میں تو وہ پھول اور خوشبو اس کی وجہ سے گیا تھا، آدمی کو شوق اٹھتا ہے کسی کی لالچ سے، کسی کو پھولوں کا شوق ہوتا ہے کسی کو کسی کا اسی شوق کی بنیاد پر میں وہاں بیٹھتا ہوں۔ تو میں نے آکر قلندر بابا اولیاء سے کہ حضور آج میں بڑا حیران ہوں کہ کیا اس سے بات بھی ہو جاتی ہے اور یہ بھی ہو جاتا ہے وہ بھی ہو جاتا ہے میں حیران پریشان ہوں کہ یہ ٹھیک ہے یا نہیں۔

بھئی اس میں کیا بات ہے کیا دیکھا کیوں دیکھا کیا مطلب ہوا اس کا۔ انہوں نے فرمایا بھئی بات یہ ہے وہ ایک اچھا ایک آدمی ہے اور ان کے ذوق میں یہ بات شامل تھی مادی وجود میں کے فقراء سے بڑی محبت ہے ایک تو وہ بزرگوں کی عزت کرتے ہیں، ایک تو کھانا کھلا کر بڑا خوش ہوتے تھے۔ یہ ان کی ہابی تھی اِدھر سے پکڑ لئے لوگ اُدھر سے پکڑ لئے لوگ کھانا کھلا دیا بڑے خوش ہوتے تھے اللہ کی مخلوق کا کھانا کھلاتے اور فقیروں سے دوستی رکھی، اللہ تعالی نے اس انعام میں کہ وہ اللہ کی مخلوق کا کھانا کھلاتے تھے اور اس کے انعام میں اللہ کے دوستوں سے محبت کرتے تھے ایک وسیلہ اور بہانا بنادیا آپ کا وسیلہ، کام تو اللہ کو کرنا تھا وسیلہ آپ بن گئے ان کا کام ختم ہو گیا اور صاحب بڑی عجیب بات ہے اسی دن کے بعد دل میرا انہیں چاہا جانے کو، میں نہیں گیا ایسا معلوم ہوتا ہے مجھے اسی کام سے بھیجا گیا تھا کہ میں وہاں بیٹھو میرا بھی کام ہو گیا اور مجھے بھی تصدیق ہو گئی اور اللہ میاں نے بھی مجھ سے دعا بھی کروادی میں کہاں کسی کا میری دعا سے کام ہو گیا ہیں۔

اس قسم سے ہزار واقعات ہیں کہ لوگ قبرستان جاتے ہیں وہاں بیٹھتے ہیں اپنے بزرگوں سے آباؤ اجداد سے اپنے باپ سے اپنے دادا سے اپنی والدہ سے اپنی اولاد سے ملتے ہیں باتیں کرتے ہیں اگر بات کرنا نہیں کرنا آتا تو اس لئے پھر آپ ادھر ہی آجائیں کہ میں بات کرنا سکھا دیتا ہوں۔ میں نے آپکو ایک واقعہ سنایا میری روح نکل جائے میں کیا واقعہ سنا سکتا ہوں تو اس کا مطلب ہے یہ واقعہ جو سنا رہا ہوں اب میں جو تقریر کر رہا ہوں یہ میری روح کر رہی ہے تقریر سننے والے جو لوگ ہیں وہ بھی ان کی روح سن رہی ہے اگر ہم سب یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اگر ہمارے اوپر موت وارد ہو جائے تو کیا میں تقریر کر سکتا ہوں؟ کیا آپ تقریر سن سکتے ہیں؟

بات یہ ہے کہ مادی وجود کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی مادی وجود کو آپ ایک میڈ سٹل کہے لیں یا کان میں لگانے والا ایک آلہ سمجھ لیں تو اب جب ہم قبرستان جاتے ہیں تو اب بھی یہی صورت ہوتی ہے اگر قبرستان ہم جاتے ہیں کسی مزار کے اوپر اگر ہم قبرستان جاتے ہیں کسی عام قبر کے اوپر تو صاحب قبر صاحب مزار اتنا بڑا ہے کہ نا اعوذ باللہ اللہ میاں بن جائے، ہم جو کہے گے، وہ ہو جائے یا وہ جو یہ صاحب مزار کہے

www.ksars.org

گے وہ ہو جائے گا، ظاہر ہے اس میں شرک ہیں، کفر ہیں، کیا کلام اسی صورت سے کوئی یہاں آپ کا بزرگ بیٹھا ہوا ہے کوئی چیز ہے کچھ بھی ہے آپ اس کے بارے میں یہ تصور کرتے ہیں کہ ظاہر ہے بس ابا جی نے جو کہے دیا وہ ہو گیا اب اس کی ایک صورت یہ بھی ہے جو ابا جی نے کہے دیا ابا جی نے اللہ سے دعا کی اور اللہ نے پوری کر دی۔ یہ کوئی شرک کی بات ہے لیکن اگر یہ کہے گے کہ ابا جی نے کہے دیا کیوں کہ اللہ کا کہنا ہو کیوں ہو گیا کس لئے ہو گیا اب کوئی بھی آدمی اس کو عقیدہ تو نہیں کہے گا۔

ہمارے ایک بزرگ تھے چوہدری حمید صاحب، داتا صاحب کے یہاں تشریف لے گئے لاہور میں کوئی کاروبار انہوں نے کرنا تھا انہوں نے کہا صاحب میں کاروبار کرنا چاہتا ہوں، کر لوں؟ داتا صاحب نے کہہ دیا ہاں کر و اللہ برکت دے دعا ہے میری، انہوں نے جتنا بھی ان کا سرمایہ تھا سب کاروبار میں لگا دیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بہت مقروض ہو گئے، روٹیوں کے محتاج ہو گئے سب ہی کچھ اس میں لگا دیا اس بنا پر کہ داتا صاحب نے کہا تھا وہ اس بعد داتا صاحب سے ناراض ہو گئے انہوں نے کہا جی داتا صاحب آپ نے سب ہمارا پیسہ ضائع کروا دیا بھئی کیا ضرورت تھی آپ نہ کہتے ہم کاروبار نہیں کرتے، بھئی چوہدری صاحب نے بالکل ہی آنا چھوڑ دیا بھئی وہ ناراض ہو گئے تو داتا صاحب نے ہمارے دادا پیر صاحب نے فرمایا کہ اقبال ناراض ہو گیا ہے، اس نے بالکل آنا چھوڑ دیا ہے۔ آپ نے کہا کہ کاروبار ہو جائے گا اس نے سارا پیسہ لگا دیا وہ تو بالکل ہی ختم ہو گیا سڑک پر آ گیا۔

تو انہوں نے کہا دیکھو بھئی بات سنو ہم نے کہا لیکن ہم نے اس بنیاد پر کہا ہمارا یہ تجربہ ہے ہم نے جب بھی کوئی اللہ تعالی سے دعا کی اللہ تعالی نے اپنی رحمت سے قبول کیا تو اس بنیاد پر ہم نے کہا کہ بھئی تم کاروبار کر لو ہم اللہ سے دعا کریں گے بھئی میں نے تو اللہ سے دعا کی میں داتا ہوں مجھے کچھ بھی کہے میں خدا تو نہیں ہوں مجھ سے کوئی آ کر کہتا ہے صاحب میرا یہ کام کر دو میں کہتا ہوں ہاں ہو جائے گا لیکن اس بنیاد پر میں کہتا ہوں کہ اللہ سے دعا کرتا ہوں اللہ میری دعا سن لیتا ہے۔ اللہ میری دعا قبول کر لیتا ہے لیکن میں اللہ کو پابند تو نہیں کرتا یہ اللہ کی مرضی ہے۔ جب چاہے اللہ سن لیتا ہے ایسا بھی ہوتا ہے انہوں نے فرمایا ایسا بھی ہوتا ہے ایک آدمی میرے پاس آتا ہے میں اس کو تسلی کر کے بھیج دیتا ہوں کہ اللہ بہتر کرے گا اور میں بھول جاتا ہوں اللہ اس کا کام کر دیتا ہے اسی بنیاد پر اس یقین پر کہ اللہ ٹھیک کر دے گا اب یہ اللہ کی مرضی ہے جب چاہے اللہ سن لیتا ہے ایسا بھی ہوتا ہے انہوں نے فرمایا ایسا بھی ہوتا ہے اور بہت سی دفعہ ایسا ہوتا ہے میں بہت چاہتا ہوں بہت گڑگڑاتا ہوں بہت روتا ہوں لیکن اس کا کام نہیں ہوتا اللہ نہیں قبول کرتے۔

کوئی پیغمبر ہو، کوئی ولی ہو، کوئی بھی ہو اس کی ساری ڈوریاں اللہ کے ہاتھ میں ہے اب وہ تجربے کی بنیاد پر یہ بات کہتا ہے کہ صاحب آپ کا کام ہو گیا اب جیسے اس کی سفارش وہ کہتا ہے وہ میرا دوست ہے اب کہا ٹھیک ہے کام آپ کا ہو گیا اب میں اس سے آپ کی سفارش کر دیتا ہوں وہ کہتے ہیں صاحب اس میں تو یہ قانون پیچیدگی ہے۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا، اگر یہ کام ہو گیا تو اس کی یہ چیزیں غلط پڑ جائیں گی۔ آپ نے کہا جی مجھ سے وعدہ بھی کر لیا میرا کام بھی نہیں کیا تو بات یہ نہیں ہے بات یہ ہے کہ آپ کسی سے کیا کہے رہے ہیں اور کوئی آدمی اپ کے لئے کیا کہے رہا ہے یہ دیکھئے یہی حال زندگی میں بھی ہے اور یہی حال مرنے کے بعد قبر میں بھی ہے۔ جتنے اولیاء اللہ ہیں، بزرگانِ دین ہیں، اپنی قبروں پر آرام فرما رہے ہیں۔ اب ایک وہاں سے خط آیا ایک بڑی عجیب بات ہے، بہت پرانی بات ہے تیس سال پرانی ایک خط آیا

www.ksars.org

کہ صاحب سو روپے ہے اور وہاں جائیں آپ عبداللہ شاہ غازی کے پاس اور وہاں جا کر میری سفارش کر دیں اور سو کا نوٹ ادھر لنگر خانے میں دے دو، میں اس بندے کو نہیں جانتا کون تھا، کیا تھا؟

اور یہ آپ کو میرا کام کرنا ہے آپ مجھے نہیں جانتے میں آپ کو جانتا ہوں بہر حال یہ کہ میں چلا گیا عبداللہ شاہ غازی کے پاس اب جا کر میں بیٹھ گیا مراقبہ کیا، مراقبے کے بعد وہ خط بھی ساتھ لے گیا انہوں نے جو لکھا تھا میں نے کہا صاحب فلاں صاحب ہیں انہوں نے کہا میں نہیں جانتا۔ یہ خط بھیجا ہے سو روپے بھیجے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ اس طرح کریں یہ جو خط ہے اس پر اپنے ہاتھ سے سفارش لکھ دے۔ جی میں نے کہا میری سفارش کا کیا مطلب یہ پرانی بات ہے ابھی میں نے روحانیت ہیں قدم بھی نہیں رکھا تھا اس وقت یہ کیفیت آگئی میں ڈر گیا میں سنبھالا کیا مطلب ہوا، آپ کا کیا ہو گا آپ لکھ دیں یہ ٹھیک ہے میں نے اٹھا کر لکھ دیا تمہاری سفارش ہو گئی پر یہ کیفیت میری ختم ہو گئی، سو روپیہ تھا وہ ہلا گلا کھا لیا، مجھے پتا بھی نہیں اس کا کام ہوا یا نہیں ہوا صاحب تین مہینے چار مہینے کے بعد ان کا پھر خط آیا کہ آپ کا بہت شکریہ آپ نے میرا خط پہنچا دیا میرا کام ہو گیا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ پھر آپ اس بات کو دوہرائیں میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کے ذہن میں یہ بات پکی ہو جائے۔ اب ہم سب ہیں ہمارے اندر سے روح نکل جائے ہم کسی کی سفارش کر سکتے ہیں ہم سب بیٹھیں ہیں ہمارے اندر سے روح نکل جائے عبداللہ شاہ غازیؒ کی بات سن سکتے ہیں سمجھ سکتے ہیں، قبول کر سکتے ہیں۔ تو یہ جتنے بھی کھیل تماشے اس دنیا میں ہوں اس دنیا میں آنے سے پہلے ہوں اس دنیا میں جانے کے بعد ہو سب روحانی کھیل تماشہ ہے یہ روح کا سارا حساب کتاب ہے روح کبھی گوشت پوست کا جسم بنا لیتی ہے یہاں آنے سے پہلے وہ جسم اتار کر یہاں آجاتی ہے یہاں مٹی کے ذرات سے جسم بن جاتا ہے مٹی سے بن جاتا ہے جب یہاں سے جاتی ہے جسم اتار کر پھینک دیتی ہے وہاں جا کر مرنے کے بعد عالم اعراف میں پیدا ہو کر نیا لباس بنا لیتی ہے روشنی کا، اچھا وہاں بھی وہ اسی طرح رہتی ہے وہاں بھی اسی طرح گھر ہے اسی طرح کھانا پینا ہے وہاں بھی اسی طرح کپڑے پہنتے ہیں وہاں بھی اسی طرح تقریریں ہوتی ہے وہاں بھی اسی طرح بیٹھتے ہیں اٹھتے ہیں لڑتے ہیں جھگڑتے ہیں۔

محبت کرتے ہیں۔ بچے جو ہے مر جاتے ہیں جوان ہوتے ہیں ان کی شادیاں ہوتی ہیں اگر یہ روح صرف ان کی مادی وجود کے ساتھ ہی سب کچھ ہو رہا ہے تو یہ مرنے کے بعد بچے جوان کیوں ہو رہے ہیں چھوٹے بچے جو پیدا ہو کر مر جاتے ہیں وہ جوان ہوتے ان کہ شادی ہوتی ہے ۔ اچھا روح نے عالم اعراف میں ایک لباس پہنا اور کچھ عرصے کے بعد اتارا اور پھر حشر اور نشر یں پہن لیا مادیت کا لباس، وہ ہے نار وزے جزا کے دن آدمی کہے گا میں نے یہ کیا، زبان کہے گی میں نے یہ کیا، آنکھ کہے گی میں نے یہ کیا، اب اس کے بعد حشر اور نشر کے بعد فیصلہ ہو گیا اب جنتی لوگ جنت میں چلے گئے، اللہ تعالیٰ سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے اور جو دوزخی ہونگے وہ دوزخ میں چلے گئے۔ اب روح نے جنت میں گئی تو جنت کا لباس اپنے اوپر ڈال لیا، دوزخ میں دوزخ کا لباس پہن لیا۔ تو جب وہ عالم بالا میں گئی جنت سے بھی بڑا مقام تو روح نے وہاں جنت کا لباس بھی اتار کر پھینک دیا۔

اس کا لباس پہن لیا تو اس کا مطلب یہ ہوا روح جہاں بھی ہے جس حال میں بھی ہے براہ راست سامنے نہیں ہوتی لباس بنا کر اپنے اوپر ڈال لیتی ہے اور اس لباس کے پیچھے رہ کر بات کرتی ہے، اور اس لباس کے پیچھے رہ کر سنتی ہے، اور اس لباس کے پیچھے رہ کر بولتی ہے

www.ksars.org

کھاتی ہے پیتی ہے سوتی ہے، جاگتی ہے، چلتی ہے، پھرتی ہے، پھر آپ اس بات کو پھر غور کریں کہ ہم سب یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ قبر میں ہم نہ کھانا کھا سکتے ہیں نہ پی سکتے ہیں لیکن پھر ہمارے اندر روح آجائے تو ہم کھانا بھی کھا رہے ہیں پی بھی رہے ہیں ہمیں یہ بھی پتہ ہے کہ شام ہو رہی ہے سورج ڈوب رہا ہے تو آپ لوگ کیا سمجھیں اصل چیز ہمارا میٹر ہے یا روح ہے۔ میٹر کیا چیز ہے میٹر جو ہے مادیت ہے، روح ظاہر نہیں ہوتی براہ راست سامنے نہیں آتی روح کا ایک قانون ہے کہ وہ پردے کے پیچھے اپنا روپ بدل کر رہتی ہے۔

کسی روپ میں آئے گی اب طوطا ہے تو آپ یہ سمجھتے ہیں طوطے میں روح نہیں ہے، اب روح نے جب طوطے کا لباس پہنا تو اس کا نام طوطا ہو گیا، اسی روح نے جب کبوتر کا لباس پہنا اس کا نام کبوتر ہو گیا اور اسی روح نے جب انسان کا لباس پہنا اس کا نام انسان ہو گیا، اور جب طوطے کے جسم کو یعنی لباس کو روح نے اتار پھینکا تو طوطے کی جگہ ایک مردہ طوطا ہو، مردہ انسان ہو، بکری مردہ ہو، بھینس بھی مردہ۔ تو یہ ایک نظام ہے اللہ تعالیٰ کا، اس نظام میں ایک روح ہے اور روح کے لباس ہزاروں ہزاروں لباس کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ستر ہزار لباس روح کو ظاہر کرتے ہیں۔ ان لباس کی حیثیت اصل نہیں ہے اصل حیثیت روح کی ہے۔ جب دنیا میں حیثیت روح کی ہے تو مرنے کے بعد میں اصل حیثیت روح کی ہے۔ اب قبرستان میں وہ کہتے ہیں صاحب خواتین اگر قبرستان میں جاتی ہیں تو وہ ننگی نظر آتی ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر مردے آدمی کو زندہ آدمی ننگا نظر آتا ہے یہ کہنے کی بات ہے اگر آدمی اعتراف کرے تو جواب نہیں ہے اس کا کہ صاحب قبرستان میں تو عورتیں بھی ہیں مرد بھی ہیں۔

جب مرد جسموں کو بلکہ جسم تو ہے ہی نہیں جسم تو فنا ہو گیا۔ مرد جسم کو اگر عورتیں ننگی نظر آتی ہیں تو وہاں جو عورتیں قبرستان میں سو رہی ہیں ان کو مرد ننگے نظر آتے ہونگے پھر تو قبرستان الگ بناؤ پردہ کرو بھئی، تو روح کا پردے سے کیا تعلق؟ روح کا تو کوئی لباس نہیں ہوتا۔ روح تو روح ہوتی ہے۔ اللہ کا ایک حصہ ہے ونفخت فیہ... اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے تمہارا یہ لباس خلاء سے بنایا خلاء کچھ بھی نہیں ہے نہ اس میں بولنے کی سکت ہے، نہ اس ہیں سوچنے کی سکت ہے، نہ اس میں چلنے کی سکت ہے۔ قرآن حکیم میں ہے کہ ہم نے اس کو سڑھے ہوئے گاڑے سے بنایا اور بجنی مٹی سے بنایا بجنی مٹی کا مطلب خلائ، اب جب ہم نے سارے پتلے کو خلاء سے بنا دیا تو ہم نے اس کے اندر اپنی روح ڈال دی ونفخت فیہ... کہ ہم نے اپنی جان میں سے ایک حصہ نکال کر اس کے اندر ڈال دیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب کوئی آدمی بولتا ہے تو کون بولتا ہے؟

... بھئی... روح کون ہے؟ اللہ بھجتا ہے اللہ بولتا ہے۔ جب آدمی سنتا ہے اسی طرح روح سنتی ہے کون سنتا ہے؟ اللہ سنتا ہے۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا تم میری بصارت سے بولتے ہو، تم میری بصیرت سے سنتے ہو اور میرے فواد سے سوچتے ہو، تم کچھ نہیں ہو الا انا بکل شئ محیط... مادیت کوئی چیز نہیں ہے ہر چیز کو اللہ نے احاطہ کیا ہوا ہے الا انا ھو بکل شئ محیط... ایک دائرہ ہے جس کا نام اللہ ہے اس دائرے کے اندر آپ موجود ہیں جب تک دائرہ ہے، آپ موجود ہے۔ دائرہ نہیں تو آپ نہیں، تو روح کی اہمیت کو آپ کسی بھی طرح نظر انداز نہیں کر سکتے۔

اب روح کی تعریف، روح کی صلاحیت کیا ہے اب آپ سو جاتے ہیں ہر آدمی سوتا ہے ہر آدمی خواب بھی دیکھتا ہے جب آپ خواب دیکھتے ہیں آپ کا مادی وجود سنتا ہے، جب آپ خواب میں کہیں سنتے ہیں تو آپ کا مادی وجود بولتا ہے، جب آپ خواب میں کھانا کھاتے ہیں تو آپ کا

www.ksars.org

مادی وجود کھانا کھاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ بتارہے ہیں کہ صلاحیت اس دنیا میں بھی موجود ہے جس طرح مرنے کے بعد کھاتی ہے، پیتی ہے، سیر کرتی ہے، پرواز کرتی ہے اسی طرح اس زندگی میں بھی اسی طرح انسان اس صلاحیت کو تلاش کرلے جس صلاحیت سے وہ خواب میں اٹھتا ہے، خواب میں کھاتا ہے، خواب میں پیتا ہے، خواب میں لڑتا ہے، خواب میں جھگڑتا ہے، خواب میں خوش ہوتا ہے، تو وہ سوئے بغیر بھی روحانی پرواز دیکھ سکتا ہے، روحانی بات سن سکتا ہے، روحانی کام کاج کرسکتا ہے، اب آپ پھر غور کریں کہ میں سو رہا ہوں آپ سو رہے ہیں آپ کے اندر سے ایک آدمی نکلا لاہور پہنچ گیا داتا دربار کے مزار پر قوالی ہو رہی ہے وہ بھی سنی اس نے وہاں تبرک جو تقسیم ہوا وہ بھی لیا، کھایا بھی، اس کا مزہ بھی محسوس کیا خدانخواستہ کہیں کسی کا بچہ بیمار ہے وہاں پہنچ گیا وہاں جاکر اس کا دیکھ بھی آیا اور دم بھی کرآگیا۔ بھئی خواب تو نظر آتے ہیں نا آپ کو؟

اس خواب میں آپ کا مادی وجود حرکت کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ مادی وجود پر موت وارد نہ ہو تو یہ آپ کی اصلی روحانی صلاحیتوں کو مادی وجود کے بغیر سن بھی سکتے ہیں، کھا بھی سکتے ہیں پی بھی سکتے ہیں۔ تو جب آپ یہاں روح سے رابطہ قائم کرسکتے ہیں تو مرنے کے بعد قبر میں جو روح ہے اس سے کیوں نہیں رابطہ کرلیتے تو بات یہی ہے جب ہم مادیت کی عینک لگا کر بات کریں گے تو ہماری طرز فکر محدود ہوتی ہے اور جب ہم مادیت کی عینک اتار کر حقیقت کی عینک سے دیکھیں گے تو ہمارے لئے بات صاف ہے تو قبرستان میں ہوں بیداری میں ہوں جہاں بھی ہوں آپ کا مادی وجود جو ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے اصل حیثیت جو ہے روح کی ہے۔ جب تک روح اس مادی وجود کو سنبھالے ہوئے ہے آپ کے اندر جذبات اور احساسات ہیں اور جب مادی وجود کو روح چھوڑ دیتی ہے آپ کے اندر سے ہر قسم کے احساسات ختم ہوجاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا کرے کہ ہم مادی حواس سے باہر ہوکر بھی سوچیں مادی حواس سے آزاد ہوکر اللہ تعالیٰ کی نشانیوں پر غور کریں ۔اس بات کو بار بار دوہرائیں تو جب ہم مر جاتے ہیں تو کیوں نہیں سوچتے مادی وجود تو موجود ہے کھاتے کیوں نہیں مادی وجود تو موجود ہے جب اس پر غور وفکر کریں گے۔ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت و نسبت سے انشااللہ پھر ہمارے ذہن میں بات سمجھ میں آئے گی۔ اور یہ خواہ مخواہ کے اختلافی مسائل سے ہمارا ذہن خراب ہوجائے گا۔ اختتام

www.ksars.org

سوال: عرس کے کیا معنٰی ہیں اور یہ کیوں منایا جاتا ہے؟

ایک خاتون ہیں انھوں نے بڑا طویل خط لکھا ہے شیخ، وہ کہتی ہیں کہ صاحب حضور قلندر بابااولیاءؒ کے عرس کے سلسلے یں پورے مراقبہ ہال کو سجایا گیا خواتین نے اس سجاوٹ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ حضور قلندر بابااولیاءؒ کا وصال ہو گیا وہ اس دنیا سے پردہ فرما گئے۔ اس کا ہم افسوس کرتے ہیں غم کرتے یں اس کے برعکس مراقبہ ہال میں بڑے چراغاں کیا گیا، مراقبہ ہال کو سجایا گیا، تبرک تقسیم کئے گئے۔ یہ حضور کے حوالے سے یہ جتنے بھی اسراف ہوتے ہیں ان کی کوئی مذہبی اور شعوری حیثیت تو نہیں ہے۔ لیکن اس میں ایک بات ضرور ہے کہ اولیاءاللہ جو اس دنیا سے تشریف لے گئے وہ اپنے پیچھے کوئی نشانی چھوڑ کر جاتے یں اور ان کا یہ مشن رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پر منبع ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی جو وراثت ہے اس وراثت کو حاصل کرتے ہیں یہ لوگ اور پھیلاتے ہیں۔

یہ سالانہ تقریبات ہوتی ہیں دراصل یہ اس بات کی خوشی ہوتی ہے اور اس بات کو بار بار دوہرایا جاتا ہے کہ ایک بندہ اس دنیا میں اکیلا آیا اور اس نے اللہ اور اللہ کی تعلیمات کو پھیلایا اور اس کے پیچھے جو وراثت کا پیغام ہے، دین سے متعلق ہے وہ تکمیل ہوتا ہے۔ انہوں نے مشن میں کام کیا تو وہ اصل میں خوشی جو ہے اس مشن کی کامیابی کی ہوتی ہے دوسرا یہ ہے کہ اس تقریب میں جیسے ہمارے یہاں آپ نے دیکھا ہو گا تقریباً ساری دنیا سے لوگ اکھٹے ہوتے ہیں اور وہ دنیا کے چھوٹے بڑے شہروں سے، برطانیہ سے، ہالینڈ سے، افریقہ سے، یورپ سے، انڈیا سے، امریکہ سے تو یہ جو اکھٹے اس لئے ہوتے ہیں کہ وہ اپنے جو بزرگ ہیں اس کی تعلیمات ہیں ان کا جو مشن ہے اس مشن کی پیشکش کو ایک فائل بنائیں اس پر کتنا کام کیا اور پھر کتنی ترقی ہوئی اور آئندہ کے لئے کیا عمل اختیار کیا جائے۔ جس کی بنیاد پر اور لوگوں کی ترقی ہوں۔

اب یہ آپ نے دیکھا ہو گا سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دنیا سے تشریف لے گئے تو عید میلاالنبی لوگ مناتے ہیں کہ بھئی کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا، اپنے سے منتخب کیا، پھر اپنا دوست بنایا، اپنا محبوب بنایا اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغام بھیجا اس سے مراد دراصل یہی ہے کہ اس بندے کی جو اخلاق ہیں اور اس بندے نے جو تکلیفیں اٹھا کر اپنے مشن کو آگے بڑھایا ہے اس کی خوشی میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسا بندہ عطا کیا کہ اس کے لئے ہم نے میلاد شریف کروایا اس لئے کہ جتنے بھی بزرگان اسلام ہیں ان کے لئے جو لوگ جمع ہوتے ہیں اس خوشی میں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے ایسا اپنا دوست عطا فرمادیا ہے کہ جس کی وجہ سے ہماری ذہنی تربیت کو طرز فکر میں تبدیلی آئی اور اس سے ہمیں ایسا دوست مل گیا تو یہ عرس کا لفظ ویسے بھی عرس کہتے ہیں آدمی یہ عرس کی یعنی ایک خوشی ہوتی ہے اب یہ ہے کہ ہمارے بزرگ چلے گئے اور ہم ساری زندگی روتے پیٹتے رہے کہاں چلے گئے؟

چلا تو آدمی کہیں بھی نہیں جاتا آپ نے سنا ہو گا آپ جانتے مرنا جو ہے اس کا انتقال کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتقال بالکل ایسی ہی ہے ہماری ایک ولائت جیسے پاکستان میں ایک ولائت ایشیا یورپ بر برصغیر ہے یہاں سے آدمی منتقل ہو کر یورپ چلا جائے کسی اور ملک میں چلا جائے اور وہاں اس کے لئے آسانیاں زیادہ ہوں تو ظاہر ہے یہ مرنا تو خوشی کی بات ہوئی مرنا تو انسان کی زندگی کا حاصل ہے۔ انسان

www.ksars.org

جب پیدا ہوتا ہے پیدا ہونے کے بعد شعور میں داخل ہوتا ہے شعور کی پہلی سڑھی سے ہی وہ اس بات کی تیاری کر لیتا ہے مجھے اس دنیا میں عارضی طور پر رہنا ہے اور اس دنیا سے دوسری دنیا میں منتقل ہونا ہے اور وہاں وہ اپنی زندگی کو یہاں کی زندگی سے نہایت خوشنما بنانا ہے ۔اور لوگ کہتے ہیں کہ صاحب آدمی مر گیا۔

دنیا بڑھتی ہے اور بڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ آدمی یہاں کی دنیا سے وہاں کی دنیا کی جو آسائشیں ہیں ان سے واقف ہو جاتا ہے اب میں یوں کہوں کہ میری جو معلومات ہیں میرے پیر و مرشد کی میری جو روحانیت سے واقفیت ہے سب سے پہلی بات تو یہ ہے جس طرح آدمی یہاں رہتے ہیں وہاں بھی رہتے ہیں، جس طرح یہاں گھر ہیں اسی طرح وہاں بھی گھر ہوتے ہیں، جس طرح یہاں ہم کھاتے پیتے ہیں، اسی طرح وہاں بھی ہم کھاتے پیتے ہیں، جس طرح یہاں لباس پہنتے ہیں اسی طرح وہاں بھی لباس پہنتے ہیں، لیکن بنیادی جو ضروریات ہیں مثلاً ہوا کھانا گھر یہ سب فری آسائشیں ہیں۔ وہاں نہ بجلی کا بل ہے، نہ وہاں گیس کا بل آتا ہے، یہاں آپ کو اون جلانا پڑھتا ہے، پکی پکائی روٹی ملتی ہے، کھاتے ہیں گھر فری ملتا ہے تو اب اس دنیا کے مقابلے میں ایسی دنیا جہاں آپ کو لکڑی جلا کر روٹی نہ پکانی پڑھتی ہو، جہاں آپ کو بینک سے لون لینا ضروری نہیں ہے، ایسی جگہ جانا خوشی کی بات ہے یا غم کی بات ہے۔

کوئی ایسی جگہ جہاں ہر چیز آپ کو مفت فراہم ہو رہی ہے۔ پھر یہ بات کوئی رشتہ دار ناراض ہو جائے گا، یہ ناراض ہو جائے گا، وہ ناراض ہو جائے گا، بیوی ناراض ہو جائے گی، شوہر ناراض ہو جائے گا، بچے ناراض ہو جائیں گے۔ یہ independent آزاد زندگی ہے۔ تو اصل یہ جو ہم مرنے سے ڈرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل جو ہے وہ اس دنیا سے واقف نہیں ہیں۔ حیرت ہے کہ یہ جناب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واضح ارشاد ہے کہ مرنے سے پہلے مرنے کے بعد کی زندگی کو دیکھ لو اور مرنے سے پہلے اپنی روح سے واقفیت حاصل کر لو۔ اسی طرح سے قرآن پاک میں بھی ہے کہ جو بندہ بھی یہاں پیدا ہو گیا اس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ اس سے تو اتنی یقینی چیز کہ جس سے فرار کسی بھی طرح ممکن نہ ہو اس سے ڈرنا کیا اور ڈرنے کا مطلب تو آدمی تو سانپ سے ڈرتے ہیں۔ سانپ سے ڈرنے کا مطلب یہ ہوا کہ سانپ سے آپ خود کو بچا لیتے ہیں حفاظت کرتے ہیں۔

آپ چھت پر گرنے سے ڈرتے ہیں حفاظت کرتے ہیں چھت کو مضبوط بناتے ہیں۔ اگر آدمی دیکھیں چھت گر رہی ہے فوراً باہر آ جاتے ہیں تو ڈر کا مطلب یہ ہے کہ آپ اس سے ڈرنے کی کوشش کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں، تو موت سے تو کوئی بچ ہی نہیں سکتا کوئی بھی بڑے بڑے نمرود پیدا ہوئے۔ انہوں نے خدائی کا دعویٰ کیا شہنشاہ بڑے بڑے قارون پیدا ہوئے اتنے امیر ان کی خزانوں کی چابیاں چالیس گنی جاتی تھیں مر گئے، کچھ بھی نہیں لیکر گئے اب دیکھئے شہنشاہ ایران کی مثال آپ کے سامنے ہے کیا لے گئے؟ تو یہ میرا خیال ہے آپ مجھ سے سوال کیا گیا کہ صاحب حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے وصال پر ہمیں غمگیں ہونا چاہئے تھا؟ تو غمگیں کیوں ہوں؟ یہ تو ایک یقینی صورت ہر آدمی کے ساتھ پیش آنی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم اس بات کی خوشی مناتے ہیں کہ ہمارے حضور قلندر بابا اولیاءؒ اس مادی پر دے سے نکل کر ایک عالم حقیقت میں چلے گئے۔

یہاں ٹائم اسپیس کی پابندی ہے۔ یہاں آپ اپنے گھر سے آئے بس میں بیٹھے سوزکی میں بیٹھے گھنٹوں میں آپ یہاں مراقبہ ہال پہنچیں ۔وہاں کوئی ٹائم اسپیس کی پابندی نہیں ارادے کی ساتھ زمین لپٹ جاتی ہے۔آپ یہاں سے کراچی جانا چاہے تو ایک قدم یہاں ہے تو

www.ksars.org

دوسرا قدم کراچی میں۔ رفتار میں اضافہ ہوگا، پوری ٹائم اسپیس کی اس دنیا میں آزادی ہے۔ پھر یہ جو اللہ کے بندے ہوتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ سے قربت حاصل ہو جاتی ہے اور رسول اللہ ﷺ کے دربار میں حاضری نصیب ہو جاتی ہے۔ تو یہ جو مرنا جو ہے یہ افسوس کی بات نہیں ہوتی، میں تو کہتا ہوں ایک ایسی کیفیت پیدا ہونا یہ ایک حقیقت ہے اس کا مطلب ہی ایک حقیقت ہے رہا یہ کہ بھئی عرس کی تقریبات میں چراغ جلانا۔ اب ظاہر ہے جب دور دراز سے لوگ آتے ہیں تو ان کے لئے ایک اہتمام ہوتا ہے، ان کے لئے بستروں کا بھی اہتمام ہوگا، کھانے پینے کا بھی اہتمام ہوگا، آسائش اور غذاء کا بھی اہتمام ہوگا، اس دوران اگر تھوڑی سے روشنی بھی زیادہ ہوگئی ضروری نہیں ہے یں یہ نہیں کہتا کہ بہت ہی ضروری ہے بھئی... روشنی ہو لیکن مہمانوں کے استقبال کے لئے مہمانوں کے خوشی کے لئے جیسے ہم جنوری میں عرس ہوتا ہے تو اکتوبر سے تیاریاں شروع کر دیتے ہیں کہ بھئی ہمارے مہمان آئے گے۔

پچھلی دفعہ ہم نے فلاں فلاں چیزیں آرائش کی تھی وہ بڑے خوش ہوئے تھے اب کے ہمیں کیا کرنا ہے تو ہم زیادہ سے زیادہ پھول سجاتے ہیں، درختوں کو ہر طرح ٹھیک کرتے ہیں ان کے رہائش کا، ان کے کھانے کا ان کے پینے کا، ان کے بستروں کا اہتمام کرتے ہیں تو اب یہ لوگ سوچ میں اور غم کرنے بیٹھ جائیں تو کہاں مہمان آئیں گے کہاں ٹھہرے گے انہیں کون پوچھے گا؟۔ تو یہ جو سلسلے وغیرہ جو ہیں یہ اس لئے نہیں چلائے جاتے کہ بھئی کوئی اس میں حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے خدانخواستہ شان میں گستاخی ہے بلکہ ایک یہ ہے اپنے مہمانوں کو خوش کرنے کے لئے اور حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے ایصال ثواب کے لئے اور اب دیکھئے نا۔ جہاں مہمان آتے ہیں تو ہمارا جو عقیدہ ہے کہ پیغمبر کے بعد پیغمبروں کی جو اولاد ہے صاحب واثت وہ بھی زندہ ہے روح کبھی مرتی نہیں ہے روح مرتی نہیں ہے۔ اب ظاہر ہے ان کی مہمان آئیں گے ان کی روح بھی انہیں دیکھی گی اب جتنے ان کے مہمانوں کے لئے اہتمام کریں گے اتنا ہی حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی روح کو سکون پہنچے گا۔

تو اسلئے یہ سب چیزیں ہوتی ہیں یا یہ کہ اس سال کا اہتمام ہوگا۔ اس کی کوئی شعوری حیثیت ہے یا قرآن حدیث کے مطابق اس کی کوئی حیثیت ہے تو اس سلسلے میں کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ قرآن نے یہ کہا ہو۔ دیکھئے قرآن میں ضرور ہے حدیث میں بھی ضرور ہے کہ تمہارے بزرگ یہاں سے اس دنیا سے چلے گئے ان کے لئے ایصال ثواب کا اہتمام کرو۔ کھانے پکاؤ کھانے پکا کر غریبوں کا کھلاؤ تاکہ وہ خوش رہے اس سے یہ پتا چلتا ہے اگر آدمی یہاں مرنے کا مطلب فنا ہو جانا ہے تو آپ خوراک کیسے پہنچا رہے ہیں آپ کپڑے کس کے لئے بھیج رہے ہیں، آپ قرآن خوانی کس کے لئے کر رہے ہیں، حضور پاک ﷺ کا ارشاد کہ اپنے بزرگوں کو یاد رکھو، دعا کیا کرو اپنی والدین کی مغفرت کے لئے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دعائیں بھی سنتا ہے۔ جیسے ہی کوئی اپنے بزرگوں ایصال ثواب کرتے ہیں پہنچ جاتا ہے اس سے یہ ظاہر ہے کہ مرتا ورتا نہیں ہے مرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ جو ہمارا گوشت پوست کا جسم ہے یہ قبر میں جا کر مٹی ہو جاتا ہے اور روح نہ کبھی مری ہے نہ کبھی مرے گی۔

روح کا ایک وقت ہے جب اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا عالم ارواح میں، عالم ارواح سے مختلف زون سے گزرتی ہوئی اس دنیا میں آئی ہے اور روح ہر زون کی ضروریات کے مطابق اپنا ایک لباس بنا لیتی ہے اور جیسے اس دنیا میں آئی عالم ناسوت میں تو پھر اس روح نے اپنے آپ کو ظاہر کرنے کے لئے مادیت کا خول چڑھا لیا اپنے اوپر یا مادیت کا ایک لباس بنا کر اس کا ظاہر کر دیا۔ جب یہاں سے آدمی مرا تو عالم اعراف

www.ksars.org

میں روح نے روشنیوں کا لباس بنا کر خود کو ظاہر کر دیا پھر عالم اعراف سے آدمی حشر و نشر میں گیا تو وہاں حشر و نشر میں پھر مادی چیزیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بھئی تم اسی طرح پھر زندہ کر دئے جاؤ گے پھر روح نے اس کو اپنا ایک لباس بنا کر خود کو ظاہر کر دیا پھر روح جنت میں گئی وہاں اس نے نور سے اپنا لباس بنا کر خود کو ظاہر کر دیا تو روح جو ہے روح براہ راست قانون کے تحت ہے۔

ایک قانون ہے روح کا، روح جو اپنے آپ کو کسی نہ کسی لباس میں رکھتی ہے اب یہ ہے کوئی بھی آدمی مرتا ورتا کچھ بھی نہیں ہے مرنے سے، مرنے کا بھی آپ تجربہ لیں تو ان سے روح امر ہو گئی۔ امر ہو گئی امر ہونے کا مطلب ہے کہ آدمی اس طرح زندہ ہو گیا جس طرح دوبارہ نہیں مرے گا۔ عربی اعتبار سے آپ انتقال کا لفظ دیں۔ اس مطلب یہ ہے کہ آدمی اس دنیا سے اس دنیا میں منتقل ہو گیا اس کا کوئی بھی کہ جب آدمی اس دنیا سے اس دنیا میں گیا تو وہ فنا ہو گیا فنا کا جہاں لفظ آیا قرآن پاک میں تو فنا کا لفظ جو آیا وہ ہمارا یہ جو لباس ہے مادیت کا ہم اس کو قبر میں دال دیتے ہیں یہ وہاں فنا ہو جاتا ہے فنا ہونے سے مراد یہ ہے کہ نسبت و نابود ہو جاتا ہے فنا ہونے سے مراد یہ ہے کہ یہ جو روح ہے مادیت سے اور میٹر سے مٹی کے ذرات سے عناصر سے جن عناصر کا نام مٹی ہے ایک لباس بنایا جاتا ہے۔

وہ لباس ٹوٹ کر بکھر کر دوبارہ مٹی کے ذرات میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ مٹی کے ذرات بن جاتا ہے تو فنا کچھ بھی نہیں ہے اب آپ جب کہتے ہیں کہ جسمانی جو خدوخال ہیں ہاتھ، پیر، آنکھ، ناک، جگر یہ مٹی کے ذرات میں تبدیل ہو کر فنا ہو گیا کیا فنا ہو گیا؟

شکل و صورت اور نقش و نگار کے بعد کی Dimension اس کا بھی مطلب یہی ہے کہ کوئی چیز فنا نہیں ہو سکتی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے آدم کو کھنکھاتی بجنی مٹی سے بنایا اور اس کے اندر اپنی روح ڈال دی تو سوال یہ ہے کہ یہ آدم بالکل الگ ہے روح بالکل الگ ہے پہلے آدم کا پتلا بنایا تھا آدم کا پتلا خلاء سے بنایا... عربی آیت... اس کا مطلب یہ نہیں ہے ایک جن آگ سے بنا ہے تو آگ اس کو نہیں چھوئے آگ لپٹ لگے گی جن جل جائیں گے، مقصد یہ ہے کہ آدم کی جو مٹی ہے، اس میں پانی بھی ہے، ہوا بھی ہے، آگ بھی ہے لیکن اس کے دل میں جو عناصر مٹی کے جو عناصر ہیں وہ عناصر نہیں ہیں کہ جس میں اب آدمی کا اگر تجزیہ کیا جاتا ہے اس میں تمام ضروریات بھی ہوتی ہیں آگ بھی ہوتی ہے مٹی بھی ہوتی ہے ہوا بھی ہوتی ہے خمیر بھی ہوتا ہے آب بھی ہوتا ہے اسی طرح ہم جنات کی تخلیق کا تجزیہ کرتے ہیں تو اس میں ہمیں آگ کی مقدار زیادہ نہیں ہوتی، آگ فاسفورس ہوتی ہے یہ ایک قسم کا ایسا عنصر ہے جو آگ سے قریب ترین ہوتا ہے اس لئے ہم اس کو آگ کا بنا ہوا کہتے ہیں۔

جنات فاسفورس سے بنایا ہوا تو جنات بھی جب مرتے ہیں وہ بھی قبرستان میں اسی طرح انسانوں کی طرح دبایا جاتا ہے اور وہ بھی ذرات سے بنائے ہوئے عناصر میں منتقل ہو جاتے ہیں جن سے ان کی تخلیق ہوئی ہے تو یہ مرنے کی مرنے کے بعد افسوس کرنے کی یہ تو کسی بھی صورت سے بات سمجھ میں نہیں آتی کہ آپ اس بات کا افسوس کر رہے ہیں کہ ہمارا بزرگ اچھی جگہ چلا گیا۔ اب دیکھئے نا ایک آدمی نیک ہے اللہ کا بندہ ہے اس نے اللہ کے قانون کی پابندی کی رسول اللہ ﷺ کے بنائے ہوئے قوانین کا عمل کیا جب وہ اس دنیا میں مرے گا جنت میں ہی جائے گا نا۔ اب آپ افسوس کر رہے نہیں میرا بزرگ جنت میں کیوں چلا گیا؟ میں یہاں دوذخ میں ہوں تو وہ کیسے جنت میں چلے گیا اس بھی یہاں دوذخ میں رہنا تھا۔ موت آپ یقین کریں موت سے اچھی حالت اور موت سے بہترین زندگی دنیا میں کچھ نہیں ہے۔

www.ksars.org

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے ہمارے اندر کی آنکھ کھولے تو ہم جتنے یہ بڑے بڑے اولیاءاللہ ہیں اللہ کے نیک بندے ان سب کو موت کی تمنا ہے صحابہ اکرام کو آپ دیکھئے جتنے گئے ہیں وہ کیا کہتے ہیں جہاد پر تو بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لیتے تھے جانے کی کوشش کرتے تھے اور دعا مانگتے تھے یااللہ ہمیں جہاد سے شہادت عطافرمائیوں کہ رسول اللہ ﷺ سامنے تھے اور صحابہ اکرام کی جوروح تھی وہ نور نبوت سے فیض یاب تھی اس لئے ان کے اندر کی آنکھ کھولی ہوئی تھی انہوں پتا تھا کہ جنت کے بعد کی بھی زندگی ہے۔

مرنے سے کبھی نہیں ڈرنا مرنے کی تمنا رکھنی چاہئے اس لئے کہ مرنا تو ایسا عمل ہے کہ جس میں انسان مادیت سے آزاد ہو جاتا ہے اس اصلی دنیا میں چلا جاتا ہے جہاں ٹائم اسپیس کی محدودیت ختم ہو جاتی ہے اب آپ خواب دیکھتے تو خواب میں بھی یہی بات ہوتی ہے کہ ہمارا جو مادی جسم میں اس کی براہ راست جو پڑی ہے یا براہ راست جو Activities ہیں وہ بہت ہے اندر سے کوئی چیز یا کوئی آدمی کوئی آدمی اگر یہاں غیب ہے جن وہ خواب دیکھے گا وہ یہی دیکھئے گا کہ غیب میں نکلا آسمانوں پر جارہا ہے وہ دیکھتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے میلاد شریف سے مدینہ کی محفل میں کھڑا ہے اور الصلوٰۃ والسلام وعلیک یارسول اللہ کہے رہا ہے ذرا تھوڑی سی حرکت ہوئی وہ پھر واپس آگیا مطلب یہ ہے کہ اگر زندہ ہی مادیت کی آنکھ کار شتہ عارضی طور پر منقطع ہو جائے تو مرنے کے بعد کیوں کہ یہ مادی جسم رہتا ہی نہیں ہے اس لئے انسان جو ہے بڑا خوش رہتا ہے میں تو کہتا ہوں ہم گناہ گار لوگ ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو گناہوں سے برائیوں سے محفوظ رکھے اپنے حفظ امان میں رکھے یہ بھی مرنے کے بعد اس لئے مرنے کے بعد جب کھنڈر ہے۔

بھنڈار وہ کیا کہتے ہیں کھانے کا، کمانے کا گھر سے بھی نجات مل گئی، ٹائم اسپیس سے بھی نجات مل گئی، وماادرک ماعلیین...وماادرک ماسجین ...اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کتاب المرقوم...تو یہ جو زندگی ہے، یہ مادی زندگی ہے اس کا اس کا ایک ایک لمحہ ایک ایک خیال سب کا سب بے کار ہے یعنی ایک ویڈیو فلم ہے، اس ویڈیو فلم میں ہمارا اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، گالی دینا، کسی کو برا کہنا، نفرت کرنا، محبت کے ساتھ پیش آنا، رسول اللہ ﷺ کے ارشاد اعلیٰ کے مطابق تمام مسلمانوں کا بھائی سمجھنا اپنے بھائیوں کے کام آنا، اللہ کی مخلوق کی خدمت کرنا، نماز پڑھنا، روزہ رکھنا ہر چیز ریکارڈ ہے بالکل اس طرح آپ یہاں ایک کیمرہ لگا دیں ویڈیو کیمرہ آپ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں ہر چیز اس کے اندر آتی رہے کی آپ ہاتھ ملائیں گے وہ بھی اس میں آجائے گا اب Airport جاتے ہیں وہاں کمرے لگے ہوئے ہیں اس کے اندر یہ ہے کہ سیکورٹی کی جگہ ہے جہاں کوئی بھی آدمی کوئی حرکت کرے وہ ریکارڈ ہو کر وہاں اسکرین پر جاتا ہے تو اسی صورت سے ہر انسان کے پاس دو کیمرے ہیں جن کو کیا کہتے ہیں کراماً کاتبین کہتے ہیں ایک دائیں طرف بیٹھا ہے ایک بائیں طرف بیٹھا ہے تو وہ ہے تو فرشتے لیکن مثال کے طور پر ان کو کیمرے سے تشبیہ کیا ہے کہ کسی بات کو سمجھانے کے لئے کوئی بات ایسی ہوتی ہیں تو وہ دو فرشتے بیٹھے ہوئے ہیں تو ہم یہ بھی کہے سکتے ہیں فرشتے کے پاس دو کیمرے ہیں۔

وہ ہمیشہ ہوتے ہیں کیمرے چلا رہے ہیں اس کی حفاظت کر رہے ہیں فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ...ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ...اگر خیر ذرہ برابر کی گئی ہے تو وہ بھی ریکارڈ ہے اور اگر شر برابر کیا تو وہ بھی ریکارڈ ہے۔ تو مرنے کے بعد جو تکلیف وہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد انسان جو ہے وہ اپنی ہاتھ سے بنائی ہوئی فلم ہے مثلاً اگر اس نے کوئی برائی کی تو اس کے ذہن میں یہ ہے میں نے برائی کی اس کا ضمیر تو ملامت کرے گا اور وہ فلم دیکھ رہا ہے کہ میں نے برائی کی اور مجھے کوئی فائدہ بھی نہیں پہنچا اگر اس نے کوئی بھلائی کی اس کا دل مطمئن ہوا

www.ksars.org

اور وہ فلم دیکھ رہا ہے میں نے کوئی اچھا کام کیا میرا دل مطمئن ہو گیا اور اللہ بھی خوش ہے اللہ کا رسول بھی خوش ہے اور مجھے اجر ملے گا تو یہ جو چیزیں وہ دیکھ رہا ہے ان چیزوں کے دیکھنے سے وہ یا تو غمگیں ہوتا ہے پریشان یا پھر وہ خوش ہوتا ہے یہ الگ بات ہو گئی کہ وہ خوش ہوتا ہے غمگیں ہوتا ہے لیکن اعراف کی زندگی کا یہ جو قانون ہے کھانے پینے کا معاشریت کا وہ سب چھوٹ ہے وہاں سب آرام سے رہتے ہیں مثلاً گھنٹی بج جاتی ہے یہ میں نے جو گھنٹی یہاں لگا رکھی ہے نا کھانے میں بجتی ہے میں اعراف میں دیکھ کر آیا تھا میں نے بھی نقل کی ہوئی ہے۔ وہاں بھی گھنٹی بج جاتی ہے سارے دور دراز سے لوگ آتے ہیں میں نے کہا یہاں بھی گھنٹی لگا دوں۔ اختتام

سوال: انسان کو اللہ نے کتنا اختیار دیا ہے حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے فرمایا ہے کہ انسان کوئی کام اپنے سے ارادہ سے نہیں ہے

عام طریقے سے اس سوال کا جواب جو سمجھ میں آجاتا ہے وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منسوب ہے وہ نماز کے لئے مسجد میں جا رہے تھے ایک صاحب آئے انہوں نے کہا کہ صاحب یہ بتائیے انسان کو کتنا جبر حاصل ہے اور کتنا قدر حاصل ہے۔ یعنی مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے اختیارات میں اتنا مجبور ہے اور کتنا با اختیار ہے۔ حضرت علی کرم واللہ وجہہ نے اس شخص سے کہا؛ اپنی ایک ٹانگ اٹھاؤ پیر اٹھاؤ زمین سے اس شخص نے اپنا ایک پیر اٹھالیا ایک پیر پر کھڑا ہو گیا حضرت علی نے فرمایا کہ وہ دوسرا پیر بھی اٹھاؤ تو وہ جب دوسرا پیر نہیں اٹھا سکا تو ظاہر ہے دوسرا پیر اٹھائی ہی نہیں سکتا وہ گرجاتا حضرت علی نے فرمایا کہ بس جب انسان جبر وقدر کا یہی مسئلہ ہے انسان کو اتنا اختیار ہے۔ اگر وہ دو ٹانگوں پر چل رہا ہے تو وہ ایک ٹانگ یا ایک پیر اٹھا سکتا ہے اور دوسرا پیر نہیں اٹھا سکتا۔

تو ایک پیر اٹھانے میں تو بااختیار ہے لیکن دونوں پیر اٹھانے میں وہ بااختیار نہیں ہے مجبور ہے گرجائے گا کھڑا نہیں رہ سکتا۔ یہ بات جو ہے واقعی ہے لیکن اگر اس کو علمی اعتبار سے یا روحانی علم کی روشنی میں بیان کیا جائے تو یہ جبر وقدر کا مسئلہ آج سے نہیں ہے۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے چلا آرہا ہے لوگوں نے جبر و قدر کے مسئلے کے اوپر ہزاروں ہزاروں کتابیں لکھ لی بڑے بڑے مشاورا تیں ہوئیں بڑے بڑے فلسفے بنے بڑے بڑے دانشوروں نے اپنے عقل وشعور کا ثبوت دیا لیکن یہ مسئلہ حل نہیں ہو۔ بات پھر وہی ہے اگر اللہ تعالیٰ شیطان کو چھوٹ نہ دے دیتے تو ظاہر ہے نہ شیطان وسوسہ ڈالتا نہ آدمی گناہ کرتا اب جب اللہ تعالیٰ نے شیطان کو چھوٹ دے دی وسوسہ ڈالنے کی اور قرآن میں بھی یہ ہے شیطان تمہارا دشمن ہے تمہارے آگے سے بھی آکر تمہیں بہکائے گا، تمہارے پیچھے سے بھی آکر تمہیں بہکائے گا، تمہارے دائیں بائیں سے بھی آکر تمہیں بہکائے گا، تمہارے اندر وسوسہ ڈالے گا اب تمہارا کام یہ ہے کہ وسوسے کو اس کی جو شیطنت ہے اس کو قبول نہ کرو اب مسئلہ وہی ہے قبول کس طرح نہ کریں تو یہ علمی اعتبار سے صدیاں گزر گئی یہ مسئلہ حل نہیں ہوا۔

غالب نے بھی کہا ہے (ناحق تہمت ہے خود مختاری کی جو کریں ہیں آپ کریں ہیں بس ہمیں بدنام کیا) غالب نے بھی کہا خود مختاری کو لیکن ان کا فارسی میں بھی بڑا اچھا شعر ہے (قال دریا تخت بدم کرگئی دامن تر بد ہوشیار باشقیں) اللہ تعالیٰ نے بندے کو ایک تختے پر باندھ کر رسیوں سے اور دریا کے اندر ڈبو دیا ہے اور اللہ تعالیٰ یہ کہہ رہے ہیں خبر دار کپڑے نہیں بھیگنے چاہئے مقصد یہ ہے کہ بہت سارے لوگوں نے بڑی جدوجہد اور کوشش کی کہ یہ اختیار کا مسئلہ کیا ہے جبر وقدر کیا ہے انسان کہاں تک مجبور ہے کہاں تک اختیارات حاصل کرنے کی قدرت حاصل ہے۔

www.ksars.org

اس سلسلے میں حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے اپنی کتاب لوحِ قلم میں کافی تفصیل روشنی ڈالی اور بالا خر انہوں نے یہی فرمایا کہ انسان جو ہے نظر تو یہ آرہا ہے پیروں کے بل چل رہا ہے لیکن صورت حال یہ ہے کہ زمین پر پیروں کے بل جو انسان چل رہا ہے positive ہے اس کا جو Negative ہے وہ الٹا ہے اور وہ خلاء میں لٹکا ہوا ہے اور صورت یہ ہے کہ پیر اوپر ہے سر نیچے یہ سب جانتے ہے Negative، positive جو ہے بالکل الگ ہوتا ہے Negative بالکل الگ ہوتا ہے Negative بالکل الٹا ہوتا ہے الٹے کا جب سیدھا آتا ہے اس کو positive کہتے ہیں تو اصل جو ہے اگر آپ انسان کو فوٹو سمجھ لیں تو اس فوٹو کا جو positive ہوگا ظاہر وہ الٹا ہوگا نہیں Negative جو ہوگا وہ الٹا ہوگا Negative سے جب آپ positive بنائیں گے تو وہ سیدھا ہوگا۔

تو اب میں نے بھی اس سلسلے میں اپنی بصارت کے مطابق جیسے اور لوگوں نے سوچا میں نے بھی سوچا تو اگر ہم اس اختیار جبر و قدر کے اختیار کی بنیاد پر غور کریں کائنات کی تخلیق پر غور کریں تو بات بہت آسانی سے میرے خیال میں سمجھ میں آجاتی ہے اور اس میں کوئی بات ایسی نہیں ہے انسان کو اللہ تعالیٰ نے مجبور پیدا کر دیا ہے تو جب مجبور پیدا کر دیا تو کیسا گناہ کیسی دوزخ کیسا عذاب کسی تکلیف صورت حال یہ ہے کہ یہ ساری کائنات information اطلاعات پر قائم ہے اور اس کی مثال اس کا مشاہدہ ہر آدمی اپنی زندگی میں کرتا ہے کہ اگر اسے یہ اطلاع ملتی ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے تو وہ اس کا بیٹا ہوتا ہے، اگر اسے یہ اطلاع ملتی ہے کہ یہ میرا دوست ہے، اب اطلاع کی بہت ساری صورتیں ہیں مثلاً یہ اس نے شادی کی، شادی کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسے اولاد سے نوازا کیا تو اب یہ شادی جو ہے یہ بھی ایک information ہے اطلاع ہے اب یہ ہے کہ پہلے وہ ایک تھا اب اس نے شادی کرلی اب اس کی بات سمجھ میں آگئی ہے کہ یہ میری بیوی ہے اور خاتون کی اطلاع میں یہ بات آگئی ہے کہ یہ میرا شوہر ہے۔ ان اطلاعات کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے اولاد عطا کی تو دونوں میں یہ اطلاع information بنی کے یہ میری ہی اولاد ہے۔

اسی صورت سے بھوک پیاس کا مسئلہ ہے کہ جب تک کسی آدمی کے اندر پیاس کا تقاضہ نہیں ابھرتا یعنی اسے پیاس نہیں لگتی تو وہ پانی نہیں پیتا مقصد یہ ہے کہ جب ہمیں پانی پینے کی اطلاع ملتی ہے یا پانی پینے کا خیال ہمارے اندر آتا ہے تو اور پانی پینے کے خیال کا نام ہم نے پیاس رکھ لیا، کھانا ہم اس وقت تک نہیں کھاتے جب تک ہمیں بھوک نہیں لگتی تو اس کا سیدھا سا مطلب ہے کہ جب تک ہمیں یہ اطلاع فراہم نہیں کی جاتی بھئی تمہارے جسم کو غذا کی ضرورت ہے اب بھوکا رہنا جو ہے وہ کمزوری کا باعث ہوگا۔

جب ہمیں یہ اطلاع فراہم ہوتی ہے کہ ہمیں کچھ نہ کچھ غذا چاہئے زندگی کے لئے تو اس اطلاع information کا نام ہم نے بھوک رکھ لیا اسی صورت سے کبھی ہمیں یہ اطلاع ملتی ہے کہ ہمارا کوئی خدانخوستہ قریبی عزیز خدا کا پیارا ہو گیا اس اطلاع کی بنیاد پر ہم رونے لگتے ہیں ہم پریشان ہو جاتے ہیں، کبھی ہمیں یہ اطلاع ملتی ہے کہ فلاں دوست ہمارا اس کو اللہ نے بڑی ترقی ہمت ترقی دی یا مال دولت میں ترقی دی، جب ہمیں یہ پتا چلتا ہے کہ ہمارا ایک بھائی جو بس کنڈیکٹر تھا وہ وزیر بن گیا ظاہر ہیں ہمیں بڑی خوشی ہو گئی اللہ میاں نے دیکھو ہمارے دوست کو اتنا بڑا رتبہ دے دیا تو یہ جو اطلاع ہے وہ وزیر بن گیا یا جو اطلاع ہے وہ چپڑاسی بن گیا یا بس کا کنڈیکٹر بن گیا تو یہ بھی ایک خبر ہے اس خبر کی بنیاد پر ہم خوش ہوتے ہیں یا غمگیں ہوتے ہیں۔

www.ksars.org

اب مثلاً ہم زندہ ہیں تو ہم اس بات کو تسلیم کرے یا نہ کرے لیکن ہمارے شعور میں برابر یہ اطلاع آرہی ہے کہ ہم زندہ ہیں، ہم زندہ ہیں ،ہم زندہ ہیں اس اطلاع کی بنیاد پر ہم زندہ ہیں لیکن جب یہ اطلاع زندگی سے متعلق ہے اس کا ختم ہو جاتا ہے ہم مر جاتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا ہمیں یہ اطلاع ملی کہ اب ہماری زندگی ختم جب آدمی مرنے لگتا ہے تو اس کو پتا چل جاتا ہے کہ اب زندگی ختم بلکہ کہنا بھی شروع کر دیتے ہیں۔ بوڑھے لوگ بھئی اب کیا ہے اب تو آخری وقت ہے اب تو یار یہ دعا کرو اللہ وہاں کی اچھی کرے، لوگ سے کہنے شرو ع کر دیئے کہ اب وہ مرنے کی اطلاعات ہیں اس کو آہستہ آہستہ قبول کرنا شروع کر دیتا ہے اور جب ان اطلات کو پوری طرح قبول کرنا شروع کر لیتا ہے۔ تو نتیجہ یہ نکلا ساری زندگی اور زندگی کے سارے تقاضے اطلاعات پر قائم ہے اگر اطلاع ملتی رہتی ہے تو آدمی حرکت کرتا ہے اور اگر اطلاع نہیں ملتی تو آدمی حرکت نہیں کرتا وہ مر جاتا ہے یا منجمد ہو جاتا ہے تو اب جو یہ کائنات کا سارا سسٹم بنا وہ دراصل اطلاعات کے اوپر بنا۔

خبر ہے خبر آرہی ہے مسلسل اب مثلاً ہمیں یہ اطلاع ہے یا علم ہے ہمارا کہ آگ ہمیں جلا دیتی ہے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بھی اطلاع ملی اگر آگ پر کوئی چیز پکائی جائے تو کھانا تیار ہو جاتا ہے زیادہ پکائی جائے تو گوشت بھی جل جاتا ہے پانی بھی جل جاتا ہے ہنڈیا بھی جل جاتی ہے۔ اب ہمیں یہ اطلاع ہے کہ آگ جلاتی ہے لیکن آگ پانی کو جلاتی ہے جب پانی کو جلاتی ہے اس کا مطلب ہے ہر چیز کو جلاتی ہے اب گوشت جب آپ پکاتے ہیں تو گوشت میں پانی ڈالتے ہیں تو جو چیز گوشت کو گلانے والی ہے وہ پانی کا پکنا ہے جب نیلی آگ جلے گی پانی کے اندر آگ کی جو heat گرمی ہے وہ پانی کے اندر منتقل ہو گی جیسے جیسے پانی کے اندر وہ heat منتقل ہو گئی پانی ابلے کا جوش کھائے گا اس پانی کے اندر جو heat پیدا ہو جائے گی اس heat کی بنیاد پر گوشت گلتا ہے۔ اگر پانی کے نیچے آپ برف رکھ دیں اور اس ہنڈیا میں گوشت ڈال دیں کبھی بھی نہیں گوشت گلے گا۔

پانی اگر کھول جائے گا یعنی پانی آگ بن جائے گا یا آگ کے روپ میں خود کو ڈھال دے گا یا اس کی ماہیت تبدیل ہو جائے گی گرم مثلاً آگ میں ہاتھ ڈالیں ہاتھ جلے گا اور کھولتا ہوا پانی ڈالیں تب بھی آگ جلے گا تو اس کا مطلب ہے کہ کھولتے ہوئے پانی میں آگ کی ماہیت پیدا ہو جائے گی۔ اور جب آگ کی ماہیت پانی میں پیدا ہوئی تو اس heat نے گوشت کو گلا دیا اور آپ کیلئے کھانا تیار ہو گیا تو اب یہ بات آپ لوگوں کی سمجھ میں آگئی ہے یہ ساری کی ساری کائنات پیدائش سے لیکر مرنے تک اور پیدائش کے اور موت کے درمیان جتنا بھی عرصہ ہے وہ سوائے اطلاع کے سوائے انفارمیشن کے کچھ نہیں ہے۔ اب صاحب ہم زندہ ہیں یہ بھی اطلاع ہے، ہم مر گئے یہ بھی اطلاع ہے، ہم کھانا کھا رہے ہیں یہ بھی اطلاع ہے، ہم سو رہے ہیں یہ بھی اطلاع ہے اب دیکھیں اب آپ کام کرتے ہے سارا دن اب رات کو جب آپ تھک کے چور ہو جاتے ہیں آپ کے اعصاب جواب دے جاتے ہیں اب آپ کے ذہن میں ایک ہی تقاضہ ہوتا ہے کہ سونا چاہئے، سونا چاہئے تاکہ جسم کو آرام ملے تو یہ سونا چاہئے تاکہ جسم کو آرام ملے اس کو بھی اطلاع کے علاوہ آپ کوئی نام نہیں دے سکتے۔

یعنی ایک خبر آپ کو مسلسل مل رہی ہے اب سو جاؤ گے تو اعصاب کو آرام ملے گا۔ اور نہیں سوئے گے تو یہ اعصاب جو ہیں اور زیادہ تھک جا ئیں گے۔ اور زیادہ کھنچ جائیں گے ٹینشن ہو جائے گا، کوئی دماغی مرض لاحق ہو جائے گا آپ سو جاؤ جب آپ اس اطلاع کو قبول کرتے ہیں تو سو جاتے ہیں صبح کو پھر اٹھتے ہیں پھر کام شروع کر دیتے ہیں۔ اب یہ ایک نظام بن گیا کائناتی جو سسٹم ہے، یہ جو کائناتی نظام ہے، یہ جو

www.ksars.org

کائناتی حیات ہے، وہ ساری کی ساری انفارمیشن پر اطلاع پر قائم ہے۔اب ان اطلاعات کو کیسے سمجھا جائے ان اطلاعات میں معنی کس طرح پہنائے جائیں۔اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک پیغمبروں کا سلسلہ شروع کیا۔ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر کہے جاتے ہیں اللہ کو پتا ہے کتنے ہیں، کہا جاتا ہے ایک لاکھ چوبیس ہزار ان پیغمبروں کی تعلیمات پر جب ہم فکر کرتے ہیں غور کرتے ہیں تو ہمیں ایک بات نظر آتی ہے کہ پیغمبروں نے information میں اور اطلاع میں معنی پہنانے کا عمل نوع انسانی کو منتقل کیا۔

مثلاً اب بکری ہے بکری کو بھی بھوک لگتی ہے انسان کو بھی بھوک لگتی ہے۔تو بھوک لگنے کی اطلاع میں بکری اور انسان دونوں برابر ہیں ۔پیاس بکری کو بھی لگتی ہے پیاس انسان کو بھی لگتی ہے، گرمی انسان کو بھی لگتی ہے گرمی جب دیکھئے بہت زیادہ گرمی ہوتی ہے تو بکری بھی تلاش کرکے درخت کے سائے کے نیچے چلی جاتی ہے یا کہیں کنواں ہوگا پانی ہوگا نہر ہوگی وہاں جاکر بیٹھ جائے گی یہی صورت انسان کی بھی ہے انسان بھی گرمی سے بچنے کے لئے سایہ تلاش کرے گا۔لیکن انسان میں اور بکری میں یہ فرق ہے کہ انسان کو اطلاعات میں اس طرح کے معنی پہنا دیتا ہے کہ وہ بکری محتاج ہے اس بات کی کہ کہیں درخت ہو تو سائے میں بیٹھے۔لیکن انسان کو اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار دے دیا ہے جنگل میں بیابان میں، شہر میں، بستی میں چھت ڈال کے رہ سکتا ہے۔بکری جو ہے چھت نہیں ڈال سکتی بکری جو ہے گھر نہیں بناسکتی تو پیغمبروں نے جو علوم انسان کو نوع انسانی کو منتقل کئے تو وہ اطلاع میں دراصل اچھائی اور برائی کو الگ الگ بنا کر پیش کئے۔ پیغمبروں نے اس اطلاع میں یہ حدبندی قائم کی کہ اگر اس اطلاع کو آپ اس طرح قبول کرے گے تو یہ اللہ تعالیٰ کے لئے پسندیدہ ہے اور اس اطلاع کو آپ اس طرح قبول کرکے عمل کرے گے یہ اللہ تعالیٰ کے لئے ناپسندیدہ ہے۔مثلاً آپ کو بھوک لگ رہی ہے تو اب بھوک بکری کو بھی لگ رہی ہے بھوک آپ کو بھی لگ رہی ہے بکری جہاں سے دل چاہئے منہ مار کے اپنا پیٹ بھر لے گی اب بکری کو یہ اطلاع نہیں ہے اگر کسی کے حق کو مار لیا جائے تو یہ بات ناپسندیدہ ہے لیکن انسان کو پیغمبروں کے ذریعے یہ علم منتقل ہوگیا کہ اگر محنت مزدوری کرکے پیٹ بھروگے تو یہ اللہ تعالیٰ کے لئے پسندیدہ ہے لیکن اگر تم کسی کے حق میں ڈاکا مار کر چوری کرکے جیب کاٹ کے یا ظلم سے حق چھین کر اپنا پیٹ بھروگے تو یہ عمل جو ہے یہ اللہ تعالیٰ کے لئے ناپسندیدہ ہے۔اب مثلاً جہاں تک کھانے پینے کا تعلق ہے ایک آدمی محنت مزدوری کرکے آٹا خریدتا ہے۔

ایک آدمی رشوت لیکر آٹا خریدتا ہے تو محنت مزدوری کرکے جو آٹا خریدتا ہے آٹا بھی وہی ہوتا ہے جو رشوت کے پیسوں سے خریدا جاتا ہے ۔محنت مزدوری کرکے ایک مزدور جب اپنے گھر میں آٹا لیجاتا ہے اور اس گھر کی خاتون جو ہے اس آٹے کو گوندتی ہے تو توے پر روٹی ڈالتی ہے پکاتی ہے تو اس کی روٹی بھی ویسے کی پکتی ہے جیسے رشوت کے آٹے کے پکتی ہے ایسا نہیں ہوتا کہ محنت مزدوری سے جو آٹا جو گھر میں لایا گیا اس کی روٹی تو میٹھی ہوتی ہو اور رشوت سے اور چھین جھپٹ کے آٹے سے جو روتی پکائی گئی جب اس کو کھائیں تو لوگ کڑوا تھو تھو کریں مزہ دونوں کا ایک ہی ہوتا ہے لیکن صورت یہ ہے کہ پیغمبران علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ اطلاع فراہم کردی ہے اگر اللہ کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق روٹی کھاؤ گے اور اپنے بچوں کو روٹی کھلاؤ گے تو وہ انسانوں کے لئے جائز ہے۔تو اگر بھیڑ بکریوں کی طرح ڈھول ڈنگر کی طرح جہاں سے جی چاہا منہ مار دیا اور روٹی کھالی جیسے کتے ایک دوسرے سے چھین جھپٹ کے روٹی کھا لیتے ہیں تو کتے کے اوپر کوئی قانون نافذ نہیں ہے اگر انسان کتوں کی طرح ایک دوسرے سے چھین جھپٹ کے روٹی کھائے تو ان کے اوپر قانون نافذ ہو جاتا ہے۔

www.ksars.org

اس لئے قانون نافذ ہو جاتا ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے ذریعے یہ علم منتقل کر دیا انفارمیشن میں جو معنی تمہیں پہنانے ہیں وہ معنی پہنانے ہیں جو اللہ اور اللہ کے رسول کے مطابق ہو۔ جتنے بھی آپ کام کرتے ہیں یا زندگی کا کوئی بھی عمل کرتے ہیں جائز ناجائز میں آپ بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ ایسے نظر نہیں آئے گا یہ ایک کام جو ناجائز ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ناپسندیدہ ہے چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ناپسندیدہ ہے اس لئے آپ کا ضمیر خبردار کرتا ہے اور جو چیز اللہ تعالیٰ کے لئے ناپسندیدہ نہیں ہے اس پر آپ کا ضمیر مطمئن ہے۔ لیکن یہ ضمیر کا مطمئن ہونا یا ضمیر کا غیر مطمئن ہونا یہ بھی information اطلاعات پر قائم ہے۔ پیغمبروں کے ذریعے، قرآن پاک کے ذریعے، آسمانی کتابوں کے ذریعے جو علوم آپ کو منتقل ہے یعنی انفارمیشن اطلاعات آپ کو منتقل ہوں وہ اطلاعات یہ ہیں کہ information اطلاع جو آسمان سے آپ کے اندر آرہی ہے اس کے اندر آپ کو معنی پہنانے ہیں تو انسان کا اختیار ہے۔

جبر اور قدر کا مسئلہ جو ہے کہ انسان معنی کس قسم کے پہنائے۔ انسان کو اس بات کا اختیار نہیں دیا گیا کہ وہ information کو رد کر دے یا اطلاع کو رد کر دے انسان کو اس بات پر اختیار دیا ہے کہ اس information میں وہ معنی کون سے پہنا رہا ہے۔ پیغمبرانِ طرز فکر کے مطابق معنی پہنا رہے ہیں یا شیطانی طرز فکر کے مطابق معنی پہنا رہا ہے۔ اگر شیطانی طرز فکر کے مطابق معنی پہنا رہا ہے تو یہ عذاب ہے اور اگر رحمانی طرز فکر کے مطابق وہ معنی پہنا رہا ہے تو یہ ثواب ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کے لئے پسندیدہ ہے اور یہ کہنا کہ صاحب ہم تو مجبور ہیں۔ تو کہے کے مجبور ہو اللہ تعالیٰ نے کہا دیکھو بھئی آگ جو ہے وہ جلا دیتی ہے آپ کا تجربہ بھی یہ ہے آگ جلا دیتی ہے۔ سردی جب آتی ہے آپ اسی آگ سے کام لیتے ہیں جناب کمروں میں آگ جلا لیتے ہیں ہیٹر جلائیں، کوئلے جلائیں۔

گرمی جب ہوتی ہے آپ اس آگ سے دور ہو جاتے ہو اس کو دور کر دیتے ہے تو انسان کو اللہ تعالیٰ نے یہ اطلاع فراہم کر دی ہے کہ آگ کا وصف یہ ہے کہ وہ آدمی کو جلا دیتی ہے اگر اسے کنٹرول میں نہ لیا جائے اور اسے صحیح جگہ استعمال نہ کیا جائے تو کوئی آدمی یہ کہے صاحب میں تو بھٹی میں ہاتھ ڈالو گا اب بھٹی میں اس نے ہاتھ ڈال دیا اور وہ جل گیا۔ دوسرے دن وہ کہہ اللہ میاں نہ آگ بناتے نہ میرا ہاتھ جلتا بھئی اگر اللہ تعالیٰ نے آگ بنائی ہے تو اللہ تعالیٰ نے آگ کے استعمال کا علم بھی دے دیا ہے کنواں میں گر جائیں آپ گڈے میں، کہے گا صاحب کیسی بری بات ہے اس فلاں صاحب نے کنواں بنایا میں گر گیا نہ کنواں بنتا نہ میں گرتا لیکن بھائی یہ تو سوچو اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ بھی تو بتا دیا ہے کہ اگر تم گڈے میں گرے تو ڈوب جاؤ گے اگر تم کنواں نہ کھودتا تو پانی کہاں سے آتا پانی کی ضروریات کی کفالت کیسے ہوتی۔

تو انسان جبر و قدر کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر وہ یہ چاہتا ہے کہ وہ اطلاعات کا رد و بدل کرے وہ نہیں کر سکتا مثلاً وہ چاہئے میں پانی نہیں پیوں گا وہ نہیں کر سکتا پانی پینا اس کی مجبوری ہے۔ جہاں تک پانی پینے کا تعلق ہے انسان مجبور ہے کیسا پانی پیئے، ٹھنڈا پیئے، گرم پیئے، لسی پیئے، رس پیئے، بوتل پیئے، اس میں خود مختار ہے۔ پانی پینا جو ہے وہ جبر ہے، کھانا کھانا جو ہے وہ جبر ہے، کوئی آدمی بغیر کھانا کھائے زندہ نہیں رہے سکتا، کوئی آدمی بغیر پانی پیئے زندہ نہیں رہے سکتا،، کوئی آدمی بغیر سوئے صحت مند نہیں رہے سکتا،، کوئی آدمی بغیر بیدار ہوئے اور متحرک ہوئے صحت مند نہیں رہے سکتا، اگر کوئی آدمی کام نہ کرے اور چارپائی پر بیٹھ جائے وہی کھانا کھائے وہی پانی پیئے وہی ضروریات زندگی پوری کرے مہینے دو مہینے میں وہ اس قابل ہی نہیں رہے گا کہ وہ کھڑا ہو سکے۔

www.ksars.org

رہے گا بھئی ؟اس کی ٹانگیں جم جائیں گی۔ پھر وہ قابل بھی جب ہو گا جب فزیو تھراپی ہو گی ڈاکٹر آئیں گے حکیم آئیں گے اور یہ تیل مالش اور کیا۔ توانسان کھانے پر بھی مجبور ہے،انسان ہنسنے پر بھی مجبور ہے،انسان بیدار ہونے پر بھی مجبور ہے،انسان کوئی نہ کوئی کام کرنے پر بھی مجبور ہے، لیکن اس مجبوری کے ساتھ ساتھ وہ اس بات پر بااختیار ہے کہ وہ اس مجبوری کے عمل کو کس طرح اختیار کرے اور اس مجبوری کے عمل میں وہ کس طرح زندگی گزارے اس کا اسے اختیار ہے مثلاً ایک آدمی چوری بھی کر کے بھی پیٹ بھر سکتا ہے، جسے میں نے آپ سے عرض کیا کہ چوری کے پیسے سے بھی وہ آٹا ہی آئے گا مٹی تو نہیں آئے گی چوری کے پیسوں کی آپ روٹی کھا کر دیکھیں اس میں کوئی کرواہٹ نہیں ہو گئی کوئی تبدیلی نہیں ہو گئی کوئی بدبو نہیں آئے گی تو اب جیسے ایک محنت مزدوری کے پیسے سے آپ آٹا خرید رہے ہیں اس میں کوئی خاص نمایاں شیریں نہیں پیدا ہو گی،اس میں کوئی خوشبو نہیں آجائے گی وہ بھی روٹی ہو گی وہ بھی اسی طرح تیار ہو گی آٹے میں پانی جائے گا گھر میں گوندے گا پھر توے پر روٹی پکے گی۔

لیکن یہ جو پیٹ بھرنے کی جو اطلاع ہے یہ مجبوری ہے کہ بغیر پیٹ بھرے آدمی زندہ نہیں رہے سکتا۔ اب اس پیٹ بھرنے کے عمل کو آپ نے کس طرح پورا کیا یا آپ جس طرح پورا کرے گے اس پر آپ کو اختیار حاصل ہے۔ ساری زندگی پر اپ غور کریں تو آدمی ایک طرف مجبور ہے ایک طرف بااختیار۔

تو بااختیار ہے اب ایسا بھی ہے ساری چیزیں ایسی بھی ہیں اگر آپ کو کچھ نہ ملے کھانے کو ایسے حالات پیدا ہو جائے کہ موت واقع ہونے لگے تو اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف سے حرام کھانے کی آجازت ہے لیکن اگر آپ اسی جگہ ہیں جہاں آپ کو کھانا مل سکتا ہے تھوڑی سے بھوک رکھ کے بھی اگر آپ کو تھوڑی سے پریشانی بھی ہو تو حرام آپ نہیں کھا سکتے اس لئے اللہ کو پتا ہے بغیر کھائے پئے کوئی آدمی زندہ نہیں رہے سکتا اب اگر ایسا وقت آپڑا ہے کہ کوئی حلال چیز دستیاب نہیں ہے تو حرام چیز کھا کر زندہ رہے ،اب قانون بنا دیا یعنی information کو قبول کر کے اطلاعات آپ اسے پہنا رہے ہیں اللہ اور اللہ کے رسول کے قوانین کے مطابق یا شیطان کے قوانین کے مطابق اب اس میں آپ کو شیطانی قوانین کے مطابق جو آپ کو عمل پہنایا جا رہا ہے اس کی بھی آپ کو اجازت نہیں ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جو ہے بندے کو ضائع نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بندے کی زندگی کو ختم نہیں کرتا۔ اپنے قاعدے اور ضابطے وہ ختم کرتا ہے۔

وہ اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا بندے بھوکے مر جائیں ٹھیک ہے وہ حرام کا لقمہ یا گوشت یا جو بھی چیز ہے اس نے کھا لیا ایک وقت کھا لیا دوسرے وقت جب اسے کھانا دستیاب ہو گیا پھر وہی چیز جو اس کے لئے حلال تھی حرام وہ پھر حرام ہو گئی۔ بات یہ ہے کہ اس کو اختیارات استعمال کرنے میں نیت جو ہے نیت سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے انعمل عمال وبے نیات...کہ اعمال کا جو درومدار جو ہے وہ نیت پر ہے یعنی معنی پہنانے کے اوپر اب ایک آدمی نماز پڑھتا ہے بہت اچھا عمل ہے لیکن اس نماز کے عمل میں اس کی نیت یہ ہے کہ لوگ مجھے دیکھیں اور لوگ مجھے نمازی سمجھیں اور مجھے نمازی سمجھ کر میرا ادب کریں میرا احترام کریں۔ تو یہ عمل یعنی آپ نے اس وقت وہ عمل کرتا ہے وہ عمل اس کا ہے اللہ تعالیٰ کے لئے دیکھئے نماز وہ نہیں پڑھ رہا جس کی نیت میں یہ بات ہے کہ لوگ مجھے نیک سمجھ کے نمازی سمجھ کے میری عزت کریں وہ بھی نماز پڑھ رہا ہے کسی کو کچھ پتا نہیں کہ اس کی نیت میں کیا ہے وہ کیا سوچتا ہے۔

www.ksars.org

جو آدمی خالی اللہ کی خوشنودی کے لئے نماز پڑھ رہا ہے اب اس کے ذہن میں کیا ہے اب لوگوں کو پتا نہیں ہے لیکن وہ خود جو معنی پہنا رہا ہے اس عمل میں نیت جو کر رہا ہے نیت کا مطلب ہے عمل میں معنی پہنا رہا ہے اب روزہ رکھتا ہے آدمی سارے دن بھوکا رہتا ہے اب کسی کو کیا پتہ غسل خانے میں جا کر پانی پی لے، کمرے میں جا کر پانی پی لے، وضو کر رہا ہے وضو کے کرتے کرتے پانی پی لے اگر وہ ایسا کرتا ہے تو لوگوں کو تو پتا نہیں ہے لیکن اس کی نیت میں واقعہ ہے اس نے اس information کو جو خالصتاً ایسا عمل ہے جس کہ جزا خود اللہ ہے اس کو اس نے غلط نیت کر کے خراب کر دیا ہے۔ اب وہ سارے دن بھوکا رہتا ہے اس لئے رہتا ہے بھوکا کہ بھئی اللہ نے کہا ہے روزے کی جزا میں خود ہوں اور میں آٹھ دس بارہ گھنٹے بھوکا بھی رہے لیا مر تو نہیں جاؤ گا۔

وہ عمل سنجیدہ ہو گیا اور دو چار دن بعد اسے ایسی عادت پڑ جاتی ہے نہ اسے بھوک لگتی ہے نہ پیاس لگتی ہے وقت مقرر سے پہلے بلکہ یہ دیکھنے میں آیا آپ لوگوں کو تجربہ ہو گا کہ رمضان شریف جانے کے بعد دو تین دن دل بہت برا ہوتا ہے آدمی کے اندر سے دل برا ہوتا ہے یار کیسا تھا افطاری ہوتی تھی لوگ اکھٹے ہوتے تھے آذان ہوتی تھی انتظار کرتے تھے اب کوئی انتظار ہی نہیں ہے کوئی رونق ہی نہیں ہے یعنی وہ بھوکا رہنے کے عمل کی بھی عادت پڑ گئی اور اللہ تعالی کے لئے چونکہ نیت تھی اللہ تعالی کے لئے آدمی بھوکا پیسا تھا تو اس میں اس کو ایسی لذت ملی کہ جب رمضان شریف گئے اور روزہ آپ نے نہیں رکھا تو آپ نے اس لذت کو یاد کیا اور اس خلاء کو محسوس کیا یہ جبر و قدر کا مسئلہ تو بڑا لمبا ہے ہم تو بھئی بہت چھوٹے سے آدمی ہیں ہمیں تو پتا نہیں کب سے بحث چل رہی ہے صدیاں گزر گئیں لیکن مختصر یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالی نے نیت کرنے کا اختیار دیا انسان نیت کرتا ہے۔ کسی عمل کو کرنے نہ کرنے پر اسے اختیار نہیں دیا لیکن اسے عمل پر نیت کرنے پر اختیار دیا۔

جہاں انسان کا اختیار زیر بحث آتا ہے معنی پہنانے کی حد تک نیت کرنے کی حد تک، وہ با اختیار ہے اور جہاں عمل کا تعلق آتا ہے تو وہ جبر ہے اس کو روحانی لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ لوح محفوظ پر تقدیریں لکھی ہیں۔ ایک تقدیر کو مبرم کہتے ہیں، اور دوسری کو تقدیر معلق کہتے ہیں۔ تو مبرم تقدیر کا مطلب یہ ہے کہ انسان جہاں مجبور محض ہے مثلاً کوئی انسان اپنی مرضی سے پتے درخت یا پانی سے پیدا نہیں ہوتے پیدائش کے لئے ضروری ہے کہ ماں ہو لیکن ماں سے پیدا ہونے کے بعد جب اس کو عقل و شعور آ جائے گی اب وہ اپنی زندگی کے بہت سارے فیصلے اپنے اختیار سے کرے گا۔ بہت سارے فیصلے جو ہیں اپنے والدین کے اختیار سے کرے گا مثلاً چھوٹے بچے ہوتے ہیں دو تین سال کے انہیں کوئی اختیار ہی نہیں ہوتا ماں باپ نے کپڑے پہنا دیئے انہوں نے پہن لئے، نہیں پہنائے نہیں پہنے، دودھ پلا دیا دودھ پی لیا مقصد یہ ہے کہ چھوٹے بچے ہیں چار پانچ سال کے آپ نے دیکھا ہو گا کہ اس کا اختیار استعمال نہیں کرتا نہیں علم ہی نہیں ہے کہ اختیار استعمال ہوتا یا نہیں ہوتا تو ہماری جو زندگی ہے اس زندگی کا نصف حصہ جو ہے وہ ہم عالم جبر میں گزارتے ہیں یعنی تقدیر مبرم میں اور زندگی کا نصف حصہ جو ہے عالم اختیار میں یعنی تقدیر معلق میں۔

تقدیر معلق کا مطلب ہی یہ ہے کہ جہاں انسان نیت کرتا ہے کسی کام کو کرنے کی نیت کرتا ہے اور جہاں انسان نیت نہ کر سکے مثلاً کوئی بچہ ہے اسے پیدا ہوتے ہی آپ روٹی نہیں کھلا سکتے، ساگو دانہ کھلا سکتے، دلیا نہیں کھلا سکتے دودھ ہی پلائیں گے اس لئے کہ نظام بن گیا اب وہ ایسا نظام ہے کہ انسان کا بچہ بھی دودھ پیئے گا، بکری کا بچہ بھی دودھ پیئے گا، بھنس کا بچہ بھی دودھ پیئے گا، ہاتھی کا بچہ بھی دودھ پیئے گا نظام

www.ksars.org

ہے ایک۔ اللہ تعالیٰ کا لیکن جب یہی بچہ اٹھارہ انیس سال کا بالغ باشعور ہوتا ہے اب وہ دودھ بھی پیتا ہے، روٹی بھی کھاتا ہے، گوشت بھی کھاتا ہے تو مجبوری جو ہے وہ اس حد تک ہے کہ انسان کو زندہ رہنا ہے جب تک اللہ تعالیٰ چاہئیں گے اسے زندہ رہنا ہے، جب اللہ تعالیٰ چاہیں گے اسے پیدا ہونا ہے، جب اللہ تعالیٰ چاہیں گے اسے جوان ہونا ہے، جب اللہ تعالیٰ چاہیں گے اسے مثال کے طور پر کوئی آدمی چاہتا ہی نہیں ہے وہ بوڑھا ہو، کوئی آدمی نہیں چاہتا بوڑھا ہو، لیکن بوڑھا ہوتا ہے، آدمی کوئی آدمی زندگی میں یہ نہیں چاہتا کہ مر جائے لیکن آدمی مرتا ہے کیوں بھئی کسی کا دل چاہتا ہے مر جائے؟

کسی کا نہیں چاہتا حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے مجھے ایک قصہ سنایا ایک بڑے میاں تھے بہت بوڑھے ہو گئے تھے عمر بہت زیادہ، ہو گئی تھی سارے ان کے عزیز رشتے دار اللہ کو پیارے ہو گئے اکیلے رہے گئے بچارے آدمی تھے جنگل میں جاتے لکڑیاں چن کر بازار میں لا کر بیچ دیا کرتے تھے اس سے گزرا کرتے تھے ایک روز ایسا ہوا کہ لکڑیاں چنتے چنتے ایک گٹھر بنایا وہ اتنا بھاری ہو گیا کہ جب اٹھانے لگے تو ہاتھ کا نپنے لگے بوڑھے آدمی تھے ضعیف تو انہوں نے بڑا شکوہ کیا کہ موت بھی نہیں آتی مجھ سے ملک الموت بھی روٹھ گیا۔ ابھی وہ شکوہ شکایت ہی کر رہے تھے کہ ایک صاحب برابر میں آکر کھڑے ہو گئے السلام و علیکم...انہوں نے کہا بھئی تم کون ہو؟ کہاں سے ایک دم ظاہر ہو گئے؟ تو انہوں نے کہا صاحب میں ملک الموت ہوں ابھی آپ نے مجھے یاد کیا تھا میں حاضر ہو گیا ہوں بتائیے آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں تو اوپر سے نیچے تک ملک الموت کو دیکھا اور کہنے لگے بھائی ابھی تو یہ خدمت ہے یہ گٹھر اٹھا کر میرے سر پر رکھ دو۔

مقصد یہ ہے کہ آدمی مرنا نہیں چاہتا لیکن مر جاتا ہے تو مرنا جبر ہے پیدا ہونا جبر ہے لیکن پیدائش اور مرنے کی بعد کی زندگی میں آپ جو اعمال کر رہے ہیں ان اعمال میں آپ کی نیت کیا ہے یہ آپ کو طے کرنا ہے۔ ایک آدمی ساری زندگی نماز نہیں پڑھتا، ایک آدمی ساری زندگی شراب پیتا ہے، ایک آدمی ساری زندگی جوا کھیلتے رہتا ہے، اب دیکھئے آپ نے اپنا اختیار استعمال کیا تو نماز پڑھی نا! اختیار استعمال کیا تو مسجد گیا نا!، ایک آدمی شراب خانے میں چلا گیا اگر اس نے اپنا اختیار استعمال نہ کیا ہوتا ظاہر ہے وہ شراب خانے میں نہ جاتا جو شراب خانے میں جا رہا ہے وہ بھی آدم کا بیٹا ہے جو مسجد میں جا رہا ہے وہ بھی آدم کا بیٹا ہے۔ ایک آپ کو بڑا عجیب قصہ سناتا ہوں، قلندر بابا اولیاء ایک قصہ سنایا کبھی کبھی بڑے موڈ میں ہوتے تھے انہوں نے کہا بھئی دیکھو دو دوست تھے ایک نمازی تھا اور ایک چور تھا تو وہ جو نمازی تھا وہ تہجد کے وقت نماز کے لئے نکلتے تھا بھئی مسجد میں تہجد پڑھیں گے پھر فجر کی نماز پڑھ کر مسجد سے آجائیں گے۔

چور جو تھا وہ اسی وقت چوری کے لئے نکلتا تھا دوست تھے دونوں، تو دونوں گھر سے نکلیں راستے میں دونوں ٹکرا گئے تو چور صاحب نے کہا بھئی کہاں جا رہے ہو۔ پتا ہے ہمارا تو مسجد کے علاوہ ہم کہاں جائیں گے۔ انہوں نے کہا بھئی تم کہاں جا رہے ہوں؟ انہوں نے کہا تمہیں بھی پتا ہے ہم چوری کرنے کے علاوہ کہاں جائیں گے۔ وہ مسجد کی طرف گئے۔ چور گیا شہر کی طرف یا بستی کی طرف چلے گئے تو یہ جو نمازی صاحب تھے راستے میں پتا نہیں کیا ہوا کس چیز سے ٹکرائے پیر ٹوٹ گیا گر گئے اور اتنی زیادہ چوٹ آئی کہ اس قابل نہ رہے نہ گھر جا سکے نہ مسجد جا سکے بس ہائے...ہائے کر کے وہ وہی پڑے رہے۔ رات کا وقت تھا سناٹا تھا صبح تک پڑے رہے صبح جب جھٹ پٹا ہوا آذان کا وقت ہو اتو دیکھا کہ ایک صاحب آرہے ہیں سر پر بہت بڑی گٹھری لیکر اور راستے میں انہوں نے کہا بھئی کیا بات ہے کون ہے انہوں نے کہا بھئی میں ہوں ارے بھائی تجھے کیا ہو گیا ہے؟

www.ksars.org

انہوں نے کہا میرا تو پیر ٹوٹ گیا اچھا انہوں نے کہا تو ٹھہر میں یہ سامان رکھ آؤ چوری کر کے لایا ہوں۔ پھر میں تجھے لے جاؤں گا گھر وہ اپنے گھر گیا اپنا سامان رکھا آیا نمازی نے پوچھا بھائی تیرا کیا حال ہے۔ انہوں نے کہا بھائی مجھے تو اتنا مال مل گیا ہے کہ میری نسلیں اگر بیٹھ کر کھا ئیں تو تو انہوں کوئی کام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسا لگتا تھا کہ قدرت اس کی مہربان تھی کہ میں نے سامان بھی نکالا اور گٹھری بھی باندھی اور دروازہ بھی کھولا اور واپس بھی آیا نہ کوئی جاگ ہوئی نہ کسی کو کوئی پتا چلا ایسا لگ رہا تھا وہاں باہر مال رکھا تھا میں اٹھا کر لے آیا ۔ نمازی دوست نے جب یہ بات سنی تو اسکے اندر شکوہ پیدا ہو گیا۔ انہوں نے کہا اللہ میاں آپ بھی عجیب ہیں یہ بندہ چوری کرنے گیا ہے صحیح سلامت آ بھی گیا میں تیرا نام لینے جا رہا تھا مسجد میں تو نے میری ٹانگ توڑ دی کیا یہی تیرا انصاف ہے۔

خیر وہ چور اٹھا کر نمازی دوست کو کمر پر گھر لے گیا مرہم پٹی کی تو انہیں نیند آگئی سکون مل گیا نمازی دوست کو، تو نمازی صاحب نے خواب دیکھا خواب میں یہ دیکھا کہ ایک عرش ہے اس پر اللہ تعالیٰ تشریف فرما ہیں اور یہ نمازی اس عرش کے سامنے کھڑا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ سے یہی شکوہ کر رہا ہے کہ صاحب آپ کا بھی عجیب ہی نظام ہے عجیب ہی قدرت ہے عجیب ہی بے نیازی ہے ہمارا پیر توڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ شکوہ سنا اور سنے کے بعد کہا تمہیں کچھ پتا بھی ہے نیچے دیکھو اب اس نے عرش سے جو زمین سے طرف دیکھا وہاں یہ منظر نظر عام پر آیا چور جو تھا وہ بادشاہ ہو گیا بڑا دربار ہے کرسی ہے درباری کھڑے ہوئے ہیں اور وزیر اندر آ کر بتا رہے ہیں وہ اپنا کرسی پر بیٹھا ہوا ہے اور یہ جو نمازی ہے یہ پھانسی پر لٹکا ہوا ہے گلے میں پھندا ہے اور لٹکا ہوا ہے اور زیادہ گھبراہٹ ہوئی بھئی میں چور بادشاہ بنا ہوا ہے میں نمازی پھا نسی پر چڑا ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا دیکھو بات یہ ہے کہ یہ چور جس گھڑی کو اس نے چوری کی اگر یہ اس وقت چوری نہ کرتا، تو اس کو اس وقت بادشاہ بنا دیا جاتا اور لیکن اگر تم نماز کو نہیں جاتے تو تمہیں سولی پر چڑا دیا جاتا تو وہ سولی کی جو سزا ہے وہ تمہارا پیر توڑ کر کر دی گئی جو اچھا ہوا لیکن اس چور کی کتنی بڑی محرومی ہے کہ اس ایک گٹھری مال میں خوش ہو گیا۔

تو جب انسان اپنے اپنی نیت کو اپنے اختیار کو صحیح معنوں میں استعمال کرتا ہے تو تھوڑی بہت بیماری میں بھی اس کے لئے فائدہ ہوتا ہے۔ تھوڑی بہت کاروباری نقصان میں بھی اس کے لئے فائدہ ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس نے اختیار کی نیت جو ہے وہ اللہ اور اللہ کے رسول کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق نیت کی تو اللہ تعالیٰ جو ہے اس کو نوازتے ہیں اور جب وہ اللہ تعالیٰ کے قانون کے خلاف اپنی نیت استعمال کرتا ہے تو اس کا حشر وہی ہوتا ہے جو شیطان کا ہوتا ہے۔ اختیار اور جبر کا جو اتنی بڑی جو تقریر ہی ہو گئی ہے یہ چھوٹے سے سوال میں نہیں مطلب یہ ہے کہ سمجھ میں آئی بات اچھا ذرا ہاتھ تو اٹھاؤ کتنے لوگوں کی سمجھ میں آئی ماشاءاللہ بس بس ٹھیک ہے مطلب یہ ایک خوشی ہوتی ہے کہ ایک آدمی میں کوشش یہ کرتا ہوں کہ حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب تم کوئی بات کرو تو مخاطب کی صلاحیت کو سامنے رکھتے ہوئے کرو۔

مثلاً ایک بچہ ہے اب وہ نرسری کا ہے اب آپ اس کے سامنے جمع تفریق شروع کر دیں کچھ بھی سمجھ میں نہیں آئے گا حضور قلندر بابا اولیاءؒ فرمایا کرتے تھے ایک کسان ہے وہ زمینوں کو سمجھتا ہے مٹی کے رنگ کو سمجھتا ہے مٹی کے اندر کتنی نشو و نما ہے اس کو سمجھتا ہے ساٹھ سال کی اس کی عمر ہے بڑا تجربہ ہے اس کو زمینوں کے مطابق لیکن اس ساٹھ سالہ کسان بہت تجربے کار اپنی فیلڈ میں اس کے سامنے اگر آپ ایٹم کی تھوری بیان کرنا شروع کر دو تو اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آئے گا۔ یا آئے گا؟ اسی صورت سے میں کوشش کرتا ہوں کہ میں اس

www.ksars.org

طرح بات کروں میں نے ہاتھ اس لئے اٹھوائیں ہیں کہ مجھے بھی خوشی ہوئی کہ میں نے ایک بات کی توآپ لوگوں نے سمجھا اللہ تعالی ہم سب کو اور مزید سمجھنے کی فہم وفراست کی توفیق عطا فرمائے اور غور کرنے کی اب یہ جو سوال وجواب کی یہاں جو نشست ہے اس کے پیچھے میرا منشاء یہی ہے کہ ہمارے اندر ہمارے بھائیوں کے اندر تفکر پیدا ہو۔

سوال آدمی وہی کرتا ہے جب وہ کسی چیز کے بارے میں سمجھنا چاہتا ہے تفکر میں اس کی گہرائی میں جانا چاہتا ہے توآپ لوگ کتابیں پڑھیں ،قرآن شریف پڑھیں، حدیث شریف پڑھیں، سب میں غور وفکر کریں جہاں غور وفکر کے بعد کوئی بات سمجھ میں نہ آئے۔ یہ ضروری نہیں ہے عظیمیہ سلسلے سے لوگ ہی سوال کریں گے، توسوال ہوگا بھئی ماشااللہ آپ اتنے سارے لوگ ہیں آپ کیوں نہیں سوال کر لیتے کوئی سائنسی سوال ہے آپ کی سمجھ میں نہیں آتا بھئی مجھ سے سوال کرو مجھے اگر وہ چیز نہیں آئی میں اعتراف کرلوں گا مجھے نہیں آتی لیکن مجھے فائدہ ایک یہ ہوگا کہ جب میرے سامنے ایسا سوال آئے گا جس کا میں جواب نہیں دے سکوں گا تو میں بھی تفکر کروں گا میں بھی ڈھونڈوگا ۔ بھئی میرے اتنے سارے دوست احباب عزیز رشتہ دار آپ سب اولاد کی جگہ تشریف لاتے ہیں تو میری یہ ڈیوٹی ہے میری آپ کی جو علم کی پیاس ہے جس طرح بجھا سکتا ہوں میں بجھاؤں آپ کو علمی اعتبار سے سیراب کروں تو اگر اس سیرابی میں کہیں کمی ہوگئی تو میں بھی مطالعہ کروں گا میں بھی غور کروں گا میرے بھی تو بڑے ہیں، میں نے اپنے بڑوں سے پوچھوں گا تو یہ سوال وجواب کی نشست ہیں جتنے بھی لوگ سب کو حصہ لینا چاہئے۔

سب کو سوچ وبچار کرنی چاہئے جو بھی سوال آئے یعنی عمل یا نیت سے۔ یہ اصل میں یہ جمعہ کا جو ہمارا پروگرام ہے ہمارے جواب کا یہ سمجھئے کہ ہمارا یہ اسکول ہے درس ہے تو اس درس سے فائدہ اٹھانے کے لئے ایک تو یہ آپ سن کر گھر چلے جائیں تو ایسا ضرور ہوگا آپ کے ذہن میں یہ سوال آئے گا ہمیں یہ سوال کرنا چاہئے لیکن حجاب بعض لوگوں کو حجاب آتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کوئی بے ادبی گستاخی نہ ہو جائے ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ جو سوال وجواب کی نشست ہم قائم کرتے ہیں اس کا منشاء ہی یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ قرآن پاک میں، حدیث شریف میں، ،پیغمبروں میں، اولیاء اللہ کے واقعات میں، آسمانوں میں، زمین میں جہاں بھی وہ غور وفکر کرتے ہیں ان کے اندر سوال ابھرے اور اسکا جواب انہیں نہ ملے تو یہاں آجائیں سوال لکھ کر دیں نہ لکھ کر دیں کھڑے ہو کر کریں تو یہ ہم سب بیٹھ کر کوشش کریں گے کہ اب جیسے جبر وقدر کا ایک سوال آیا۔

ظاہر ہے بہت سارے لوگوں کی اس میں تشفی ہوگئی، ہو سکتا ہے بہت سارے لوگ ابھی بھی اس میں کوئی سوال کرنا چاہتے ہوں تو اگلے جمعے کو آپ اس نشست میں آسکتے اس سلسلے میں کہ صاحب یہ بات تو سمجھ میں آگئی یہ بات سمجھ میں نہیں آئی یا یہ بات تو لوجک میں آتی ہے یہ بات لوجک میں ہی نہیں آتی تو اس ہیں ہم سب دونوں ایک آپ ہیں ایک میں ہوں ہم آپس میں بیٹھ کر غور وفکر کریں۔ اگر اس کو سمجھنے کی کوشش کرے گے اس کا فائدہ یہ ہو ہمارے اندر تفکر پیدا ہو دوسری بات میں نے پہلے بھی کہی بار آپ سے پھر عرض کرتا ہوں آپ جو حضرات یہاں تشریف لا رہے ہیں اگر اپنے ساتھ اپنی نوجوان نسل کو بھی ساتھ لیکر آئیں تو اس سے بھی ایک تربیت کا ایک اسکول کھولے گا۔ آپ کے ماشااللہ میٹرک تک بچے ہیں۔ میٹرک کے آگے پڑھنے والے بچے ہیں نہیں آتے ایک دفعہ نہیں آئے گے، دو دفعہ نہیں آئے

www.ksars.org

گے، تین دفعہ نہیں آئے گے انہیں پیار محبت سے یہاں لائیں تاکہ دیکھئے نہ جب آپ اتنی دور جنگل میں آتے ہیں تو ظاہر ہے کوئی نہ کوئی وجہ تو ہے تو آپ شہر چھوڑ کر جنگل میں آپ آجائیں تو کیا تفریحی ہے۔

ریڈیو یہاں نہیں، ٹی وی یہاں نہیں، بس یہاں نہیں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو بظاہر دنیا کی دلچسپی کی ہو لیکن آپ حضرات آتے ہیں تو ظاہر ہے آپ اس لئے آتے ہیں کہ یہاں آکر آپ کو کچھ ملتا ہے سکون ہی ملتا ہے علم کی باتیں سننے کو ملتی ہیں تو اب آپ کی میری یہ بھی ذمہ داری ہے کہ ہمارے جو نوجوان بچے ہیں ہم ان کو بھی پیار محبت سے لائیں ان سے بھی کہیں اگر بھئی تمہیں کوئی سوال کرنا ہے تو مذہب کے بارے میں کچھ پوچھنا ہے بھئی تم بھی پوچھ لو تو میرا خیال ہے آپ سب اس سے متفق ہوگئے کہ اپنے بچوں کو بھی ساتھ لائیں۔ بڑے بچوں کو بھی چھوٹے بچوں کو بھی چھوٹے بچے کو ہنگامہ کریں گے شور کریں گے، لیکن بڑے بچے کو ایسے ہیں کہ بھئی ہماری زمانے میں یہ تھا ہمیں یاد ہے کہ ہمارے ابا جی جب بھی کہیں جاتے تھے کسی بزرگ کے پاس مجھے ساتھ لیکر جاتے تھے ان کی عادت تھی کہیں سن لیا ہو کہ کہیں کوئی اللہ والا آیا ہے کسی مسلک کا ہو کسی عقیدہ کا ہو۔

وہ عقیدت میں جاتے ضرور تھے، خود تو وہ دیوبندی مسجد میں رہتے تھے لیکن جب وہ سنتے تھے کوئی بزرگ ہے فقیر ہے مجذوب ہے وہ جاتے ضرور تھے اور جاتے وقت مجھے ساتھ لیجاتے تھے۔ عید میں ساتھ لیجاتے تھے، بقر عید میں ساتھ لیجاتے تھے، جمعہ میں ساتھ لیجایا کرتے تھے، فجر کی آذان مجھ سے دلایا کرتے تھے میں بہت چھوٹا آٹھ نو سال کا بچہ لیکن فجر کی سردی ہو یا گرمی آذان دلاتے تھے پہلے میں آذان دیتا تھا پھر موذن صاحب آذان دیتے تھے تو اس زمانے میں ہمارا ایک ماحول تھا ہمارے بزرگ اپنے بچوں وقت دیتے تھے یہ جو جنریشن گیپ آپ کہتے ہیں نا اس کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ بزرگوں نے بچوں کو وقت دینا چھوڑ دیا اپنے ساتھ لیجانا اپنی کسر شان سمجھنا بھئی آپ اپنے بچوں کو اچھی جگہ آپ جارہے ہیں تو کیوں نہیں اپنے بچوں کو اپنے ساتھ میں رکھیں وہ بھی کچھ بات اچھی سن لیں گے۔

وہ بھی آپ کے نقشِ قدم پر چلیں گے۔ ان کے ذہن میں بھی مادی علوم کے ساتھ ساتھ اللہ اور اللہ کے رسول کے علوم اور روحانی علوم ان کے اندر بھی منتقل ہونگے تو میری آپ سے درخواست ہے کہ اپنے جوان بچوں کو ایک کو دو کو ضرور لایا کریں تو کم از کم ایک دو گھنٹے ان کو ایک مذہبی ماحول تو ملے گا ورنہ وہ کہیں تاش کھیل رہے ہونگے، کہیں ٹی وی دیکھ رہے ہونگے، کہیں لڑ رہے ہونگے جھگڑ رہے ہونگے تو آئندہ سے مجھے امید ہے انشااللہ یہ جو جمعہ ہے حاضری زیادہ ہوگئی تو اللہ تعالیٰ ہم سب کو رسول اللہ ﷺ کے علوم سیکھنے کے توفیق عطا فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن میں اور کتابوں میں تفکر کرنے کی ہدایت عطا فرمائے۔ مسلمانوں کی جو زبو حالی ہے اور مسلمانوں کی جو ذلت اور رسوائی ہے اس کی واحد وجہ جو ہے کہ مسلمانوں میں قرآن پاک میں تفکر نہ کرنا ہے۔

ہمارے اسلاف میں اور ہمارے اندر بنیادی فرق یہ ہے کہ ہمارے جو اسلاف جو ہے وہ اللہ کی توفیق پر فکر ہے اس غور و فکر کے نتیجے میں وہ سارے عالم پر حاکم ہے کہ سارے امریکہ، فرانس اور اٹلی اور سب ہمارے محکوم تھے ہم ان کی حاکم تھے اب صورت حال یہ ہے کہ ہم سب آزاد ہوگئے ان کے محکوم سے بات کوئی نہیں ہے کہ ہم نے اپنے بزرگوں کی یا اسلاف کی جو گرفت ہے اپنے ہمارے بزرگوں کا جو راستہ تھا ہمارے بزرگوں کی جو طرز فکر تھی اس کو ہم نے ختم کر دیا اگر پھر ہم نے کامیابی چاہتے ہیں اگر پھر ہم عروج حاصل کرنا چاہتے ہیں پھر ہم ساری دنیا پر حاکم بنا چاہتے ہیں تو ظاہر ہے ہمیں یہی طریقہ اختیار کرنا پڑے گا۔ کہ جو ہمارے بزرگوں نے ہمارے اسلاف نے

www.ksars.org

ہمارے آباؤ اجداد نے جو عمل کیا ہے ہم اس عمل کو دوہرائیں جیسے جیسے ہم اپنے بزرگوں کے عمل کو دوہرائیں گے تو جس طرح ہمارے بزرگوں کو اللہ تعالیٰ نے سارے دنیا پر حکمرانی کی ہے بلکہ کائنات میں حکمرانی عطا کی ہے۔

اب دیکھئے نہ رسول اللہ ﷺ ہمارے اسلاف ہیں ہمارے بزرگ ہیں، ہمارے دادا ہیں، ہمارے باپ ہیں، ہمارے پیغمبر سب کچھ ہیں اللہ کے بعد اگر کوئی فضیلت ہے، کوئی ہستی ہے، کوئی مرتبہ ہے، کوئی قربت ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی ہے۔ ہمارے بزرگ ہمارے باپ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے کائنات پر حاکمیت عطا کی ہے۔ انہوں نے ایک اشارہ کر دیا چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے ٹھیک ہے ہم چاند کے دو ٹکڑے نہیں کر سکتے لیکن ہم چاند، سورج، ستارے، کہکشانی نظام میں غور و فکر کرتے ہیں اس کے اندر داخل تو ہو سکتے ہیں غیب کی دنیا کا مشاہدہ تو کر سکتے ہیں۔ یہ ہمیں کام کرنا ہو گا اپنے بزرگوں کی جو ہدایت ہیں انہیں دوبارہ زندہ کرنا ہو گا۔ ہمارے بزرگ کی یہ روایت تھی ہر اچھی جگہ اپنے بچوں کو ساتھ لیجایا کرتے تھے اس سے کیا ہوتا تھا بچوں کے اندر بزرگوں کا احترام پیدا ہوتا تھا بچے یہ دیکھتے تھے ہمیں بھی ہمارے والد ہمارا کس طرح خیال رکھتے ہیں بزرگوں سے کس طرح ملتے ہیں کس طرح بات کرتے ہیں آداب مجلس کیا ہوتی ہے۔

تو انشااللہ جب ہم تھوڑی سی کوشش کریں گے تو اس سے اولاد کی اچھی پرورش ہو گئی اور گھر میں بھی سکون ہو گا اب اولاد کی تربیت اچھی ہو گی تو گھر میں بھی اچھے حالات پیدا ہونگے۔ اختتام

www.ksars.org

انسانوں کی اور مخلوقات کی تقسیم کس طرح ہوتی ہے خاندان الگ الگ کس طرح بن جاتا ہے؟

خاندان الگ الگ اس طرح بن جاتے ہیں اللہ تعالی نے کن کہا تو ساری کائنات بن گئی ایک جگہ اس میں انسان بھی تھے، جنات بھی تھے، فرشتے بھی تھے۔ کن ابھی بھی جاری وساری ہے۔ تو ہر چیز جب کن کہا اللہ تعالی نے ساری کائنات بن گئی تو اس کائنات میں یہ بات موجود تھی وہ کائنات تو بن گئی کائنات کو یہ پتا نہیں تھا میں کیا ہوں؟ میں کون ہو؟ کس طرح ہوں؟ گمشد گی تھی، پھر اللہ تعالی نے اس کو آواز دی، گمشد گی کا مطلب یہ ہے کہ کائنات تو بن گئی لیکن کائنات کو ابھی حواس منتقل نہیں ہوئے تھے۔ پہلے اللہ تعالی نے کائنات بنائی، پھر کائنات بنانے کے بعد اللہ تعالی نے حواس عطا کئے اس کائنات کی گمشد گی کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالی نے خود کو کائنات کے سامنے کیا اور اس کے بعد اللہ تعالی نے کائنات کو مخاطب بھی کیا اور یہ کہا (اے مخلوق میں تیرا رب ہوں) تو جب کائنات کو اس بات کا علم ہوا کہ کوئی ہمارا رب ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ کائنات کے اندر سماعت منتقل ہو گئی۔

یعنی حواس کا جو پہلا درجہ یعنی حواس کا پہلا جو درجہ یہ جو انسان کو اس کائنات کو حاصل ہوئی وہ سماعت ہے۔ اب اس کو کائنات کی بجائے آدم ہم کہے گے آدم کو یہ سماعت کی حس حاصل ہو گئی۔ تو اب اس کے اندر دو حواس پیدا ہو گئے ایک حواس یہ پیدا ہوا اسے پتا ہے میں ہوں کیا ہوں؟ کون ہوں؟ کس طرح ہوں؟ کچھ بھی نہیں پتا تھا جب اللہ تعالی نے کہا الست بربکم... میں نے آواز دی اللہ تعالی نے (اے مخلوق میری طرف دیکھ میں تیرا رب ہوں) تو سب سے پہلے انسان کو اللہ تعالی نے جو حواس براہ راست منتقل ہوئے وہ شناخت دو حواس کائنات میں مخلوق میں آدم میں آگئے ایک یہ کہ میں ہوں، اپنا انحصار اپنا تشخص اور دوسرا یہ ہے کہ آواز سنے کے بعد یہ ہے کہ کوئی آدمی جب کسی کو آواز دیتا ہے تو اس کو متوجہ کرنا ہی مقصود ہوتا ہے تو جب کائنات اس آواز کی طرف متوجہ ہوئی تو اس کائنات نے دیکھا کہ اللہ تعالی سامنے موجود ہیں تو سامنے موجود دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ تیسرے حواس انسان کو دیکھنے کے منتقل ہو گئے۔

تیسری قوت بصارت جو ہے وہ منتقل ہو گئی اور جب اللہ تعالی نے کن کے بعد کائنات کو مخاطب کیا تو پہلے سماعت منتقل ہو گئی۔ اور پھر جب کائنات نے اس آواز کی طرف متوجہ ہو کر دیکھا تو سب سے پہلے اس نے اللہ میاں کو دیکھا تو اس کو سماعت اور بصارت منتقل ہو گئی سماعت اور بصارت منتقل ہونے کے بعد اس نے اللہ تعالی کے ہونے کا، اللہ تعالی کی ربوبیت کا اقرار کیا تو اب جو ہے اسے قوت گفت یعنی بولنے کی حس جو ہے منتقل ہو گئی۔ اب یہ دیکھئے ایک سننا، ایک دیکھنا، ایک بولنا اور ایک اپنا ادراک کرنا چاہا۔ تو یہ چار حواس جو ہیں اس کو منتقل ہو گئے۔ لیکن صورت حال یہ ہے کہ اس کو چاروں حواس تو منتقل ہو گئے لیکن یہ چار حواس پوری کائنات کو مشترک منتقل ہو گئے۔ انفرادی طور پر ابھی کوئی بات زیر بحث نہیں آئی۔ تو یہ جو حواس منتقل ہوئے اس کو کہتے ہیں نوعی حواس منتقل ہو گئے۔

یعنی انسان نے اپنے ادراک کر لیا میں انسان ہوں، بکری نے خود کا ادراک کر لیا میں بکری ہوں، کبوتر نے خود کا ادراک کر لیا میں کبوتر ہوں، ساری کائنات میں ہر نوع نے اپنا ادراک کر لیا اور نوع اعتبار سے کائنات کو حواس منتقل ہو گئے۔ پھر یہ سلسلہ نزول کا شروع ہوا پھر یہ

www.ksars.org

ساری کائنات جو ہے عالم ارواح سے منتقل ہو کر لوح محفوظ پر منتقل ہو گئی۔ یعنی کائناتی پروگرام پہلے اس طرح بنا کہ وہاں صرف ادراک تھا۔ پھر کائنات کا دوسرا پروگرام یہ بنا کہ کائنات کے اندر تین حسیں پیدا ہو گئے، سننا دیکھنا، بولنا یعنی کان منتقل ہو گئے، آنکھ منتقل ہو گئی اور بولنے کے لئے زبان منتقل ہو گئی اور ساتھ ساتھ چوتھی حس پہچانے کی منتقل ہو گئی۔ کہ جب اس نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور دیکھ کر پہچانا تو یہ کہا، جی ہاں آپ ہمارا رب ہے ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں یہی کائنات میں یہ ساری چیزیں پیدا ہوئیں اس کو روحانیت میں کائنات کا نزول کہا جاتا ہے۔

جب یہ نزول واقع ہوا تو کتنی چیزوں کا ادراک ہوا، یہ کائنات سے پہلے کچھ نہیں تھا۔ اللہ تھا تو یہ کائنات کا ایک رخ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جب کن کہا تو اللہ تعالیٰ کے ذہن میں جس طرح کا پروگرام وہ نشر ہو گیا یہ کائنات کا دوسرا رخ ہوا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے کائنات کو حواس منتقل کر دیئے تو یہ کائنات کا تیسرا رخ ہو گیا۔ تو اب جہاں اللہ تعالیٰ نے کن سے پہلے موجود کئے اس کو واجب الوجود کہا، عالم ارواح کہا، علم القلم بھی کہا ہے اور تیسرے اس میں جو ہے وہ لوح محفوظ منتقل ہو گیا۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا جیسے ہی اللہ تعالیٰ نے الست بربکم کہا تو کائنات کا جمود ٹوٹ گیا اور جمود ٹوٹنے کے بعد حرکت پیدا ہو گئی۔ جیسے ہی یہ حرکت پیدا ہوئی نزول پیدا ہو گیا۔ تو لوح محفوظ سے پھر نزول پیدا ہوا تو یہ نزول ہوا تو یہ ساری کائنات برزخ میں آگئی۔ اس عالم کو عالم مثال بھی کہتے ہیں۔

تو اب برزخ میں آنے کے بعد یہ ہوا کہ انسان نے اور یہ ساری کائنات نے یہ جان لیا کہ ہماری ایک حیثیت نوع کی ہے اور یہ ہے کہ ہم ایک ہی نہیں ہیں بلکہ ہمارے اندر بے شمار اور بھی افراد ہیں۔ ان بے شمار افراد کے اجتماعیت سے نوع ہے۔ اور نزول ہوا تو وہ لوگ جو ہیں، یہاں پیدا ہو گئے زمین پر اور جو پیدائش کا جو سلسلہ ہے۔ پوری کائنات میں ایک ہی ہے جیسے انسان کے بچے پیدا ہوتے ہیں یا انسان اپنے ماں کے پیٹ میں پرورش پاتا ہے اس کی اولاد علقمہ سے بنتی ہے۔ ایسی طرح گائے کے اندر بھی ہوتا ہے، گھوڑے کے اندر بھی ہوتا ہے ، بھیڑ کے اندر بھی ہوتا ہے، بھینس کے اندر بھی ہوتا ہے، کبوتر کے اندر بھی ہوتا ہے۔ تو کائنات کی پیدائش کی جو تخلیق ہے یہ سب جگہ ایک سی ہوتی ہے لیکن جتنے نوع سب کی جبلت الگ الگ ہے۔ آدمی اوپر سے نیچے کو پیدا ہو رہا ہے اور نیچے سے اوپر کو جا رہا ہے۔

یعنی نزول کر رہا ہے۔ اگر آپ دیکھیں عالم ارواح سے اس نے نزول کیا تو لوح محفوظ پر آگیا، لوح محفوظ سے نزول کیا تو عالم برزخ میں آگیا، عالم برزخ سے نزول کیا تو عالم ناسوت میں آگیا، عالم ناسوت سے پھر شروع ہو گیا صعود اور ناسوت سے شروع ہوا تو عالم اعراف میں چلا گیا یہ تو یہ ایک پورا سرکل بنتا ہے۔ تو ایک سرکل اللہ تعالیٰ کی طرف سے تخلیق ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی طرف واپس وہ تخلیق پلٹ رہی ہے یہ تین دائروں پہ مبنی ہوئی ہے۔

www.ksars.org

سوال: اللہ روشنی ہے زمین اور آسمان کی اس سے کیا مراد ہے؟

یہ ایک آیت ہے اللہ نور سماوٰت والارض...اس آیت میں کائناتی تخلیق اور انسانی تخلیق کا پورا فارمولا بیان کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ االلہ تعالیٰ زمین اور آسمان کی روشنی ہے۔اور اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے... عربی آیت...ایک قندیل ہے اور ایک طاق ہے اور طاق میں قندیل ہے، قندیل میں چراغ ہے تو قندیل طاق اور چراغ یہ تین دائرے بن جاتے ہیں اور پہلے طاق آیا طاق کے بعد قندیل، چراغ آیا۔یہ تین دائرے بن گئے یعنی تین رخ بن گئے اب اس یوں چراغ کو...تو یہ جو چراغ ہے یہ ستارے کی طرح ہے ایسا ستارہ جو چمک رہا ہے اور اس طرح چمک رہا ہے جیسے کوئی بھڑکتی آگ ہے... عربی آیت شجرۃ اور یہ ایک اس میں جو ہے ایک زیتون کا چراغ جل رہا ہے، بہر حال کائنات کا فارمولا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ تین دائروں کا تذکرہ کر رہے ہیں۔یہ تین دائرے حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے بیان کئے ہیں کتاب لوح و قلم میں۔

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ میں نے ساری کائنات جو ہے اپنے روح سے بنائی اپنی روح سے تخلیق کی یا کائنات کو تخلیق کر کے اس کے اندر اپنی روح ڈال دی نور ڈال دیا، روشنی ڈال دی۔اور وہ روشنی کا نور ہے اس کا جو نزولی اور صعودی سلسلہ ہے۔وہ تین دائروں پر ہے۔اور وہ تین دائروں پر ابھی آپ سے عرض کیا کہ روح کے تین رخ ہے۔روح حیوانی، روح انسانی اور روح اعظم۔تو ان تین دائروں کی مزید تفصیل اس طرح ہوئی کہ ہر دائرہ نور سے مقید ہوا یا پھر آپ کو پتا ہے آپ روح اعظم کے دو دائرے لطیفہ خفی اور لطیفہ اخفیٰ۔اب روح انسانی کے دو دائرے لطیفہ روحی لطیفہ سری، اب روح حیوانی کے دو دائرے ہیں لطیفہ نفسی اور لطیفہ قلبی تو یہ جو آیت ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تعریف بیان کی ہے روشنی کی اور یہ بھی فرمایا ہے کہ روشنی ایسی ہے کہ اس کا کوئی سمت کا تعین نہیں کیا جا سکتا لا شرکیتا لا غربیتا...یہ روشنیاں ایسی ہیں اس میں سمت کا تعین بھی نہیں ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ روشنی جو Original روشنی ہے اس میں کسی قسم کی مادیت نہیں ہے جب یہ اس کا نزول ہوتا ہے تو اس میں جو چراغ آپ کہتے ہیں چراغ ایک چراغ ہے یہ چراغ ایسا ہے جیسا ستارہ۔ یہ ستارہ جب آیا اور اس ستارے کی روشنی زیر بحث آگئی تو وہ ستارہ جیسے اب بھڑکا تب بھڑکا یہ یہاں سے ڈیمنشن پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر اس میں تیل کا ذکر آجاتا ہے اس کی جو روشنی ہے اس یوں جیسے زیتون کا تیل زیتون جل رہا ہو تو زیتون کی مثال اس میں اس لئے دی گئی ہے کہ اس میں دھواں نہیں ہوتا سمجھئے کہ اس کی جو روشنی ہے اس کی لوح میں ایک خاص قسم کا ٹھہرٔو ہوتا ہے، تو خاص قسم کا ٹھہرٔو کائنات میں بھی ہے لیکن ساتھ ساتھ اس میں حرکت بھی ہے اس میں روشنیاں ہیں اور روشنی جو ہے اس میں چاروں طرف اس کی پھیل رہی ہے اور جب اس روشنی کے اندر غور فکر کیا جاتا ہے تو یہ لگتا ہے جیسے نور ہے۔اور پھر جب غور کیا جاتا ہے تو یہ پتا چلتا ہے کہ نور اعلیٰ نور، نور کے اوپر نور، اوپر تلے نور پر نور ہے۔

یا اللہ نوری منشاہ...اور یہ ایسا نور ہے جس کو اللہ تعالیٰ چاہیں جس کو ہدایت دیتے ہیں اور جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے دیتے ہیں وہ اس نور میں رہتا ہے اور یہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے پوری آیت میں یہ مثال میں اس لئے بیان کیا ہے کہ لوگ جو اس آیت کو زیادہ اچھی طرح آسانی

www.ksars.org

سے سمجھ لیتے ہیں اور فی الواقع کیا ہے یہ بات اللہ کے اوپر ہے کہ جس کا اللہ تعالیٰ علم دے دے تو اس آیت میں پورا فار مولا کائنات کا بیان کیا گیا ہے جس میں روحیں بھی حیوان بھی ہیں انسان بھی ہیں پھر آدم اس کی موجود نسل۔ صدر الصدور حضور قلندر بابا اولیاء نے پھر اس کی مزید تشریح لوح قلم یوں کی ہے۔ نور مرکب، نور مفرد، نور مطلق اور پھر اس کی اور مزید تشریح اس طرح حضور قلندر بابا اولیائؒ نے فرمائی علم القلم، عالم ارواح، لوح محفوظ پھر اسکی مزید تشریح اور لوح محفوظ سے جس کو حضور قلندر بابا اولیائےؒ عالم۔ 'جو'۔ بھی کہا ہے، برزخ بھی فرمایا ہے پھر اس کے بعد عالم ناسوت آگیا، جس میں عالم ناسوت کے بعد عالم اعراف آگیا پھر وہی جس کے تین دائرے میں۔ عالم حشر نشر ہو گیا، عالم جنت و دوزخ ہو گیا، پھر عالم ابد ہو گیا تو وہ جو تین باتیں ہیں کہ صاحب ایک طاق ہے طاق میں قندیل ہے، قندیل میں ایک چراغ ہے، تو یہاں تو یہ طاق قندیل اور چراغ میں یہ ڈائمنشن بنتی ہے اور پھر اس کی مزید جو ہے وہ تشریح ہے اور یہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق کا فارمولا بنایا ہے اور ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا ہے کہ یہ جو نور ہے اللہ کا یہ اسی بات نہیں ہے کہ آپ اس کو دیکھ نہیں سکتے آپ اس کو جان نہیں سکتے یا اللہ نوری منشاہ... اللہ تعالیٰ نے جس کو چاہے اس نور کی ہدایت دے دیں اور وہ اس نور کا مشاہدہ کر لے۔ اختتام

www.ksars.org

سوال: مراقبے میں دیکھی ہوئی چیز کا کیسے پتا چلے گا؟

یہ افتخار عظیمی صاحب کا سوال ہے کہ مراقبہ کی حالت میں ہم بہت کچھ دیکھتے ہیں ہمیں کیسے پتا چلے گا جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں صحیح دیکھ رہے ہیں یا غلط دیکھ رہے ہیں برائے مہربانی جواب سے نواز دیجئے؟

سوال یہ ہے کہ مراقبہ کی حالت میں بہت ساری چیزیں نظر آتی ہیں آپ حضرات کی معلومات میں یہ بھی دیکھا جائے کہ روحانی ڈائجسٹ کی میں ایک ماورائی دنیا کا عنوان پیش ہوتا ہے اور اس کو کئی سال ہو گئے ہیں اس ماورائی دنیا سے جو کالم چھپتا ہے روحانی ڈائجسٹ میں اس میں بھی ہم جو مراقبہ میں دیکھی ہوئی کیفیات ہیں وہ چھاپتے ہیں اور اب تو ہماری پہچان بھی مراقبہ کے نام سے ہونے لگی ہے ایک دوست نے یہ بتایا کہ شادی میں ہم شریک ہوئے دو تین بندے تھے۔

وہ وہاں جتنے بھی لوگ تھے سب نے شور مچایا بھئی مراقبہ والے آگئے بھئی مراقبہ والے آگیا یہ اللہ کا کرم ہے کہ اب سے تقریباً بیس سال پہلے میں نے یہ مراقبہ کا تعارف کروایا پاکستان میں اللہ کی مخلوق سے اس وقت کافی مخالفت بھی ہوئی لوگوں نے بہت برا بھلا بھی کہا دھمکی بھی دی گئی اور ساری کوشش بھی کی گئی کہ یہ کالم ختم ہو جائے تو اللہ کے فضل و کرم سے یہ ہوا کہ اب صورت حال یہ ہے کہ پاکستان سے بڑی آبادی جو ہے واقف ہو گئی ہے اور لوگوں کی سمجھ میں یہ بات آگئی ہے یہ زمین پر رہنا ہے صرف مادی وسائل تک ہی زندگی نہیں ہے ایک اور زندگی ہے ایک اور عالم ہے مراقبہ کی تعریف میں ہم نے کئی بار عرض کیا کہ مراقبہ دراصل اندرونی آنکھ کے دیکھنے کا عمل ہے جیسے کہ ہم یہ جانتے ہیں دو ظاہری آنکھوں سے دیکھنے کا عمل جو ہے وہ محدود ہے یعنی ایک حد تک ہم دیکھ سکتے ہیں لیکن اگر ہم اپنی اندرونی آنکھ کو تلاش کر لیں یعنی اپنی روح کی آنکھ کو دیکھ لیں یا روح کی آنکھ کو تلاش کر لیں تو ہمارے لئے غیب کی دنیا میں دیکھنا ممکن ہے اور تاریخ میں ایسے لوگ موجود ہیں بے شمار واقعات شامل ہیں جس میں لوگوں نے دور دراز کی چیزیں دیکھی ہیں مثلاً حضرت عمر کا واقعہ خاص طور سے بیان کیا جاتا ہے کہ مدینہ منورہ پر خطبہ فرما رہے تھے وہاں سے انہوں نے خطبے کے دوران میں فرمایا یا ساریہ الجبل یہ جو کمانڈر تھے فوجوں کے ان کو کہا بھئی تم ذرا ہوشیار ہو کر لڑائی لڑو اور پہاڑ کی طرف متوجہ ہو جاؤ اسکے پیچھے گڑبڑ ہے تو یہ تاریخ شاہد ہے اس بات کی کہ ہزاروں میل دور حضرت عمر کی آواز سنی، حضرت ساریہ جو ہیں وہ پہاڑی کی طرف متوجہ ہوئے اور وہاں دیکھا کہ کچھ بندے پہاڑی کی طرف چڑھ کر مسلمانوں کے اوپر حملہ کرنے والے تھے اور حضرت عمر کی آواز دینے سے لشکر میں ترتیب تھی اور مختلف ہتھیار تھے تو انہوں نے جب آواز سنی تو حملہ رک گیا اور وہ بڑے نقصان سے بچ گئے اب یہ دیکھنا بہر حال غیب کی دنیا میں ہی دیکھنا ہے حضرت عمر مدینے میں ہزاروں میل دور ہیں، پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت عمر نے دیکھا یعنی محاذ کا پورا نقشہ حضرت عمر کے سامنے تھا دوسری بات یہ ہے کہ حضرت عمر نے دیکھ کر جو کچھ فرمایا وہ سپہ سالار نے بھی سنا اور فوجیوں نے بھی سنا اس سے یہ ثابت ہوا کہ آدمی دور دراز کی چیزوں کو دیکھ بھی سکتا ہے اور دور دراز جو لوگ ہیں وہ آواز بھی سکتے ہیں دور دراز لوگوں کی تو اسی طرح بہت ساری چیزیں مثلاً آپ نے پڑھا ہو گا کہ قبر کے اندر جو لیٹے ہوئے ہوتے ہیں کچھ لوگ اچھے بھی ہوتے ہیں کچھ لوگ پریشان ہوتے ہیں تو وہاں بھی اولیاء اللہ کے واقعات ایسے

www.ksars.org

ہیں جوانہوں نے جناب کہا کہ یہ بندہ پریشان ہے قبر میں اس کی بھی اصلاح کے لئے ثواب کرو کچھ کھانا پکا کر دو، کچھ نہیں تو درخت ہی لگا دو وہ درخت کی تسبیح کرنے سے اس کا تو عذاب کم ہو گیا۔

آپ تلاش کریں بے شمار واقعات ایسے ہوتے ہیں کہ جو ہماری عام دیکھنے جو حس ہے اس سے ہٹ کر ہم دیکھتے ہیں دوسری جو ہماری پاس ہر وقت ایک صلاحیت ہے جس کو کوئی بھی آدمی نظر انداز نہیں کر سکتا اور اس صلاحیت سے ہر آدمی فائدہ بھی اٹھاتا ہے اس کا تجربہ بھی کرتا ہے وہ خواب ہے خواب کے عالم میں آپ دیکھئے گا آدمی سو رہا ہے بالکل بے خبر اسے کچھ پتا نہیں میرے آس پاس کیا ہو رہا ہے۔

لیکن وہ خواب کے اندر بھی دیکھتا ہے میں آسمانوں میں اڑ رہا ہوں، میں ہوا میں اڑ رہا ہوں، میں پانی میں اڑ رہا ہوں، کسی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات ہو رہی ہے ان سے باتیں ہو رہی ہیں کبھی وہ دیکھتا ہے میں صاحب خانہ کعبہ میں ہوں طواف کر رہا ہوں کبھی کہتا میں سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار میں ہوں سلام پڑھ رہا ہوں کبھی کچھ دیکھتا ہے کبھی کچھ دیکھتا ہے اور وہ خواب دیکھنے کے بعد بہت بار اسی طرح ہوتا ہے جس طرح وہ خواب دیکھتا ہے بہت ساری صورتوں میں آپ کو تجربہ ہوا ہو گا کہ آپ کسی نئے شہر میں گئے کسی نئے قبرستان میں گئے اور آپ کہتے ہیں کتنی عجیب بات ہے یہ دیکھا ہوا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ خواب میں دیکھا ہوا ہوتا ہے بھول جاتے ہیں تو اب دیکھنے کی جو صلاحیت ہے وہ ثابت ہے اس بات سے خواب میں بھی دنیا سے باہر دیکھتے ہیں اور اگر ہمیں اللہ تعالیٰ ہمت دے توفیق دے یا کوئی پریکٹس کر لیں تو دوبارہ بھی تو آدمی دیکھ سکتا ہے۔ تو مراقبہ کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اس بات کی کوشش اور مشق کرے کہ وہ جو دنیا میں پابند حواس میں زندگی گزار رہا ہے ایک محدود مطلب یہ ہے کہ آپ یہاں سے اگر دیکھیں تو کتنا دیکھ لیں گے زیادہ سے زیادہ چار سو گز دیکھ لیں گے۔

پانچ سو گز دیکھ لیں گے پانچ سو گز کے بعد کوئی چیز نظر نہیں آئے گی۔ لیکن اگر آپ پریکٹس کریں جیسے یہ کبوتر اڑانے والے لوگ ہوتے ہیں انکی نظر بہت تیز ہوتی ہے اور پریکٹس ہو جاتی ہے میلوں میل دیکھو فلاں کبوتر فلاں نسل کا، ان کو پریکٹس ہو جاتی ہے جیسے آپ ڈرائیور لوگ ہیں جو گاڑیاں چلاتے ہیں ان کے جب بھی چشمہ لگے گا قریب کا چشمہ لگے گا دور کا نہیں لگے گا دور کی نظر کا چشمہ ہی نہیں لگتا ایسی صورت سے جب ہم دیکھتے ہیں جو لکھنے پڑھنے والے لوگ ہوتے ہیں مثلاً درزی ہوتے ہیں، کتابت کرنے والے لوگ ہوتے ہیں یا کوئی خیراد کا کام کرنے والے ہوتے ہیں۔

جن کی نظر جو ہے قریب زیادہ استعمال ہوتی ہے ان کے جب بھی چشمہ لگے گا دور کا لگے گا بات یہ ہے آپ اس نظر کو جس طرح استعمال کرتے ہیں نظر اسی طرح سیٹ ہو جاتی ہے اگر آدمی دور ہے تو دور تک دیکھے گا اور کبوتر باز ہے تو اس سے بھی دور تک دیکھے گا، پتنگ اڑانے والا اس سے بھی دور دیکھے گا بات کیا ہوئی بات یہ ہے کہ اسے دور دیکھنے کی پریکٹس ہے اسے پتا نہیں ہے میں پریکٹس کر رہا ہوں لیکن جب آپ پتنگ اڑائیں گے آسمان میں آپ کی نظر آسمان ہیں پھیرے گئی آپ کی دور کی جو نظر ہے وہ زیادہ طاقت ور ہے اسی طرح قریب لوگ کام کرتے ہیں تو ان کی قریب کی زیادہ طاقت ور ہے تو یہ پریکٹس ہے جب ہم اس مادی آنکھ کو پریکٹس کے زریعے زیادہ سے زیادہ دور لیجاتے ہیں اور کم از کم قریب کر دیتے ہیں اور اگر ہم روحانی آنکھ سے واقف ہو جائیں تو روحانیت کی بات ہو گئی ہم ٹائم اینڈ اسپیس کے تعین سے

www.ksars.org

نکل کر آزاد ہو جائیں گے۔ بھئی آپ کو یہی کرنا ہے تو مراقبہ دراصل نام ہے اس بات کا کہ ہمارے اندر جو غیب کی دنیا میں دیکھنے والی نظر کام کر رہی ہے اس نظر کو بنانا یا اس آنکھ کو بنانا یعنی اس آنکھ کے بنانے کے عمل میں ہم نے جدوجہد اور عوامل کر دیئے اس کا نام مراقبہ ہے۔

بھائی نے سوال کیا ہے مراقبے میں ہم دیکھتے تو ہیں لیکن یہ کیسے پتا چلے گا یہ جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں وہ صحیح دیکھ رہے ہیں جو کچھ دیکھ رہے ہیں وہ غلط دیکھ رہے ہیں۔

تو اس کا بھی ایک اصول ہے اس کا اصول یہ ہے کہ آپ بہت ساری چیزیں دیکھتے ہیں اس طرف متوجہ نہیں ہوتے تو آپ بھی نہیں دیکھتے مثلاً یہاں آپ سرجانی ٹاؤن تشریف لائے کوئی آدمی ناظم آباد سے آیا ہوگا کوئی ملیر سے آیا ہوگا بھئی بات یہ ہے کہ تم ناظم آباد سے نکل کر سرجانی ٹاؤن آئے راستے میں تم نے کیا کیا چیزیں پڑی راستے میں تمہیں کیا کیا چیزیں پڑی کوئی بس پڑی کوئی گاڑی پڑی کوئی اللہ بھلا کرے کوئی آپ سے یہ پوچھے بھئی بتاؤ کھمبے کتنے ہیں پلازہ کتنے آپ نے دیکھے تو دیکھا تو آپ نے سب کچھ ہے لیکن آپ کچھ بھی نہیں بتاتے، دیکھئے اگر ایک بندہ ناظم آباد سے یہ سوچ کر چلے کہ مجھے راستے میں ہر چیز کو دیکھنا ہے یاد رکھنا ہے تو وہ آدمی، جتنا اس کو یاد ہوگا وہ بتائے گا بھئی اتنے پلازہ ہیں ادھر اتنے راستے میں فلاں فلاں رنگ کی میں نے گاڑیاں دیکھی اتنی چوراھے ہیں، ان چوراؤں پر کسی میں گھاس لگی ہوئی ہے کسی میں گھاس نہیں لگی ہوئی مقصد یہ ہے کہ آپ کسی چیز کی طرف متوجہ ہو جائیں اور اسے یاد رکھنے کی کوشش کریں وہ چیز آپ کو یاد رہتی ہے، لیکن اگر آپ متوجہ نہ ہوں تو آپ اس راستے سے بیس دفعہ گزریں آپ کو یاد نہیں ہوگی بہت سارے لوگ ایسے ہوتے ہیں محلے میں رہتے ہیں اپنے گھر کے اڑوس پڑوس کا پتا نہیں ہوتا، اسی محلے میں کوئی آدمی ہوگا اس سے پوچھیں راستے کا تو وہ سارے گھر بتا دے گا ساری دنیا بتا دے گا، بات یہ ہے کہ اس آدمی کی دلچسپی نہیں ہے کون کہاں رہتا ہے وہ اپنے حال میں مگن ہے۔

یعنی وہ متوجہ نہیں ہوتا دوسرا آدمی متوجہ ہوتا ہے اب وہ قانون یہ بنا کہ وہ غیب کی دنیا کا عمل ہو یا اس مادی دنیا کا عمل ہو اگر آپ اس کی طرف متوجہ ہیں اگر آپ دھیان دے رہے ہیں اگر آپ یاد رکھنا چاہتے ہیں تو آپ کو بہت کچھ یاد ہوگا اگر آپ اس طرف متوجہ نہیں ہیں تو آپکو کچھ بھی یاد نہیں تو اب یہ ہے کہ مراقبہ میں دیکھی ہوئی چیز پہلے تو یہ اس کی حقیقت کیا ہے اور وہ یاد رہتی ہے نہیں رہتی اگر مراقبہ ہیں اگر آپ کو اتنی پریکٹس ہو جائے جو چیز بھی آپ دیکھیں اس کی گہرائی میں آپ غور و فکر کریں اور اس اور وہ دیکھا ہوا سارا کا سارا حقیقت پر مبنی ہوتا ہے لیکن اگر آپ سرسری طور پر دیکھیں آپ کو یہ یاد تو ہوگا میں نے اتنے پلازہ دیکھیں ہیں لیکن اس کے پیچھے کوئی بات نہیں کہا جا سکتی۔

نہیں یہ ایسا ہے مثلاً ایک آدمی کار میں بیٹھ کر سیر کرتا ہے کراچی کی ایک آدمی ہوائی جہاز میں بیٹھ کر سیر کرتا ہے تو اس کو ہوائی جہاز میں بلڈنگ بھی نظر آئیں گی، روشنی بھی نظر آئیں گی، کاریں بھی نظر آئیں گی لیکن اگر ائیر پورٹ پر اس سے پوچھا جائے تم نے کیا دیکھا تو وہ کہے گا میں نے کچھ نہیں دیکھا روشنیاں دیکھی ہیں حالانکہ سب روشنیاں تو نہیں ہیں لیکن ایک آدمی جو کار میں بیٹھ کر سیر کی جس نے وہ بتا دے گا میں صدر گیا میں فلاں جگہ گیا فلاں جگہ دیکھی تو یہ مراقبہ میں دیکھی ہوئی صورت ہو کوئی عمل ہو مراقبہ میں دیکھی ہوئی کوئی بات ہو یا دنیاوی اعتبار سے دیکھی ہوئی کوئی بات ہو کوئی عمل ہو اگر ہمارا ذہن اس کی طرف متوجہ ہے تو ہم اسے یاد رکھتے ہیں اور اس طرف

www.ksars.org

متوجہ نہیں ہے تو ہم اسے ہر گز یاد نہیں رکھتے اب سوال جو ہم مراقبہ میں دیکھ رہے ہیں یہ ہمارے تصوراتی ہونگے جہاں تک تصورات کا تعلق ہے ساری دنیا ہی تصورات پر قائم ہے۔

میں نے ایک صاحب سے سوال کیا تھا باہر، انہوں نے کہا صاحب یہ تصوراتی دنیا نہیں ہے یہ تو حقیقت دنیا ہیں، میں نے کہا بھئی تم یہ بتا ئوجب تم پیدا ہوئے تمہیں یاد ہے کہ نہیں، صاحب مجھے تو نہیں یاد بھئی جب تم پیدا ہوئے تمہارا نام کس نے رکھا اماں نے رکھا ہو گا ابا نے رکھا ہو گا دادا نے رکھا ہو گا، مثلاً ایک آدمی کا نام رکھا کہ اس کا نام ہے محمود اب کیا جب وہ بندہ ساٹھ سال کا ہو گیا وہ محمود ہے؟ کیا اس کی ہر چیز بدل گئی سب بدل گیا کمر بدل گئی سینہ بدل گیا آنکھ بدل گئی ناک بدل گئی اور اسطرح بدل گئی اگر اس کے ماں باپ کو دیکھا جائے وہ نہیں پہچان سکتے لیکن اس کے باوجود وہ محمود ہے تو مقصد یہ ہوا کیا سند ہے اس بات کی جو آپ نے نام رکھ دیا وہی نام سے اسے پکارا جائے۔

لیکن ایک مجبوری ہے اس بات کی کہ محمود نام رکھے بغیر ہم کسی کی ہستی کا تعین نہیں کر سکتے اسی صورت سے ہم یہاں رہتے ہیں ساٹھ سا ل رہتے ہیں ستر سال رہتے ہیں پچاس سال رہتے ہیں لیکن جب مرتے ہیں تو یہ ساری چیزیں بے کار ہو جاتی ہیں مکان بنالو، گاڑی خرید لو ،جب آدمی مرتا ہے تو ہر چیز جو ہے اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہوتی۔

تو یہ ساری دنیا جو ہے یہ اصل میں اس نے یہ تصورات کے علاوہ کچھ ہے ہی نہیں ایک فلم ہے۔ جس طرح ایک فلم دیکھتے ہیں فلم دیکھتے دیکھتے ذہن کہتا ہے ہم فلم دیکھ رہے ہیں، ہم فلم دیکھ کر کبھی ہنسنے لگتے ہیں کبھی رونے کبھی کوئی دہشت ناک فلم ہو تو ڈر بھی جاتے ہیں کتنی عجیب بات ہے ہمیں پتا ہے فلم دیکھ رہے ہیں پھر بھی ڈر رہے ہیں یا ہنس رہے ہیں یا بول رہے ہیں یا اس کہانی پر تبصرہ کر رہے ہیں تو اس کو آپ تصورات کے علاوہ کوئی اور بات کہے سکتے ہیں یہ ساری زندگی جو ہے روحانی نقطہ نظر سے فکشن ہے۔ ایک تصوراتی دنیا ہے اور یہی تصوراتی دنیا کا جو عمل ہے اسی کو بتانے کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر تشریف لائے اور انہوں نے فرمایا یہ جو دنیا کی زندگی ہے یہ عارضی زندگی ہے، فکشن زندگی ہے یہاں کچھ بھی کر لو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے اس کو چھوڑنا ہی ہو گا اس کو ختم ہی کرنا ہو گا اصل دنیا ایک اور ہے اس تصوراتی دنیا کے پیچھے ایک اور اصل دنیا ہے جہاں آپ کو بالکل اسی طرح رہنا ہے جہاں آپ یہاں رہتے ہیں۔

جس طرح آپ یہاں پریشان ہیں، پریشان مر گئے تو وہاں بھی پریشانی ہو گی اگر آپ نے یہاں اس زندگی کو خوشنما بنالیا اور اس زندگی کو پر سکون بنادیا تو مرنے کے بعد جو اصلی دنیا ہے وہاں بھی آپ کو سکون ملے گا، وہاں بھی آپ سکون رہے گا، خوش رہے گے، زندہ رہے گے۔

تو مراقبہ جو ہے مراقبہ ایک ایسی مشق ہے مراقبہ ایک ایسا عمل ہے جس مشق اور جس عمل کے ذریعے انسان اس دنیا میں رہتے ہوائے دو سری دنیا سے واقف بھی ہو جاتا ہے اور دوسری دنیا کی زندگی کو سمجھ لیتا ہے اور اس کو یہ پتا چل جاتا ہے اس دنیا میں خوش رہنے والے بندے یہاں سے چلے جاتے ہیں اور اس دنیا میں ناخوش رہنے والے بندوں کا وہاں کیا حال ہوتا ہے۔

یہ دنیا حقیقی ہے ہی نہیں، یہ دنیا فکشن ہے ساری کی ساری دنیا فکشن ہے، ایک پردہ پڑا ہوا ہے اس کو یوں سمجھ لیں بار بار ایک ہی بات دوہرا ئی جاتی ہے، اصلی اگر یہ زندگی ہے تو یہاں کوئی آدمی مرنا نہیں چاہتا کوئی آدمی یہاں بوڑھا نہیں ہونا چاہتا بوڑھا کیوں ہوتا ہے کوئی آدمی یہاں کاروبار میں نقصان نہیں اٹھانا چاہتا اس کا کاروبار کیوں خراب ہو کوئی آدمی مفلس اور بھوکا نہیں ہونا چاہتا کیوں اس کے اوپر افلاس طاری ہو جاتا ہے، کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جو یہ کہے جی میں بڑا خوش ہوں، میں بڑا بیمار ہوں گا بیمار ہو کر بیماری سے بچنے کی بھی کوشش کرتا

www.ksars.org

ہے علاج بھی کرتا ہے احتیاط بھی کرتا ہے اس کے باوجود وہ بیمار ہوتا ہے یہ الگ بات ہے اگر آپ بیماریوں سے بچنے کی کوشش کریں آپ بیمار کم ہونگے لیکن بچ نہیں سکتے بیمار ضرور ہو گا آدمی۔

میں یورپ جاتا ہوں، وہاں رہتا ہوں، مجھے وہاں لوگ ہسپتالوں میں بلاتے ہیں کتنا رش ہے وہاں مریضوں کا، یہ ہسپتال کہ یہ جو میٹنگ روم ہوتے یاوہ کیا کہتے ہیں ویٹنگ روم ہوتے ہیں وہاں بھی چار پائیاں بچھی ہوئی ہیں تین تین مہینے، چار چار مہینے، پانچ پانچ مہینے، چھ چھ مہینے مریض تڑپتے رہتے ہیں ان کو دیکھنے کے لئے ڈاکٹر نہیں آتے یہ ان ملکوں کا حال بتا رہا ہوں جہاں وہ پانی کا بھی اچھا انتظام کرتے ہیں کھا نے پینے کا بھی اچھا انتظام کرتے ہیں مقصد یہ ہے کہ بیماری جو ہے بیماری لازماً آپ کے پیچھے پڑی رہتی ہے، لیکن آدمی بیمار نہیں ہوتا کیوں کہتا ہے بیمار ہوتا ہے پھر یہ ہے کہ بہت ساری چیزیں ایسی مثلاً آدمی کو فالج پڑ گیا اب اس کے ہاتھ پیر سب بیکار ہو گئے ہاتھ موجود ہے لیکن پکڑ نہیں سکتے ٹانگ موجود ہے لیکن چل نہیں سکتے اگر یہ علم آدمی جسم سب ہی کچھ ہے تو فالج پڑنے سے ہاتھ کیوں بیمار ہو گیا فالج پڑنے ٹانگ کیوں بیکار ہو گئی۔

اس کا مطلب ہے کہ بیماریاں بھی آپ کو ایسے متاثر کر سکتی ہیں اب ایسے تو مرنے کی صورت ہے آدمی مر گیا تو وہ کچھ نہیں کر سکتا تو اب یہ آپ زندگی پر جتنا بھی غور و فکر کریں گے تو اس زندگی میں آپ کو ایک چیز نظر آئے گی یہاں کی زندگی کا ہر لمحہ ہر آن فنا ہو گیا ایک لمحہ مرتا ہے تو دوسرا لمحہ پیدا ہو جاتا ہے اصل دیکھئے نا آپ پیدا ہوئے، میں پیدا ہوا، سب پیدا ہوئے اب میں آج جوان کی صورت بنے بیٹھے ہیں ہمارا جو جس طرح مقام تھا بھئی کوئی آدمی آپ سے سوال کرے تم جوان ہو گئے ہو بچپن سے نکل کر آئے ہو بچپنا کہاں گیا آپ کیا کہے گے بتائیں بھئی کیا کہے گے ؟

فنا ہو گیا مر گیا اب ایک بوڑھا آدمی سے پوچھیں صاحب آپ کی جوانی کدھر گئی میرے پاس اس کے علاوہ کیا جواب ہو گا وہ مر گئی بھئی جب آدمی مر جاتا ہے تو کہتے ہیں یہ بندہ کدھر گیا کہتے ہیں اس کا بوڑھاپا مر گیا تو اس زندگی کا ہر لمحہ مر رہا ہے اور ہر دوسرا لمحہ زندہ ہو رہا ہے تو جب موت اور پیدائش کا یہ عالم ہے کہ ہر لمحے کے اوپر موت وارد ہو رہی ہے دوسرے عالم کے اندر حقیقی ہو رہی ہے اور یہ عالم کیسے مسلسل منتقل ہو رہا ہے تو یہ مراقبہ جو ہم کرتے ہیں مراقبہ سے ہمیں یہ پتا چل جاتا ہے اور مراقبہ اور مشاہدے میں یہ بات آجاتی ہے کہ یہ عالم جو ہے یہ ایک عارضی عالم ہے اور اس کی ساری کی ساری زندگی لیکن ساتھ ساتھ ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں جیسے جیسے ہم فنا ہو رہے ہیں ہم دوسرے عالم کی طرف سفر کر رہے ہیں۔

یہ قرآن کہتا ہے یہ آسمانی کتابیں کہتی ہیں سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وہ جو عالم ہے اس پر فنایت ہے اب صورت حال یہ ہے کہ ہم فنا ہونے والے عالم کو تو تسلیم کر رہے ہیں اور اس کو ہم نے اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا ہے اور وہ عالم جہاں فنائیت نہیں ہے اور جہاں ہمیں بہر حال جانا ہے ہم چاہئیں نہیں مریں موت ہمیں نہیں چھوڑے گی، کتنے سال جئے گا انسان مرنا تو ہے اب آدم سے لیکر اب تک کروڑوں سال ہو گئے اس دنیا کو بنے ہوئے جب کروڑوں سال میں سنکھوں سنکھوں آدمی مر گئے تو یہ مراقبہ جو ہے ہمیں تصوراتی اور فکشن دنیا سے نکال کر حقیقی دنیا میں لے آتا ہے ایسی حقیقی دنیا میں جہاں موت وارد نہیں ہوتی ہے، جہاں پریشانیاں نہیں ہوتی، جہاں بیماریاں نہیں ہوتی، جہاں ناخوش نہیں ہوتا آدمی لیکن یہ اس وقت تک ہے جب آدمی غیر مستقل اور عارضی دنیا میں مستقل جینا سیکھ لے

www.ksars.org

یعنی مستقل دنیا کو وہ دیکھ لے جب تک کوئی آدمی اس دنیا میں رہتے ہوئے مستقل عالم کو نہیں دیکھ لیتا وہ مرتا ہی نہیں اور مرتا ہے تو فکشن ہے نہیں اور وہاں اٹھتا ہے تو فکشن نہیں ہے یہ جتنی بھی آپ دیکھیں گے تعلیمات ہیں مذہبی ہیں ایک تو یہ مذہب کو یہ مسئلے میں شامل کر تے ہیں، فرقوں کا ہی پتا نہیں کتنے فرقے ہیں لیکن اگر آپ حقیقی طریقے پر پیغمبروں کی تعلیمات پڑیں ان پر غور کریں تو ہر پیغمبر نے ایک ہی بات کہی ہے، اس دنیا میں تمہیں بھیجا گیا ہے یہ ایک امتحان گاہ ہے مستقل یہاں نہیں رہنا ہے بالا خر تمہیں اس دنیا کو چھوڑنا ہے یہ تم مرضی سے چھوڑوں یا خوشی سے چھوڑ بہر حال چھوڑنا ہے۔

تو پیدا ہونے کے بعد چودہ پندرہ سال تک تمہارے اوپر کوئی حساب نہیں ہے یعنی آدھی زندگی میں تمہارے اوپر حساب نہیں ہے یعنی تیرا چودہ سال کی عمر آگئی باقی سونے کا وقت آگیا مثلاً کسی آدمی کی ساٹھ سال زندگی ہے ساٹھ سال میں وہ مرتا ہے تو تیس سال کی زندگی کا کوئی حساب نہیں ہے۔

بارہ تیرا سال تو وہ نکل گئے باقی بھئی وہ سویا بھی تو ہے باقی سونے کا زمانہ میں نے حساب لگایا تھا تو وہ زیادہ تھا اب یہ تیس سال کی زندگی ہے اس تیس سال میں آپ جو بھی کچھ کرتے ہیں وہی آپ کی زندگی کا حاصل ہے اور وہی آپ کی زندگی کا اصل ہے اگر تیس سال کی زندگی میں اگر آپ کو پیغمبروں کی تعلیمات نکال دی تیس سال کی زندگی میں آپ کا اللہ کے اوپر یقین کامل رہا تیس سال کی زندگی میں آپ کسی فرقے میں شامل نہیں ہوگئے، کوئی فرقہ بازی نہیں کی آپ نے خالص اللہ کے رہے، اللہ کے رسول بن کر رہے اس کو آپ نے اچھا سمجھا، اللہ سے اور اللہ کے رسول اللہ ﷺ سے محبت کی اور اللہ اور اللہ کے رسول کے لئے اللہ کی مخلوق سے محبت کی، آپ کی زندگی سنور جائے گی اور یہاں کے بعد کی جو حقیقی زندگی ہے آرام وسکون ملتا رہے گا اور جب آپ آرام وسکون کی زندگی میں ایک دفعہ داخل ہو گئے تو بس پھر ابد تک آپ رہیں گے اور اگر آپ نے اللہ اور رسول کے احکامات کی تعمیل نہیں کی، آپس میں تفرقوں میں پڑ گئے لوگوں کو برا بھلا کہا لوگوں کی دل آزاری کا سبب بنے، لوگوں کے حقوق تلفی کی، لوگوں کو برا بھلا کہا، تو یہاں پر بھی پر بے سکون زندگی ہے اور وہاں بھی بے سکون ہوتا ہے تو مراقبہ سے انسان کے اندر اللہ کی مخلوق کے لئے محبت پیدا ہو جاتی ہے انسان کے اندر وہ آنکھ کھل جاتی ہے جو اس دنیا میں کام کرتی ہے اور انسان اس مفروضہ اور فکشن میں دنیا سے اور اصلی دنیا سے واقف ہو جاتا ہے۔

اختتام

www.ksars.org

سوال؛ مسلمانوں کی حالت زار کس طرح درست ہو سکتی ہے؟

ایک صاحب نے نام تو لکھا نہیں ہے سوال کیا ہے کہ اس دنیا میں مسلمانوں پر جو ظلم و ستم ہو رہا ہے اس میں کشمیر ہے، نیپال ہے، فلسطین ہے جیسے افغانستان میں جو کچھ ہوا ہے۔

ایران اعراق میں جو کچھ ہوا یہ کہے رہے ہیں جب صاحب مسلمانوں پر اتنا ظلم ہو رہا ہے تو یہ روحانی لوگ جو اللہ تعالی کے دوست ہیں اور جن کی اللہ تعالی سنتے بھی ہیں دعائیں بھی قبول کرتے ہیں وہ ان کو بچانے کے لئے اور عالم اسلام کو تشدد ظلم و ستم سے نجات دلانے کے لئے زیادہ سے زیادہ دعا کیوں نہیں کرتے اور وہ دعا کرتے ہیں تو اللہ تعالی مسلمانوں کی مشکلات دور کیوں نہیں کرتے پھر دوسری بات انہوں نے یہ کہی کہ جو اولیاء اللہ ہیں ان کو اللہ تعالی نے اپنے کلام کے ذریعے اپنے علوم کے ذریعے طاقت بھی عطا کی ہے جب ہم سب یہ جانتے ہیں کہ خدا کے کلام میں طاقت ہے تو یہ اولیاء اللہ حضرات یا صوفی حضرات یا روحانی حضرات اس طاقت کو استعمال کیوں نہیں کر تے سوال اپنی جگہ عام ہے لیکن اس سوال کرنے والے بھائی نے اس طرف غور نہیں کیا یہ ساری کائنات اللہ تعالی کی تخلیق کردہ ہے اور کائنات کو چلانے والا یہ اچھی طرح جانتا ہے کہ کائنات کس طرح چلائی جاتی ہے دوسری یہ کہ اللہ تعالی نے کچھ ضابطے اور قاعدے رکھے ہیں کہ اس قاعدوں اور ضابطوں پر جو لوگ پورے اترتے ہیں اللہ تعالی کا قانون ان کے ساتھ تعاون کرتا ہے اور جو لوگ اللہ کے بنائے ہوئے اللہ کے پیغمبروں کے بنائے ہوئے اصولوں کو توڑتے ہیں اللہ تعالی کا قانون ان کا ساتھ نہیں دیتا۔

ایسا ہی سوال میں نے ایک بار حضور قلندر بابا اولیاءؒ سے کیا تھا تو انہوں نے یہ فرمایا اللہ تعالی کا جہاں تک معاملہ ہے اللہ تعالی قادر مطلق ہے ہر چیز سے ماورا ہے تو اگر کسی قوم کو سزا ملتی ہے تو وہ سزا اللہ تعالی نہیں دیتے اگر کسی قوم کو جزا ملتی ہے اس جزا کا بھی ایک قانون ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے جو قانون بنا دیا ہے وہ قانون " قانون ناطق " ہے گونگا بہرا نہیں ہے اس قانون کے مطابق افراد، قومیں جب عمل کرتی ہیں تو قانون میں اگر ان کو رعایت ہوتی ہے، قانون ان کو اچھا سمجھتا ہے قانون ان کو عروج کی طرف لیجاتا ہے تو قانون ان کے ساتھ تعاون کرتا ہے۔ لیکن اگر وہی افراد اور قومیں اللہ کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق نہیں چلتی، قانون توڑتی ہیں، قانون کے خلاف ورزی کرتی ہے تو قانون انہیں سزا دیتا ہے اب اس وقت جو عالم اسلام کا حال ہے اور دوسری غیر مسلم اقوام کا جو حال ہے اگر ہم ان کو قرآن پاک کے نقطہ نظر سے ان حالات کو دیکھیں اور مشاہدہ کریں اور غور و فکر کریں تو وہاں یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ مسلمان ظاہری طور پر تو اللہ کو بھی مانتا ہے، اللہ کے رسول کو بھی مانتا ہے لیکن باطنی طور پر وہ نہ اللہ کو مانتا ہے نہ اللہ کے رسول کو مانتا ہے نہ اس کا قرآن پر عمل ہے۔

ایک جھوٹ، فریب اور منافقت کی زندگی ہے جو اس وقت مسلمان جو ہے وہ گزار رہا ہے۔ اب اللہ تعالی نے قرآن میں واضع الفاظ میں فرمایا ہے کہ وہ قومیں عروج پاتی ہیں جن قوموں میں اتحاد ہوتا ہے وہ قومیں ترقی کرتی ہیں جن قوموں میں ریسرچ ہوتی ہے، جن قوموں میں تلاش ہوتی ہے جن قوموں کے اندر تفکر ہوتا ہے وہ قومیں حاکم ہوتی ہیں جن قوموں میں علوم ہوتے ہیں وہ قومیں دنیا میں سرخرو

www.ksars.org

اور برتر ہوتی ہیں جن قوموں کے دماغ ہوتے ہیں اوران کے اوپر جمود طاری نہیں ہوتا اس کے مطابق جب ہم دیکھتے ہیں تو تفکر کا جو مسئلہ آتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا تفکر کرو، اللہ کی آیات پر غور وفکر کرو۔ اللہ تعالیٰ نے واضع طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے کہ جس میں کائنات کے تسخیری فارمولیں اور کائنات کو کس طرح چلایا جائے کس طرح سنبھالا جائے اگر قرآن پاک ہیں تفکر کیا جائے تو وہ چیزیں سامنے آجاتی ہیں تو تفکر کے سامنے ہم خود کو، عوام کو سامنے دیکھتے ہیں تو ہماری پوزیشن یہ ہے کہ ہمارے اندر تفکر ہے ہی نہیں اور دوسری قومیں جو ہیں وہ تفکر کے علاوہ کام نہیں کرتی مثلاً موجودہ سائنس ہے، سائنس کی جو ترقی ہے تفکر کے علاوہ کچھ نہیں ہے ہر دفعہ وہاں کوئی نہ کوئی نئ چیز بن جاتی ہے۔

وہاں تخریب ہوتی ہے تعمیر ہوتی ہے لیکن بہر حال نئ سے نئ چیز جو ہے عالم وجود میں آجاتی ہے ان مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ مسلمانوں میں غور وفکر تفکر ختم ہی ہو گیا ہے قرآن لوگ پڑھتے ہیں لیکن کبھی اس طرف دھیان نہیں دیا گیا کہ اجتماعی طور پر مسلمانوں کے اندر یہ جذبہ پیدا کیا جائے کہ بھئی تم قرآن پڑھتے ہی ہو تو قرآن کے اندر تفکر بھی کرو قرآن کے اندر غور وفکر بھی کرو نتیجہ اس کا یہ ہوا جب مسلمان قوم کے اندر سے نتیجہ نکل گیا اور دوسری قوموں نے تفکر کیا تو وہ قوم عالم فاضل ہو گئی، جدید ہو گئی اور مسلمان جاہل ہو گیا اور پیچھے رہ گیا جب قرآن پاک کی ان آیت کی طرف جب ہم سوچتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''متحد ہو کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو'' تو یہاں بھی یہی صورت ہے کہ مسلمان کی اب پہچان ہی تفرقوں سے ہے آپ کہے جی مسلمان، کون سا مسلمان، حنفی مسلمان، شافی مسلمان، دیوبندی مسلمان، بریلوی مسلمان، شیعہ مسلمان، سنی مسلمان، شیعہ ہیں شنعہ اشعری مسلمان، بوھری مسلمان، آغاخان مسلمان یعنی اس میں اتنے تفرقے ایک قوم کے اندر پیدا ہو گئے ہیں کہ اب مسلمان کہنے سے یہ پتا نہیں چلتا یہ کیا چیز ہے۔

مسلمان ہے کیا چیز؟ اور ان تفرقوں کی بنیاد پر ہی مسلمان اپنے آپ کو ہی جنتی کہتا ہے۔ ہر فرقہ یہ کہتا ہے میں جنتی ہوں باقی سب دوزخی ہیں تو اللہ تعالیٰ کی اس آیت کا ایسا مزاق اڑایا گیا کہ وہ مسلمان کی پہچان ہی ختم ہو گئی ایک کتاب، ایک قرآن، ایک رسول، ایک اللہ پھر تفرقے کا کیا مطلب ہو گیا اب وہ تفرقے بازی آپ کے سامنے ہے۔ اب اس تفرقے بازی سے دوسری قوموں نے فائدہ اٹھایا ہے اللہ تعالیٰ کہتے ہیں ''متحد ہو کر مضبوطی کے ساتھ ہو کر رہو اور تفرقہ نہ ڈالو، ساتھ میں اللہ نے کہا اللہ کی مضبوطی سے پکڑ لو'' تو غیر مسلموں نے اللہ کو تو بیچ سے نکال دیا لیکن ایک رسی کو بہت مضبوطی سے پکڑا ہے۔ ابھی یہ سعودیہ اور کویت کی اور عراق کی لڑائی آپ دیکھئے انیتس ملک ایک طرف اور ان انیتس ملکوں ہیں مسلمان ملک بھی تھے ان کے ساتھ یعنی غیر مسلموں کے ساتھ مسلمان بھی تھے اور ایک عراق ملک تھا نتیجے میں جو اس کا حشر کرنا تھا وہ کر دیا پہلے ایران و عراق کو لڑوا دیا۔

اب یہی اصل میں یہ جو لڑانے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے اندر اتحاد ہی نہیں ہے ظاہر ہے دوسری قومیں اس بات کو جانتی ہیں کہ اتحاد میں طاقت ہے۔ تو مسلمان تفکر سے بھی گیا اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد 'متحد ہو کر اللہ کی رسی کو مضبوطی پکڑ لو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو' تو اس کی بھی مسلمان نے خلاف ورزی کی تو اس کے ساتھ ساتھ اللہ یہ فرماتے ہیں کہ مسلمان جو سود لیتے ہیں یا سود دیتے ہیں یا سود کا کاروبار کرتے ہیں وہ ہمارے ساتھ حالت جنگ میں ہے اور ہمارے کھلا دشمن ہیں۔

www.ksars.org

سارا عالم اسلام سود کے اوپر زندگی گزار رہا ہے یعنی کتنی مضحکہ خیز بات ہے اللہ تعالی کہتے ہیں تم ہمارے دشمن ہو وہ کہتے ہیں، ان اللہ میاں کو کہنے دو ہم ان کے دشمن ہے، ہم تو نمازیں پڑھیں گے ہم تو روزے رکھیں گے، ہم توج کریں گے، ہم توزکوہ دیں بھئی جب اللہ تعالی نے تم کو دشمن ڈکلیر کر دیا آپ کا کوئی عمل کیسے قابل قبول ہو سکتا ہے اس میں بھی آپ دیکھیں سالہ سال ہو گئے کبھی اس کا نام کمیشن رکھ دیا جاتا ہے کبھی کچھ مطلب یہ ہے کہ قرآن کا جو واضع اور صاف حکم ہے اس کو تمام مکاتب فکر کے لوگ بالاتفاق مانتے ہیں کہ سود لینے والی اور سود دینے والی قوم جو ہے وہ اللہ کی دشمن ہے اس پر ہمارا عمل ہو تو اسی فرض میں اللہ کا جو قانون ہے وہ آپ کا ساتھ کیسے دے گا۔

تو اللہ میاں نے یہ قانون بنا دیا اللہ میاں نے یہ فرمایا ہے کہ آگ ہم نے بنائی آگ کا کام ہے جلانا اب اس کو آپ طریقے سے استعمال کریں تو یہ آگ تمہارے لئے فائدے مند ہو گی تمہیں کھانا پکا کر دے گی، چائے پکا کر دے گی، تمہاری سردی دور کرے گی، لیکن اگر تم نے بے احتیاطی کے ساتھ آگ میں ہاتھ ڈال دیا تو آگ جلائے گی اب کوئی آدمی آگ میں ہاتھ ڈال دے اور یہ کہے صاحب اللہ میاں نے میرا ہاتھ کیوں نہیں بچایا اللہ تعالی نے بتا جو دیا آگ جلانے والے چیز ہے آگ میں ہاتھ ڈالو گے تو ہاتھ جل جائے گا۔ تو یہ کہنا بھئی اولیاء اللہ کیا کر رہے ہیں اللہ کے نیک بندے کیا کر رہے ہیں یا اللہ کے نیک بندوں کی دعائیں کیوں قبول نہیں ہو رہی ہے سوال یہ ہے کہ اللہ کا بڑے سے بڑا بندہ ہو سوال یہ ہے کہ وہ قانون کیسے توڑ سکتا ہے جس نے اللہ کا قانون توڑ دیا اللہ کا دوست کیسے بن سکتا ہے اللہ تعالیٰ کے دشمن کے لئے کوئی بندہ کیسے دعا کر سکتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالی نے خود کہے دیا کہ سود لینے والے سود دینے والے میرے دشمن ہے۔

اللہ تعالی نے فرمایا شک جو ہے شک ہم سے دور کرتا ہے شک شیطانی حربہ ہے شک جو ہے شیطان کا سب سے بڑا جال ہے۔ آپ دیکھئے قوم کا کوئی بھی فرد خواہ وہ مرد ہو، خواہ وہ عورت ہو، خواہ وہ جوان ہو، خواہ وہ بوڑھا ہو اس کے آپ تاثرات معلوم کریں اس کے قریب جائیں تو آپ کو شک کے علاوہ وہاں کچھ بھی نہیں ملے گا۔ ہر چیز شک مثلاً ٹوٹی پھوٹی نماز بھی پڑھی اس کے بارے میں کوئی پوچھے بھئی تم نے نماز پڑھی کیا ہوا قبول ہوئی کہنے لگے کہاں قبول ہو گئی ہماری نماز کوئی قبول ہونے کی ہے، اس میں بھی شک ہے پھر اللہ تعالی فرماتے ہیں موت اور زندگی کا مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ جس طرح تم یہاں پید ہو گئے دوسرے عالم سے یہاں بس گئے اسی طرح یہاں سے تمہیں جانا ہے دوسرے عالم میں وہاں صورت حال یہ ہے کہ موت سے اتنا آدمی خوف زدہ ہے کہ اگر کسی آدمی کو یہ کہا جائے بھئی تیری قبر جو ہے بڑی خوبصورت بنائیں گے تو وہ لڑ پڑے گا حالانکہ ایسی حقیقت ہے آپ کو مرنا ہے۔

بہر حال وہ جو بھی پیدا ہو گیا اس کو مرنا ہے تو اللہ تعالی اس بات کی دعوت دے رہے ہیں کہ موت اور حیات دونوں ایک ہی چیز ہے جس طرح تم یہاں زندگی گزار رہے ہو تم نے یہاں اعمال اچھے کئے اگر تم نے یہاں اللہ کے قانون کے مطابق زندگی گزاری تو یہاں تمہیں سکون ملتا اسی طرح اگر تم یہاں سے زندگی اچھی لے گئے تو وہاں بھی تمہیں سکون ملے گا۔ ویعمل مثقال...ویعمل...جو عمل یہاں کیا جاتا ہے اس کا ایک ایک ذرہ اگر خیر سے متعلق وہ بھی اللہ کے پاس ہے اور اگر یہاں شر کیا جاتا ہے تو اس کا ایک ایک ذرہ وہاں محفوظ اور تولا ہوا ہے کہ جو تم یہاں کمائو گے وہ تم وہاں کاٹو گے لیکن اس کے باوجود ہمیں یہ پتا ہے کہ ہم مرتے ہیں، باپ ہمارا مر گیا، دادا ہمارا مر گیا، ماں ہماری مر گئی، رات دن ہم دیکھتے ہیں کوئی رشتہ دار مر گیا لیکن اس زندگی کے بارے میں جو واقعتاً حقیقی زندگی ہے جس زندگی میں عمر

www.ksars.org

کا کوئی تعین نہیں ہے یہاں تو آدمی سو سال جی جائے گا اب تو ساٹھ ستر سال میں ہی آدمی ادھر کو ہو جاتا ہے ابھی تو پتا نہیں کتنی صدیاں آپ کو گزارنی ہیں اس کے بارے میں نہ کوئی تیاری ہے اس کے بارے میں نہ کبھی غور و فکر کرتے ہیں اس زندگی کے بارے میں کبھی آپ یہاں لوگوں سے یہ تبصرہ کرتے ہیں؟

بھئی وہاں بھی مرنا ہے وہاں کے لئے بھی کچھ کرو تیاری کرو تو جب مسلمان ہر ہر طرح اللہ تعالیٰ کے قانون کو توڑ رہا ہے تو اللہ تعالیٰ کیسے مدد کرے گا تو یہ کہنا کہ صاحب اللہ میاں سنتا نہیں بھئی اللہ تعالیٰ کا ایک قانون ہے اس قانون کے مطابق آپ زندگی گزاریں اب آپ یہ دیکھیں جتنی لڑائی ہوئی ہیں مسلمانوں میں وہ دوسری غیر اقوام نے ہی کروائی ہے تعاون ان ہی کا رہا افغانستان میں لڑائی ہوئی، وہاں بھی روس کا تعاون امریکہ کا تعاون۔ مطلب یہ ہے کہ وہاں لڑتے بھی اگر ہم ہیں غیر مسلم قوام کا ہمیں تعاون حاصل ہوتا ہے ہماری صورت حال یہ ہے ہماری معاشی جو حالت ہے وہ بھی ابتر ہے ایک زمانہ تھا کہ مسلمان ساری دنیا پر حکمران تھا اور ایک یہ زمانہ ہے کہ مسلمان کسی بھی خطہ زمین پر آزاد نہیں ہے غیر اقوام کا محکوم ہے اور غلام ہے۔ تو غلام قومیں جو ہیں انا اللہ یغد... اللہ تعالیٰ نے قانون بنا دیا کہ جو قومیں خود اپنی تبدیلی نہیں چاہتی اللہ ان میں تبدیلی پیدا نہیں کرتا اب دیکھئے اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ مسلمان اگر اپنی تبدیلی نہیں چاہئیں گے تو میں تبدیلی نہیں کروں گا۔

اگر ذہن میں اللہ کے قانون کا کچھ حصہ بھی سامنے رکھ کر اس پر عمل کرے گی ان کو اس میں کامیابی ہوگی اس لئے کہ مسلمان ہونا اور بلکہ مسلمانوں کی تو زیادہ ذمہ داری اس لئے کہ مسلمان نے اس بات کا عہد کیا ہے کہ وہ اللہ کو مانتا ہے مسلمان اس بات کا عہد کر کے، وہ برابر اللہ سے دور ہو رہا ہے اللہ کی ناشکری کر رہا ہے اور اللہ کے خلاف ورزی کر رہا ہے۔ تو قانون تو اس سے زیادہ ناراض ہے بھئی غیر مسلم کم از کم اللہ کو تو نہیں مانتے۔ اللہ نے وسائل سب کو دیئے۔ کوئی بھی بندہ جب وہ تفکر کرے گا اپنا دماغ استعمال کرے گا نتیجے میں دیکھئے پانی ہے، چینی ہے، خوشبو ہے اللہ نے تینوں چیزیں بنادی ہیں اب ہندو اگر چینی کو پانی میں گھول لے گا اور خوشبو ملا دے گا وہ بھی شربت بن جائے گا مسلمان اگر چینی کو پانی میں گھول کر خوشبو ڈال دے وہ بھی شربت بن جائے گا یہودی عیسائی کوئی بھی کافر تو یہ قانون ہے مٹی اگر آپ کھودیں گے کوئی بھی مٹی کھودیں۔

اب زمین کے اندر معدنیات بھری پڑی ہے اب کیا مطلب مسلمان تو زمین کھودے نہیں، نا معدنیات کو تلاش کرے اور ایک غیر مسلم آ کر زمین کھودتا ہے معدنیات کو تلاش کرتا ہے نتیجے میں جو ہے وہ پڑول نکال لیتا ہے، گیس نکال لیتا ہے، یورینیم نکال لیتا ہے دھاتیں نکال لیتا ہے طرح طرح کی۔ تو آپ یہ کہے جی اللہ میاں کیسا ہے ہمیں مسلمان کو تو پڑول دیا نہیں ان کو پڑول دے دیا۔ بھئی ناانصافی نہیں ہے وہاں زمین پر اللہ کی تمام مخلوق جو ہے مشترک زمین کی مالک ہے۔ البتہ اگر کوئی مسلمان تک اس کو خصوصی رعایت ملتی ہے اللہ کی طرف سے وہ خصوصی رعایت تو کہاں ملے گی مسلمان تو اتنا کام بھی نہیں کر رہا جتنا کافر کر رہے ہیں۔ جتنا کافر کر رہے ہیں تو یہ جو ادبار ہیں، یہ جو پریشانی ہے اور یہ تمام عالم میں مسلمان کی ذلت اور خواری ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان جھوٹ بہت بولنے لگا ہے۔

مسلمان منافق ہو گیا زبان سے کچھ کہتا ہے اور دل میں اس کے کچھ ہے ہر چیز جو ہے اسلام کے بھی خلاف ہے ہر چیز شریعت کے بھی خلاف ہے ہر چیز جو ہے سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بنائے ہوئے قانون کے خلاف ہے۔ اب کچھ یہاں اب یہاں پاکستان میں

www.ksars.org

ملاوٹ ہوتی جارہی ہے تو کس نے کہا صاحب آپ ملاوٹ کریں عوام ہی ملاوٹ کرتے ہیں کوئی کہے رہا ہے صاحب میں نے دودھ میں ملا کر پیسے کما لئے، دوسرے کو بے وقوف بنادیا دوسرے نے جناب مصالحے میں مٹی ملادی وہ خوش ہو رہا ہے کہ میں نے پیسے کما لئے، تیسرا تیل میں اس نے پتا نہیں وائٹ آئل ملادیا پتا نہیں کیا ملادیا تو وہ خوش ہو رہا ہے تو ہر مسلمان دوسرے مسلمان کو چند پیسوں کے لئے دھوکہ دے رہا ہے۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کو چند پیسوں کے لئے ایک طرح سے زہر دے رہا ہے، قتل کر رہا ہے۔ تو اس قوم پر اللہ کا قانون کیسے رحم کرے گا اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ان خلون...کہ مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ اسلام میں پورا کا پورا داخل ہو جاتا آدھا تیتر آدھا بٹیر نہیں، مسلمان منافق نہیں ہوتا، مسلمان جھوٹا نہیں ہوتا مسلمان اللہ کا دشمن نہیں ہوتا
۔

تو ایسی صورت میں جب مسلمان نے اللہ سے رشتہ ہی توڑ لیا مسلمان نے رسول اللہ ﷺ کی زبانی محبت کو تو بہت زیادہ اہمیت دی لیکن جو حضور پاک ﷺ کی جو زندگی ہے اس پر اس نے غور ہی نہیں کیا، مثلاً چند چیزیں ہیں داڑھی وہ مسلمانوں کی ایک نشانی ہو گئی جب کہ داڑھی دوسرے لوگ بھی رکھتے ہے لیکن ایک قسم کا لباس پر اصرار ہو گیا لیکن رسول اللہ ﷺ کی دوسری زندگی پر ہمیں عمل نہیں کر نا۔

حضور پاک ﷺ کبھی ناراض نہیں ہوئے حضور پاک ﷺ نے کبھی کسی کو سزا نہیں دی، رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی سے نفرت نہیں کی، ہمارے یہاں صورت حال یہ ہے کم و بیش ہر گھر میں میاں بیوی میں نفرت ہے، والدین بچوں میں نفرت ہے، رشتہ داروں میں نفرت ہے، ہماری صورت یہ ہے کہ قوم کی پہچان ہی نہیں ہے تفرقے میں قوم بٹ گئی ہے گروہ ہی ایک مذہب بن گیا ہے تو آپ نے یہ سوال ٹھیک کیا لیکن صورت حال یہ ہے ہماری جو اس وقت ہماری پوزیشن ہے بہت اچھی ہے لیکن اس وقت جو ہمارے اعمال ہے، اعمال کو دیکھا جائے تو عاد و ثمود اور قوم لوط اور قوم نوح کی جو سزائیں ہیں ان کے حساب سے بہت آگے جا چکے ہیں جو انفرادی طور پر الگ الگ قوموں میں برائیاں تھیں وہ مسلمانوں میں اجتماعی طور پر مسلمانوں میں داخل ہو گئی ہمیں تو یہ سب بھیڑیا، کتا جوئیں، پتا نہیں کیا چیز بن رہے تھے وہ تو رسول اللہ ﷺ رحمت العالمین ہیں اور ہمارا ان سے بہر حال نسبت ہے، واسطہ ہے، جیسے بھی ہے اس نسبت کی وجہ سے، اس واسطے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں پھر بھی اتنی رعایت دے رکھی ہے ہماری صورتیں انسانوں کی طرح ہے لیکن اللہ کا اپنا قانون اٹل ہے اگر مسلمانوں نے اب بھی اپنی اصلاح نہیں کی مسلمانوں نے ابھی بھی اپنی صفت بندی نہیں کی مسلمانوں نے اپنی قوم کا انتشار ختم نہیں کیا مسلمانوں نے ابھی بھی اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ نہیں پکڑا اور تفرقے بازی کو ختم نہیں کیا تو آپ یہ دیکھیں مسلمان اللہ کو کوئی رشتہ دار نہیں ہے اللہ کا قانون اپنی جگہ اٹل ہے اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جس طرح اپنی زندگی گزاری ہے اس طرح آپ عمل کریں میدان بدر میں رسول اللہ ﷺ تین سو تیر آدمی لیکر چلے گئے کتنے تین سو تیر آدمی لیکر چلے گئے وہ وہاں جا کر میدان میں رسول پاک ﷺ نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اتنے ہی آدمی لا سکتا تھا جتنے میں لے آیا اب آپ میری مدد کرو حضور پاک ﷺ نے مدینہ منورہ میں یا مکہ مظمہ میں بیٹھ کر دعا نہیں کی کہ اللہ میاں تم فتح کر دو پہلے رسول اللہ ﷺ کی زندگی درخشاں باب ہے پہلے رسول اللہ ﷺ نے عمل کیا، عمل کے بعد پھر رسول اللہ ﷺ نے دعا کی۔

www.ksars.org

ہمارے یہاں صورت حال یہ ہے کہ عمل کا خانہ بالکل ہے ہی نہیں دعا ہی دعا، ہر جگہ دعا اور اب تو یہ صورت حال ہے بھئی فلاں مولوی صاحب کو بلاؤ وہ بہت اچھی دعا کرواتے ہیں، کیا اچھی دعا کا کیا مطلب ہوا بھئی وہ ذرا جناب کچھ گانے کا لہجہ بدل لیا کچھ یہ کر لیا، لمبی لمبی دعا ئیں مجھے دس گیارہ سال عمر کی تو ساری باتیں یاد ہیں میرے خیال میں سب ہی کو یاد ہوتی ہونگی، دس بارہ سال دس سال اگر آپ لگالیں تو میری تو چھاسٹھ سال عمر ہے ۵۴ سال سے میں ایک ہی بات سنتا آیا ہوں ہر مسجد میں، ہر میلاد میں، ہر مذہبی تقریب میں، ہر مذہبی جلسے میں بڑے سے بڑے جلسے میں یااللہ یہودیوں کو تباہ کر دے یااللہ یہودیوں کو برباد کر دے ۵۶ سال میں، میں نے دعا قبول ہوتے ہوئے نہیں دیکھی کیوں دعا وقبول نہیں ہوتی دعا اس لئے قبول نہیں ہوتی زبانی خرچ ہے عمل نہیں ہے وہ اسرائیل ہے تیس لاکھ کی آبادی ہے نو کروڑ کی عرب کی آبادی ہے۔ جناب وہ قبضے میں نہیں آرہے کیوں قبضے میں نہیں آرہے ان کے اندر اتحاد ہے ان کے اندر اپنے وطن سے اپنی زمین سے محبت ہے ہمارے اندر اپنی ذات سے محبت ہے۔

بس یہ چاہتے ہیں کہ بہت سارا بینک بیلنس ہو جائے بینکوں میں پیسہ بھرا رہے اچھا پیسہ بھی اپنے ملک میں نہیں رکھتے دوسروں میں رکھتے ہیں اپنے ملک ہیں پیسہ رکھنے پر بھی اعتبار نہیں ہے تو پھر کیسے اللہ تعالیٰ ہماری مدد کرے گا بھئی اور کیوں اللہ تعالیٰ آپ کے لئے اپنا قانون توڑے آپ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے نقش قدم پر چل کر آپ اپنی اصلاح کریں اپنی تربیت کریں اپنے اندر سے تفرقہ ختم کریں اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیں اللہ کے اوپر اعتماد کریں نتیجہ یہ ہو گا انشاءاللہ ہماری بھی مدد ہو گی اور ہم نے یہ سب نہیں کیا تو ظاہر ہے اللہ تعالیٰ واضع طور پر قرآن پاک میں فرما دیا ہے انااللہ لایغرو...اختتام

www.ksars.org

سوال؛ ہم فرقوں سے نکل کر اجتماعیت میں کس طرح داخل ہو سکتے ہیں؟

اللہ نے یہ فرمایا اللہ کی رسی کو مضبوط کے ساتھ ساتھ پکڑ لو جبکہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے اسلام میں 74 فرقے ہونگے کوئی 72 کہتا ہے 74 کہتا ہے ایک تو یہ رسول اللہ ﷺ نے واضع طور پر یہ فرمایا ہے اگر کوئی بات میرے سے ایسی منسوب کی جائے جو قرآن پاک سے ٹکراتی ہوں اور قرآن پاک سے مطابقت نہ رکھتی ہوں وہ میری بات نہیں ہے۔ تو حدیث جو ہے وہ موضوع ہو سکتی ہے۔ موضوع حدیث لوگوں نے تلاش بھی کی ہے اس کی نشاندہی بھی کی ہے لیکن قرآن کی آیت محکم ہو گئی وہ موضوع کبھی نہیں ہو گی۔ اب یہ کہ مسلمانوں میں 74 فرقے ہونگے یا 72 ہونگے اب کیا پتہ یہ حدیث موضوع ہے، کیسی ہے بہر حال حضور پاک ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ اگر میری کوئی بات ایسی ہو جو قرآن سے ٹکرا جائے اور قرآن کے خلاف ہو تو وہ میری بات نہیں ہے۔ اب ہو سکتا ہے بہت ساری حدیثیں جو ہیں یہودیوں نے گھڑ گھڑ کر ایسی شامل کی ہیں مسلمانوں کی دشمنیوں میں اس کو اگر چھان پھاٹک بھی کی جائے تو ہو سکتا ہے کہ وہ موضوع ہی ہو۔

ہم نظام مصطفی کی تحریک میں مسلمانی بھائیوں نے کتنی قربانیاں دی ہیں بھئی دیکھئے بات وہی ہے کہ اللہ تعالیٰ جو ہے اگر خلوص نیت سے کوئی کام کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق کوئی کام کیا جائے تو اس میں دیر تو ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنا قانون کبھی نہیں چھوڑتے اب نظام مصطفی جو ہے اس کے لئے سارے ہی کوشش کر رہے ہیں، ساری دعا بھی کر رہے ہیں لیکن ساری دنیا میں ابھی تک کہیں نہیں آیا ظاہر ہے اس میں اس کوشش میں کوئی کمی ہو گی بات وہی ہے جب تک اسلام کے پیروکار اور اسلام کے بڑے دانشور سب کے سب اکھٹے ہو کر ایک پلیٹ فارم پر جمع نہیں ہوتے اس وقت تک اسلام نہیں آتا ورنہ تو یہ کہے گا جی یہ ان کا اسلام ہے یہ دیوبندی کا اسلام ہے، وہ بریلوی کا اسلام ہے، وہ اہل حدیث کا اسلام ہے، وہ فلاں کا اسلام ہے، وہ فلاں کا اسلام ہے بات وہی ہے و تحصمو بحبل... میں تو بار بار بڑے بڑے اجتماعت میں بھی یہ بات میں نے کہی ہے اپنے علماء سے، اپنے دانش واروں سے، اپنے مشائخ سے کہ بھائی اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ سارے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا جائے اور اللہ کی جو آیت ہے "اللہ کی رسی کو متحد ہو کر مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو اور آپس میں تفرکہ نہ ڈالو" تب ہی ہم کامیاب ہو سکتے ہیں ٹکڑوں میں بٹی ہوئی قوم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی وہ میں نے ایک جگہ پڑھا تھا حضرت ایوب علیہ السلام پیغمبر تھے ان کے جسم میں کیڑے ویڑے پڑ گئے تھے تو ان کی بیگم صاحبہ کہیں گئی تھی تو ان کو غصہ وصہ آیا تو انہوں نے کہا اگر جب وہ آئے گی تو میں اسے اتنی لکڑیاں ماروں گا کوئی چالیس کہتا ہے، کوئی بیس کہتا ہے، کوئی دس کہتا ہے، کوئی سو کہتا ہے بہر حال جب وہ آئی تو انہوں نے جناب وہ کہا کہ بھئی کہاں گئی تو، تو پتا چلا کہ وہ ان ہی کی تکلیف کے مداوئے کے تلاش میں گئی ہوئی تھی۔ تو بڑے وہ شرمندہ ہوئے کہ صاحب میں نے بڑی بری بات کہی خوامخواہ اپنی بیوی سے بد ظن ہوا اور قسم کھالی۔ پھر وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے معاف کیا۔ اور کہا سو تنکے کے ایک جگہ جمع کر کے اس کو باندھ کر ایک دفعہ مارو تو دیکھئے ایک تنکے سے تو آپ کسی کو ماریں اس کو چوٹ ہی نہیں لگتی لیکن وہی معمولی تنکے جو آپ ذرا سا اشارہ کریں ٹوٹ جائے لیکن وہی سو تنکوں کو باندھ لیں۔ آپ ﷺ کا نظام مسلمانوں کے

www.ksars.org

اوپر فرض ہے ڈیوٹی ہے سب کے اوپر۔اس میں یہ نہیں ہے عوام خواص کچھ نہیں ہے سارے اللہ کے بندے سارے مسلمان مسلمان ہیں کہ آپس میں محبت پیدا ہو،آپس میں اخوت پیدا ہو، اب حضور پاک ﷺ نے فرمایا قل مومن ...سب مومن بھائی بھائی ہیں اب حضور کی امت میں جتنے مومن ہیں سب بھائی بھائی ہیں ہماری صورت یہ ہے کہ ہم آپس میں لڑ رہے ہیں۔ ہر کسی کو کسی سے نفرت ،منافقت،حسد، طمع،لالچ بغاوت پتا نہیں کیا کیا ہے۔

اگر آپ کو اللہ کے مذہب پر چلنا ہے، اگر آپ کو ترقی کرنی ہے، اگر آپ کو اس محکومت سے نکلنا ہے، حاکم بننا ہے جس طرح ہمارے اسلاف ساری دنیا میں حاکم تھے تو اس کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ تمام عالمین اسلام ایک پلیٹ فارم کی طرف کھڑے ہو جائیں اللہ کی آیت پر وتحصمو...اکھٹا ہو جائے ایک ارب مسلمان ہے، ایک ارب مسلمانوں کا جو مذہب ہے اسلام اور اس مذہب کا جو لایا عمل ہے اس میں آپ کو انفرادیت کہی نظر ہی نہیں آئے گی، پانچ وقت نماز اجتماعی حیثیت ہے، جمعہ کی نماز اجتماعی حیثیت ہے، عیدین کی نماز اجتماعی حیثیت ہے، روزہ سحر افطار اجتماعی حیثیت ہے، حج اجتماعی حیثیت ہے تو غیر مسلم اقوام نے اس بات کو سمجھ لیا ہے کہ مسلمانوں کا جو مذہب ہے وہ ہے ہی اجتماعیت اگر اس اجتماعیت کو نہیں توڑ دیا گیا تو مسلمان پوری دنیا پر چھا جائے اور ہمیں کھا جائے گا تو انہوں نے سازشیں کریں انہوں نے اپنے دماغ استعمال کر کے، انہوں نے اپنا پیسہ استعمال کر کے، یہ کوشش کی، ہمیشہ سے کر رہے ہیں حضور پاک ﷺ کے زمانے سے ہی کر رہے ہیں اور آج بھی کر رہے ہیں اور کرتے رہے گے کہ مسلمان میں کسی صورت سے اتحاد اور اتفاق پیدا نہ ہو اگر مسلمان کے اندر اتحاد اور اتفاق پیدا ہو گیا تو دنیا میں اس کے علاوہ کسی کی حکومت نہیں ہو سکتی اس لئے کہ مسلمان کی تو ساری زندگی فوجی زندگی ہے امام نے اللہ واکبر کہہ دیا سب نے ہاتھ باندھ لئے جب امام نے اللہ واکبر کہہ کر دیا سب جھک گئے،امام نے اسلام وعلیکم کہہ دیا سب نے گردنیں گھومالی یہ فوجی اسپرٹ ہے۔

مگر اس فوجی اسپرٹ کا اس قوم کو کوئی فائدہ نہیں ہو رہا ہے کہ ہمارے اندر تفرقے پڑ گئے ہیں اور ہم قرآن پاک کی آیت کے خلاف ورزی کر رہے ہیں کیوں کہ اللہ کی آیت کے خلاف ورزی ہو رہی ہے اس لئے اللہ کا بنایا ہوا قانون ہم سے ناراض ہے اور اللہ کا قانون جب ناراض ہو جائے گا تو ظاہر ہے اس قوم کو کیسے فلاح اور بہبود ملے گی۔ضروری ہے کہ اللہ کے بنائے ہوئے قانون پر عمل کیا جائے رسول اللہ ﷺ کی سیرت پاک کو بار بار پڑھا جائے وہ حضور پاک ﷺ کی زندگی کے ہر ہر شعبے کو غور و فکر کیا جائے تو وہاں آپ کو سوائے اس کے کچھ بھی نہیں ملے گا، محبت، محبت، محبت اپنے بھائی سے محبت کرو، اپنے پڑوس سے محبت حضور پاک ﷺ نے یہاں پر فرمایا کہ اگر تم کسی کی فاتح حیثیت سے ملک میں داخل ہو جاؤ تو بچوں کو خوش رکھو، بوڑھوں کو خوش رکھو، معذروں کو خوش رکھو، بیماروں کو خوش رکھو انتہاء یہ ہے کہ وہ اتنی بڑی ذات اقدس رسول اللہ ﷺ جس کے لئے ساری کائنات اللہ نے بنائی جس کو اللہ تعالیٰ نے رحمت العالمین بنا کر اس دنیا میں بھیجا اس سے ہماری نسبت ہے لیکن جب ہم رسول اللہ ﷺ کی نسبت کو اور اپنا محاسبہ کرتے ہیں یقین کیجئے میں تو اپنی بات کہتا ہوں مجھے تو بڑی ندامت اور شرم آتی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے گستاخ ہیں۔

ان سے جب اپنے نسبت قرار دیتے ہیں تو وہ بھی گستاخ ہے اس لئے کہ ہم جھوٹ بول رہے ہیں چونکہ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے وہ سب کو سنبھالتا ہے اس میں چاہے کافر ہو، چاہے مشرک ہو چاہے فاسق ہو اب حضور پاک ﷺ رحمت العالمین ہیں تو رحمت العالمین ہونے

www.ksars.org

کی حیثیت سے وہ بھی سب تقسیم کرتے ہیں وسائل وہ بھی سب کو تقسیم کرتے ہیں کافروں کو بھی تقسیم کرتے ہیں، اللہ کو جو نہیں مانتے انہیں بھی تقسیم کرتے ہیں۔اب چونکہ ہم ان کے نام لیوا ہیں بہر حال نسبت ہمیں حاصل ہے تو یہ بہت بڑی سعادت ہے اس میں ہم یہ تھوڑے بہت نظر آرہے ہیں وہ حضور پاک ﷺ کے رحمت العالمین ہونے کی وجہ سے زندگی گزار رہے ہیں لیکن ہمیں یہ ضرور سوچنا چاہئے کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے جب ہم حضور پاک ﷺ سے جب اپنی نسبت قائم کرتے ہیں ہم سے کوئی گستاخی تو نہیں ہو رہی میرا تو خیال ہے جب بھی کوئی بھی مسلمان جب اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھے گا اس کو یہی جواب ملے گا رسول اللہ ﷺ کی نسبت ایک گستاخانہ عمل ہے۔

اب یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ رحمت العالمین ہیں، اللہ تعالیٰ کے محبوب ہے اس سے ہمیں یہ رعایت مل رہی ہے لیکن چونکہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی نسبت حاصل ہے اگر ہم تھوڑی سی بھی کوشش کریں، جدوجہد کریں تو ہمیں وہ منزل مل جائے گی۔

مثلاً وہ جو لوگ بیس سال میں کہیں پہنچیں گے ہم بیس گھنٹوں میں وہاں پہنچ جائیں گے، اس لئے کہ ہماری بنیاد مضبوط ہے اس لئے کہ ہمارے پیچھے تعاون ہے، اللہ کا، اللہ کے رسول، اللہ ﷺ کا، اللہ کے قانون کا اور اللہ کی کتاب کا لیکن جب ہم قرآن کی ہی خلاف ورزی کرنے لگیں تو قانون کیا ہے تو ایک بار حضور قلندر بابا اولیاءؒ ایک دفعہ کچھ پریشان سے بیٹھے تھے میں نے پوچھا حضور کیا بات تو انہوں نے کہا بھئی کیا پتا اب حال یہ ہو گیا ہے کہ جو حضور پاک ﷺ سے قریب لوگ ہیں مثلاً بڑے پیر صاحب کا بھی نام لیا اب کسی کی یہ جرات نہیں ہوتی حضور پاک ﷺ کے دربار اقدس میں حاضر ہو کر مسلمانوں کی سفارش کریں لوگ ڈرتے ہیں خوف زدہ ہوتے ہیں کہی ایسا نہ ہو حضور پاک ﷺ ناگواری کے عالم میں کوئی ایسی بات فرمادیں کہ اللہ کو ناپسند ہو تو واقع آپ غور کریں تو یہی صورت ہے تو مسلمان نہ تو منافق ہوتا ہے نہ مسلمان جھوٹا ہوتا ہے مسلمان تو ایک سچا واحد ہوتا ہے یہاں صورت حال یہ ہے کسی کے بارے میں آپ یہ کہے ہی نہیں سکتے۔

ویسے تو ہر مسلمان کو یہ کہنا نہیں چاہئے لیکن اعتماد کریں گے جس پر بھی اعتماد کریں گے میرا خیال ہے سو میں سے ننانویں تو آپ کو دھوکہ ہی دیں گے تو ایسی صورت میں ہم کیسے اللہ کا شکر کر سکتے ہیں کہ اللہ کا قانون ہماری مدد کریں اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر صحیح معنوں میں چلیں اور ہمارے اندر جو اسوہ حسنہ ہے موجود ہے اسلاف سے ہمارے اندر منتقل نہیں ہو رہا ہے جو مدھم پڑ گئے ہیں وہ گہرے ہو جائیں ابھر جائیں روشنی پیدا ہو وہ ری سائیکل ہو جائے اور یہ بڑی مشکل بات ہے صرف یہ طے کرنا ہے کہ بھئی آج سے ہم ہمارا ہر مسلمان بھائی بھائی ہے ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا ہم کسی کو فر کہے، کیا پتہ اس کا اللہ کا کیا معاملہ ہے اب آدمی اپنی اصلاح کرے یہاں صورت حال یہ ہے کہ ہر آدمی اپنی طرف دیکھتا نہیں دوسرے کی اصلاح کی کوشش میں پڑا ہوا ہے، ہر آدمی دوسرے کو کہے رہا ہے تو جھوٹ نہ بول اور خود جھوٹ بول رہا ہے، ہر آدمی دوسرے کو بول رہا ہے دیکھ تیرے اندر حسد کینہ ہے یہ ختم کر دے لیکن وہ کبھی یہ سوچتا ہی نہیں میرے اندر حسد کینہ ہو سکتا ہے پہلے میں ختم کروں تو پھر اس کے اوپر اثر ہو گا۔

بڑا مشہور واقعہ ہے حضرت عمرؓ کی خدمت میں ایک خاتون آئیں تو انہوں نے کہا یا امیر الامومنین یہ بچہ گڑ بہت زیادہ کھاتا ہے اور میرے معاشی حالت ایسے نہیں کہ میں اس کو گڑ کھلا سکوں حضرت امیر الامومنین نے کہا بھئی کل آنا کل یا پرسوں آنا خیر وہ چلی گئی پھر آئی وہ اتنا

www.ksars.org

وقت گزر گیا تھا اور حضرت عمر نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور اب کہا بچے کو بیٹا گڑ زیادہ مت کھایا کرو تمہاری اماں جی افورڈ نہیں کر سکتی وہ چلی گئی تو وہاں جو لوگ موجود تھے انہوں نے کہا صاحب جی یہ بات تو آپ اس وقت بھی کہے سکتے تھے تو انہوں نے فرمایا نہیں بات یہ ہے میں خود گڑ بہت شوق سے کھاتا ہوں میں نے پہلے گڑ چھوڑا پھر میں نے اس کو نصیحت کی اب بچہ چھوڑ دے گا اب یہ صورت حال ہماری بھی ہے ہم کسی کو اگر نصیحت کرتے ہیں تو نصیحت کرنے سے پہلے خود اپنے اندر جھانکیں کہ بھئی یہ جو ہم نصیحت کر رہے ہیں ایسا تو نہیں کہ ہم بھی اس ہی کے مرتکب ہو رہے ہوں۔

ایک دفعہ دو دفعہ بیں دفعہ جب ہم اپنے اندر جھانکیں گے اور ہماری غلطی ہمارے سامنے آئے گی ظاہر ہے، ہم اسے چھوڑنے کی بھی کوشش کریں گے ابھی تو صورت حال یہ ہے غلطی سامنے ہی نہیں آرہی اس لئے کہ ہم اپنی غلطی کو تلاش ہی نہیں کر رہے کوئی بندہ اپنا محاسبہ ہی نہیں کرتا ایک تو یہ اپنا محاسبہ ضرور کرنا چاہئے ہم کہاں کھڑے ہیں کس طرح کھڑے ہیں اور کس طرح ہم اپنی اصلاح کریں اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے اپنی گھر کی اصلاح ہونی چاہئے ہم باہر اصلاح کرتے ہیں گھر جی وہ ایسا ہوتا ہے شوہر آیا، جیسے بھیڑیا آگیا اور باہر جب جائے گا تو وہی اتنا با اخلاق ہو گا ساری دنیا اس کی تعریف کرے گی ظاہر ہے سب بچے یہ کہے گے ابا کیا ہے؟

منافق ہے باہر جاتا ہے تو جناب بک جاتا ہے جھک جاتا ہے جھک کر ملتا ہے بھاگا بھاگا چلا جاتا ہے اس کے کام کے لئے اور گھر میں آتا ہے تو سوائے غصے کے سوائے نفرت کے سوائے دھمکانے کے کوئی کام نہیں کرتے اور بچے بھی منافق ہوتے ہیں میں نے دیکھا ہے جن گھروں میں ماں باپ کے اندر محبت ہوتی ہے ان گھروں میں بچوں میں بڑی محبت ہوتی ہے، میں نے یہ بھی دیکھا ہے جن گھروں میں والدین اونچی آواز سے بولتے ہیں ان کے گھروں میں بچے بھی چیختے ہیں، اور جن گھروں میں والدین آہستہ نرم راوی سے گفتگو کرتے ہیں اس گھر کے بچے بھی آہستہ بات کرتے ہیں اور ان کے اندر بڑا اخلاق ہوتا ہے۔ تو پہلی بات تو یہ ہے ہمیں اپنے گھر سے اصلاح کریں سب سے پہلے اللہ کی رسی کو گھر میں پکڑیں ابھی تو صورت حال یہ ہے ہم قوم کی باتیں کر رہے ہیں، پہلے اپنے گھر میں تو ذہنی ہم آہنگی پیدا کرو میاں بیوی ہیں میاں کا ذہن الگ ہے بیوی کا ذہن الگ ہے بچوں کا ذہن الگ ہے بھائی کا ذہن الگ ہے والدین کا ذہن الگ ہے کئی کئی گھروں میں تو لڑائیاں ہوتی ہیں۔

وہ صاحب بیوی دیوبندی ہیں تو میاں بریلوی ہے، میاں دیوبندی ہیں تو بیوی بریلوی ہے آپس میں لڑ رہے ہیں اس نے کہا صاحب میں نے تو نیاز کروائی ہے انہوں نے کہا نیاز نہیں کرو گی، ایک لڑائی ایک ہنگامہ ہو گیا تو کیسے ہم اس سے نکل سکتے ہیں کہ وہ بیوی ہو، میاں ہو، بچے ہو گھر کے ہوں سب سے پہلے یہ طے کریں گے پہلے ہمیں اپنے گھر کی اصلاح کرنی ہے اپنے گھر میں پیار اور محبت کے بیج اگانا ہے اپنے گھر میں اخوت اور محبت کا درخت اگانا ہے آہستہ آہستہ ایک گھر دو گھر دس گھر بیں گھر جیسے حضور پاک ﷺ کے زمانے میں سارے ہی مشرک تھے لیکن رسول اللہ ﷺ نے آہستہ آہستہ دو چار دس بیس پچھلے ہو گئے دیکھئے ان کے پاس وسائل بھی نہیں تھے وہ ساری دنیا کے حکمران ہو گئے۔ آپس میں اتحاد تھے، ان کی حکومت میں بھائی چارا تھا اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم اللہ کی رسی کو متحد ہو کر مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیں اور رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چل کر اللہ کے قانون کا احترام کریں۔

اختتام

www.ksars.org

کائنات علم کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور اللہ کی مخلوق بھی علم ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والذین جاھدو افینا لنھدینھم سبلنا...اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں...جو لوگ میرے لئے یعنی مجھے پانے کے لئے، میرے سے قریب ہونے کے لئے یا میرا عرفان حاصل کرنے کے لئے کوشش کرتے ہیں تو میں ان کے اوپر اپنے راستے کھول دیتا ہوں اس آیت مبارک میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کو واضح طور پر بیان فرمایا ہے کہ اللہ تک پہنچنے کا ایک راستہ نہیں ہے بے شمار راستے ہیں۔ لیکن اس بے شمار راستوں کے لئے کسی ایک مرکز کا ہونا ضروری ہے۔ جیسے کراچی شہر ہے اب کراچی شہر میں داخل ہونے کے لئے ٹھٹھہ سے بھی راستہ ہے، حیدرآباد سے بھی راستہ ہے، بلوچستان سے بھی راستہ ہے۔بے شمار راستے اس وقت تعین ہوئے جب پہلے سے کراچی شہر موجود ہے۔اگر کراچی شہر موجود ہی نہ ہو تو راستے زیر بحث نہیں آئیں گے۔ایک شہر میں داخل ہونے کے لئے بے شمار راستے ہو سکتے ہیں اور ہوتے ہیں۔ لیکن ضروری ہے کہ وہ راستے جہاں جاکر ختم ہوں یا وہ راستے جہاں سے شروع ہوں۔

وہ کوئی مقام ہو، اس کا کوئی نام ہو، اس کا کوئی محل وقوع ہو، اس کی اپنی کوئی پہچان ہو، اور اگر وہ پہچان کی جگہ نہیں ہے کوئی محل وقوع نہیں ہے اور اسکا کوئی نام نہیں ہے شہر کا تو اگر پچاس راستے بھی نکل جائے تو ہم یہ نہیں کہیں گے یہ راستے اس شہر کی طرف اس کراچی کی طرف یا لاہور کی طرف جارہے ہیں۔اب راستے چلنے کے لئے مرکزیت کا ہونا ضروری ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں والذین جاھدو...جو لوگ کوشش کرتے ہیں فینا...ہمیں حاصل کرنے کے لئے یہ بنیادی بات یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کا ماننا ہے اللہ تعالیٰ کو اس طرح ماننا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور ہستی ہے ہی نہیں، جو مخلوق کا سنبھال سکتی ہو، کوئی اور ہستی ہے ہی نہیں جو خالق کا احاطہ پورا کرتی ہو، کوئی اور ہستی ہے ہی نہیں جو خالق ہو، صرف اللہ ہے۔تو پہلے یہ تعین کرنا ہے کہ ایک اللہ ہے۔وحدہ لاشریک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اسی نے ہمیں پیدا کیا، اس نے ہمیں زندہ رہنے کے لئے وسائل مہیا کئے وہی ہمیں پیدا کرتا ہے، وہی ہمیں زندہ رکھتا ہے، وہی ہمیں موت دیتا ہے، وہی ہمیں موت دینے کے بعد زندہ دوبارہ کرے گا تو پہلے یہ تعین کرنا ضروری ہے کہ ایک اللہ ہے۔

ایسا اللہ جس کا کوئی شریک نہیں، جو رحمن ہے، اس کے علاوہ کوئی رحمن نہیں ہے۔اس کے علاوہ نہ کوئی رحیم ہے۔اس کے علاوہ نہ کوئی رب ہے۔اس کے علاوہ نہ کوئی وسائل دینے والا ہے وہ واحد ذات ہے، ایک ہے اللہ قل واللہ احد...اے پیغمبر ﷺ آپ فرما دیجئے کہ اللہ ایک ہے۔اس جیسا کوئی ہے ہی نہیں کوئی تذکرہ میں بات نہیں آسکتی کہ اللہ کے علاوہ بھی کوئی ہے۔تو پہلے یہ بات تو تسلیم ہو کہ اللہ ہے کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔اب جب آپ اس تعین کے ساتھ کوئی راستہ چلتا ہے اور اللہ کو تلاش کرنے نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں ۔کہ ہم نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ ہم اپنے بندے کو اس راستے پر بندے کو لے آئیں گے جن راستوں پر چل کر بندہ ہم تک پہنچتا ہے ۔اور والذین جاھدو...اور وہ لوگ جاھدو...کوشش جہد کوشش کرتے ہیں فینا...فینا...ہمارے لئے، ہمارے اندر، ہمارے علاوہ کوئی اور مقصد نہیں ہوتا ان کی کوشش کا محور یہ ہوتا ہے کہ ہمیں جس طرح بھی ممکن ہو اللہ کی قربت حاصل کرنی ہے۔

www.ksars.org

جس طرح بھی ممکن ہو ہمیں اللہ کا عرفان حاصل کرنا ہے، اللہ کو پہچانا ہے، اللہ کو دیکھنا ہے، اللہ سے باتیں کرنا ہے۔ اللہ کی اپنی عرض معروضات پیش کرنی ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا... کہ جو کچھ تم مجھ سے مانگو میں دونگا دعا بھی کرو میں قبول کرو گا وعدہ ہے اللہ کا توجب ہم یہ سوچ کر اپنا ذہن بنا کر اللہ وحدہ لاشریک ہے اس کے علاوہ کوئی ہستی نہیں ہے کوئی خالق نہیں ہے جب اس کے اندر اس کے لئے ہم جدوجہد کریں گے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں ایسے راستے دیکھادوں گا جن راستوں پر چل کر وہ بندہ مجھ تک پہنچ جائے گا۔ اب یہ راستہ چلنا راستہ پر آدمی اس وقت تک نہیں چل سکتا جب تک آپ کو اس راستے کا یقین نہ ہو۔ کیونکہ راستے تو دس ہیں ابھی آپ یہاں سے جائیں گے مراقبہ ہال تو سب کو پتاہے یہ لانڈھی کو راستہ جارہاہے، یہ گلشن کو راستہ جارہاہے، یہ بلوچستان کو راستہ جارہاہے، یہ صدر کو راستہ جارہاہے یعنی جب تک آپ کو راستے کے بارے میں علم نہیں ہو گا تو آپ راستہ اختیار نہیں کر سکتے۔

یہ روزانہ تجربے کی بات ہے کہ ہم لانڈھی جانے والے لوگ جو ہیں ان کو پتاہے فلاں جو روڑ جو ہے وہ لانڈھی جائے گا وہ کبھی چاولہ والی بس میں نہیں بیٹھے گے۔ صدر جانے والے لوگ وہ جناب کبھی گلشن کی بس میں نہیں بیٹھیں گے۔ کیوں...؟ اسلئے کہ انہیں اس بات کو علم ہے کہ فلاں روڈ کی بس جو ہے فلاں مقام پر پہنچے گی۔ تو اب یہ بات بالکل طے شدہ ہے کہ جب تک راستے کا علم نہیں ہو گا آپ بھٹکتے رہے گے۔ ہو سکتا ہے پہنچ جائیں زیادہ امکان یہ ہے کہ آپ اپنے مقام پر پہنچ ہی نہیں سکتے۔ مثلاً آپ کو یہاں سے جانا ہے گلشن اقبال جانا ہے آپ بیٹھ گئے بس میں ٹاور کی اب کیا وجہ ہے کہ آپ کیوں اتر گئے کہ نہیں بھئی مجھے تو گلشن جانا ہے۔ وہ تو کہے گے بھئی یہ تو آپ غلط آگئے آپ کو تو اس طرف جانا چاہئے اس بس میں بیٹھ جائو۔ آپ اس بس میں بیٹھ گئے کسی ایسی بس میں بیٹھ گئے جس نے آپ کو ملیر پہنچادیا اب وہاں جا کر کہنے لگے بھئی مجھے تو گلشن جانا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ راستہ صحیح اختیار کریں گے جب ہی آپ منزل تک پہنچ سکیں گے اگر آپ صحیح راستہ اختیار نہیں کریں گے تو آپ منزل تک نہیں پہنچے گے۔

یہ ہماری روزمرہ زندگی کے معاملات ہیں۔ ہر آدمی اس بات سے واقف ہے اور اس کی پرکٹس ہے کہ سب کو پتاہے میں فلاں بس میں بیٹھوں گا تو فلاں بس میں بیٹھو گا تو لانڈھی پہنچو گا اور اگر نہیں معلومات ہو تو آپ پوچھتے ہیں۔ کئی بھئی مجھے ٹاور جانا ہے مجھے کون سی بس میں بیٹھنا ہے تو اس پوچھنے کے بعد آپ بس میں بیٹھیں گے تو آپ صحیح مقام پر پہنچ جائیں گے تو یہ تین باتیں اس وقت بیان ہوئیں ایک تو یہ راستے پر چلنے کے لئے کسی مرکز کا تعین ہونا ضروری ہوتا ہے اگر آپ لاہور جارہے ہیں تو لاہور کا مرکز آپ کے ذہن میں بنے گا یا پنڈی جا رہے ہیں تو پنڈی کا مرکز ذہن میں بنے گا۔ یہ ایک مثال ہے اور آپ اگر اللہ کی طرف جارہے ہیں تو اللہ کے لئے مرکزیت ضروری ہے ۔ جب تک آدمی کے ذہن میں اللہ کی مرکزیت نہیں ہو گی تو وہ راستے اختیار نہیں کرے گا جو راستہ قدم قدم بڑھا کر اللہ تک لیجارہاہے والذین...اور وہ لوگ جو میرے لئے جدوجہد کرتے ہے کوشش کرتے میں ان کو اپنے راستوں کی ہدایت اب راستے سبولنا...یعنی بے شمار راستے آپ اللہ تک پہنچنے کے اب یہ بے شمار راستوں میں انتخاب کرنا ایک بات کہ انتخاب کیسے کرے آدمی کون سا راستہ ہے کہ جس راستے پر چل کر میں اللہ سے رسائی حاصل کروں۔

اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ کو راستوں کا علم حاصل ہو۔ جیسا کہ میں نے آپ سے کہا کوئی گلشن کا راستہ ہے، کوئی لانڈھی کا راستہ ہے آپ کو علم ہے تو راستوں کا جب تک علم نہیں ہو گا ہم سڑک ہی نہیں پکڑیں گے۔ تو علم کے لئے ضروری ہے کہ آپ کا کوئی استاد ہو، استاد

www.ksars.org

کے بغیر کوئی علم آپ کو حاصل نہیں ہوتا، اب جب اللہ اور بندے کے درمیان جو ایک تعلق ہے مخلوق کا اور خالق کا، اس کے بارے میں جب آپ غور کریں تو آپ کو ایک ہی بات سمجھ میں آئے گی وہ یہ اللہ اور اس کے بندے کا تعلق علم کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبروں یعنی اللہ تعالیٰ نے جو پیغمبروں کو بھیجا ان پیغمبروں نے ہمیں یہ علم عطا کیا کہ اللہ ہے اور ایک ہے۔ بھئی حضور ﷺ نے فرمایا اللہ ہے ایک ہے اگر حضور پاک ﷺ یہ کہہ دیتے کہ اللہ دو ہے تو ہم یہ ماننے پر مجبور تھے کہ اللہ کو دو ماننے پر لیکن حضور ﷺ نے کہا اللہ ایک ہے، کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔

انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ توحید پر اللہ کو ایک مانتا ہو تو یہ بات کہ اللہ ایک ہے اس کو ہم علم کے علاوہ ہم کوئی نام نہیں دے سکتے۔ یعنی ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں نے لاکھوں کروڑوں سال میں نوع انسانی کو اس علم سے آشنا کیا کہ اللہ ایک ہے۔ اللہ ہے، اللہ ہے لیکن اللہ ہے ایک ہے۔ دو چار دس بیس نہیں حضور پاک ﷺ کا مشن شروع ہوا اسلام کا تو وہ یہی تھا کہ خانہ کعبہ میں جو تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے ہیں ہر قبیلے کا، ہر ملک کا الگ الگ بت تھا تو حضور پاک ﷺ نے یہی بات فرمائی کہ جو ایک متواتر خبر آرہی ہے آدم سے لیکر اب تک مجھ تک تو یہی ہے، اللہ تین سو ساٹھ نہیں ہوتے اللہ تو ایک ہے اور اسی بنیاد پر قریش مکہ نے حضور پاک ﷺ کی مخالفت کیا اور کہا کہ اللہ تو ایک کیسے ہو سکتا ہے اللہ تو تین سو ساٹھ ہیں یہ رکھے ہوئے ہیں سارے خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے ہیں۔ تو انہوں نے کہا نہیں اللہ ایک ہے۔

اور وہ اللہ وہ ہے جو تمہارا رب ہے۔ تمہیں بارش کا پانی دیتا ہے، تمہیں کھیتی باڑی میں تمہارے کھانے پینے کی چیزیں پیدا کرتا ہے، تمہیں پھل عطا کرتا ہے، تمہیں بچے دیتا ہے، جوان کرتا ہے، بوڑھا کرتا ہے، ہوا دیتا ہے لیکن جب یہ تین سو ساٹھ بت ہیں ان میں تو اتنی بھی صلاحیت نہیں اگر ان پر مکھی بیٹھ جائے تو یہ اڑا دیں تو ایسی چیز جو پتھر کی ہو اس میں جان ہی نہ ہو، تم نے اپنے ہاتھ سے اس کو تراش لیا اس کی آنکھ بنا دی اس کی ناک بنا دی بڑے بڑے کان بنا دیئے ڈراونی شکل بنا دی کوئی اس کو خوبصورت بنا دیا کوئی موٹا بنا دیا تو وہ کہتے ہیں حضور یہ بتایئے یہ کیسے ممکن ہے انسانوں کی بنائی ہوئی تصویر خدا کیسے ہو گئی۔ انہوں نے اس بات کو تسلیم نہیں کیا اب سوچنے کی بات ہے آنکھوں دیکھی بات کو کیوں تسلیم نہیں کیا۔ اپنے ہاتھ سے انہوں نے پہاڑ میں سے پتھر کاٹا اس پتھر کو تراش کے اس کی آنکھیں بنائی ناک کان سب اس کی تصویر بنائی اور اسکا نام خدا رکھ دیا، ہبل اور کیا کیا نام بے شمار نام آپ نے پڑھیں ہونگے تاریخ ہیں ان کی سمجھ میں یہ بات کیوں نہیں آئی ہمارے ہاتھ کے بنائے ہوئے مورتیاں خدا کیسے ہو سکیں ہیں؟

اصول تو یہ ہونا چاہئے نا جو چیز بنانے والا ہے نا خالق ہے اب ہم نے ایک تصویر بنائی ایک بت بنایا وہ بت خالق کیسے ہوا، بنانے والا خالق ہوا جس نے تصویر بنائی وہ خالق ہوا لیکن ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی۔ اب سوچنا یہ ہے ان کی سمجھ میں یہ بات کیوں نہیں آئی ان کی سمجھ میں یہ بات اس لئے نہیں آئی کہ انہوں نے توحید کا جو علم تھا اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ کوئی کہتا ہے توحید ان کا جو علم ہے وہ ہی علم ہی نہیں یہ جو پیغمبروں نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں نے متواتر اعلان کیا ہے ہم اسے نہیں مانتے ہم تو اس بات کو مانتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا اس علم کو پوجتے تھے اور انہوں نے ہمیں یہ بتایا یہ خدا ہے۔ اس لئے سارا جھگڑا شروع ہوا آپ دیکھئے حضور پاک ﷺ نے کیسی کیسی اذیتیں تکلیفیں اٹھائیں۔ ان کا بائیکاٹ کر دیا، کھانا پینا بند کر دیا، راستے میں کانٹے بچھا دیئے۔

www.ksars.org

اونٹ کی اوجھ رکھ دی اور کیا کیا یہ سب آپ کو سیرت میں ملتا ہے اللہ کے فضل و کرم سے تھوڑا سا سب کو علم ہے لیکن حضور پاک ﷺ نے ایک ہی بات فرمائی کہ بات وہی صحیح ہے جو ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر مسلسل کہتے رہے کہ اللہ ایک ہے۔ اور اللہ ایک ہے اور اللہ کا کسی مادیت سے، کسی پتھر سے، کسی پانی سے تعلق نہیں ہے وہ ایسی ذات ہے جس کو ہم شعور میں بیان تو کر سکتے ہیں۔ لیکن مظاہراتی شکل میں تصویر بنا کر اسے پیش نہیں کر سکتے۔ یہ ایک کوشش ہوتی رہی رسول اللہ ﷺ کو لوگ اذیتیں، تکلیفیں پہنچاتے رہے انتہاء یہ ہے کہ وہ حضور کو ہجرت بھی کرنی پڑی جو لوگ بالکل ابتداء میں اسلام لائے حضرت بلال حبشی، حضرت ابوذر غفاری، بڑے بڑے لوگ انہوں نے کیسی کیسی تکلیفیں اٹھائیں اور بالآخر ہوا یہی کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں نے جو علم نوعِ انسانی کو عطا تھا اس علم کو انہوں نے تسلیم کرنا پڑا اور انہوں نے کہا صاحب لا الہ اللہ محمد رسول اللہ... کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے رسول اور بندے ہیں۔

تو اس نقطے پر آپ جب غور کریں گے تو یہاں اسی بات آپ کی سمجھ میں آئے گی کہ جب رسول اللہ ﷺ نے توحید کا اعلان فرمایا تو دراصل ان بت پرستوں کو اس علم سے آشنا کیا جو علم اللہ کی توحید سے ہے۔ اور جب وہ علم انہیں حاصل ہو گیا۔ وہ سارے مسلمان ہو گئے۔ جب تک وہ علم حضور ﷺ کا پھیلایا گیا اور تمام انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پھیلایا ہوا علم مسلمانوں کے اندر منتقل ہوتا رہا مسلمان اس علم پر یقین کرتے رہے تو مسلمان کو عروج ہوتا رہا مسلمان ترقی کرتے رہے ساری دنیا پر چھا گئے اور جیسے جیسے یہ علم مدہم ہوا لوگوں کے ذہنوں میں شکوک و شبہات آ گئے۔ لوگوں نے اسلام کا نام ہی تفرقہ رکھ لیا۔ اب تو صورت حال یہ ہے اب آپ سے بھی پوچھیں آپ کون ہیں؟ تو آپ یہ نہیں کہتے ہم مسلمان ہیں آپ کہے گے ہم دیوبندی ہیں، ایک کہے گے ہم بریلوی ہیں، دوسرے کہے گے ہم وہابی ہیں، تیسرے کہے گے، چوتھے ہم اہل حدیث ہیں، اور پانچویں کہے گے ہم غیر مقلد ہیں۔

اب اسلام کی جو پہچان ہے وہ یہ نہیں ہے کہ ہے برملا کہے ہم مسلمان ہے۔ دیوبندی بریلوی ہونے والے کو کیا کہتے ہیں کتنے فرقے ہیں پہچان جو ہے وہ ہمارا فرقہ بن گیا اسلام ہماری پہچان نہیں رہی۔ اور انتہاء یہ ہے میں بیٹھا ہوا یہاں سنتا ہوں مجھے بڑی حیرانی ہوتی ہے اگر دیوبندی صاحب بریلوی صاحب کی مسجد میں چلے جائیں تو وہ مسجد ہی دھلوا دیتے ہیں۔ بریلوی صاحب دیوبندی صاحب کی مسجد میں چلے جائیں تو وہ بھی مسجد دھلوا دیتے ہیں۔ ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے کہ نماز ہی نہیں ہوتی۔ اب آپ یہ دیکھئے کتنی علم کی کمی ہے۔ حضور پاک ﷺ نے فرمادیا کہ کافر کو کافر نہ کہو۔ حضور پاک ﷺ کے دوسرے جو مذاہب ہیں ان کے علماء کو برا نہ کہو اگر وہ تمہارے علماء کو برا نہ کہو وہ تمہارے علماء کو برا کہے گے۔ جس آدمی کو تم کافر کہے رہے ہو سکتا ہے وہ اس وقت مسلمان ہو چکا ہو جب آپ کے علم میں تھا کافر تھا اب آپ نے کہا تو تو بڑا کافر ہے ہو سکتا ہے دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے اسے روشنی دیکھا دی ہو وہ مسلمان ہو گیا۔

تو آپ ایک مسلمان کو کافر کہے رہے ہیں۔ ہمارے یہاں یہ صورت حال ہے کہ صاحب وہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے کلمہ طیبہ لا اللہ... کلمہ شہادت بھی وہی ہے اشھدن لا اللہ... آذان بھی وہی ہے، نماز بھی وہی ہے، اوقات بھی پانچ ہی ہیں، نفلیں بھی وہی ہے، نماز میں سمع اللہ... ربنا... الحمد شریف... قل واللہ شریف... قل اللہ شریف... سبحان اللہ ربی یا اعلیٰ... سبحان اللہ ربی العظیم... بھی وہی ہے۔ اب اس کا مطلب یہ کہ ایک کلمہ گو ہے دوسرا کلمہ گو ہو وہ کافر کہلایا جاتا ہے۔ اب کوئی سند نہیں ہے۔ نہ کسی دیوبندی صاحب کے

www.ksars.org

پاس ہے وہ جنتی ہیں، نہ کسی بریلوی صاحب کو پتا ہے وہ جنتی ہے یہ تو بھئی اندھا کھاتا ہے یہ تو اللہ کو پتا ہے کون جنتی ہے۔ لیکن ظاہرہ اندازیہ ہے کہ حضور پاک ﷺ فرماتے ہیں کہ کافر کو کافر نہ کہو یا یہ مسلمان کو ہم کافر کہے گے تو اب اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ جو علم ہمیں توحید کا جو ہمیں علم ملا تھا۔

توحید کا جو طرز تھا کہ مسلمان ایک قوم بن کر متحد ہو کر ایک دیوار کی طرح ہو جائے وہ علم ہمارے اندر دھیرے، دھیرے، دھیرے ادندھلا ہوتا چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا... کہ اللہ کی رسی کو متحد ہو کر مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو... آپس ہیں تفرقہ نہ ڈالو اب حال یہ ہے کہ مسلمان کی علامت بھی یہ ہے تفرقے کے علاوہ مسلمان کی کوئی پہچان ہی نہیں ہے۔ میرے پاس وہاں لندن میں ایک صاحب آئے انگریز مجھ سے ملنے وہ بڑا مجھ پر طنز کیا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا انہوں نے کہا میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں آپ بتائے مجھے کون سا مسلمان کریں گے؟ دیوبندی مسلمان کریں گے؟ بریلوی مسلمان کریں گے؟ شیعہ کریں گے یا سُنی کریں گے؟ آپ مجھے کون سا مسلمان کریں گے؟ تو میرے پاس کوئی جواب نہیں تو یہ جو ہمارے اندر برائی پیدا ہوئی ہے یہ اصل میں توحید کا نہ ہونا ہے۔

توحید کا مطلب کیا ہے؟ توحید کا مطلب ایک اللہ، ایک قرآن، ایک رسول، ایک قوم، ایک جماعت، ایک امت مسلمہ، اور توحید کیسے کہتے ہیں۔ توحید کا مطلب یہ تو نہیں ہے آپ ایک اللہ کو مان کر مسلمانوں میں دس شاخیں بنادیں توحید کا مطلب یہ بالکل ہر گز نہیں ہے اللہ کے ایک رسول کو آپ مانے اور اس رسول کی امت کا جب تذکرہ ہو تو پتا چلے کہ وہاں پچاس فرقے بنے ہوئے ہوں توحید کا مطلب یہ ہے کہ ایک بڑے فارم پر توحید کے پلیٹ فارم پر جو قرآن کہے رہا ہے جو اللہ کا رسول کہے رہا ہے۔ جو حدیث کہے رہی ہے اس کے مطابق ایک پلیٹ فارم پر مسلمان ٹھہر جائے قائم ہو جائے اور توحید کے علاوہ اگر آپ غور کریں تو اسلام میں کچھ ہے بھی نہیں۔ آپ ابھی ماشاللہ ہم نے باجماعت نماز پڑی امام صاحب نے ایک دفعہ اللہ واکبر کہا جتنے بھی فرقے تھے سو ہزار لاکھ انہوں نے ہاتھ اٹھالیا اللہ واکبر کر کے نیت باندھ لی انہوں نے اللہ واکبر کہا جتنے بھی فرقے تھے رکوع میں چلے گئے۔

سمع اللہ لمن حمدا کہا تو کھڑے ہو گئے۔ آپ دیکھئے نماز دیکھئے نماز کے ارکان دیکھئے اس میں وحدت کے علاوہ کوئی چیز آپ میں ملتی ہے ایسی صورت سے روزہ ہے آپ کا تو صاحب اگر ایک کروڑ تیس لاکھ کی آبادی ہے تو جناب صبح فجر کی آذان ہوئی ہر مسلمان نے حلال چیز اپنے اوپر حرام کی۔ گرمی ہو، سردی ہو، پریشانی ہو، آدمی بھوکا ہے کچھ نہیں کھا رہا ہے کچھ نہیں پی رہا ہے کئی مرتبہ تو گلا حلق اتنا چیخ نے لگتا ہے کہ کلیاں کرنی پڑھتی ہیں لیکن پانی حلق میں اندر نہیں جانے دیتا وہ اور جب افطار کا وقت ہوتا ہے آذان ہوتی ہے تو جب کیسے خوشی خوشی افطار کر لیتے ہیں سب بیٹھ کرتے ہیں کیا یہ توحید نہیں ہے۔ حج کا آپ دیکھ لیجئے ایک وقت میں بائیس لاکھ آدمی بھئی ایک وقت ایک ہی کام ہوتا ہے یعنی جو بھی کام ہو رہا ہے ایک وقت میں ہو رہا ہے۔ ایک چین ہے وہ چل رہی ہے۔ اب بائیس لاکھ آدمی ایک ہی بات کہے رہے ہیں اللہ واکبر، اللہ واکبر، لاالہ اللہ... اللہ واکبر اللہ واکبر گونج ہے اللہ کے نام کی اور جب بائیس لاکھ آدمی الگ الگ ہوتے ہیں وہ پھر تفرقوں میں بٹ جاتے ہیں تو حج کا مطلب ہی یہ ہے کہ سال کے سال امت مسلمہ کو اس بات کی پریکٹس حاصل ہو کہ امت مسلمہ جو ہے ایک دیوار ہے اور اسلام کے جتنے بھی لوگ آئے وہ سب اس دیوار کی اینٹ ہے۔

www.ksars.org

ایک دیوار ہے اس پر کوئی آدمی نہیں چڑھ سکتا کوئی نہیں ہلا سکتا آپ غور فرمائے کہ اس وقت مسلمان ایک ارب ہے اگر ایک ارب آدمی جو توحید کا منشاء ہے اللہ ایک ہے، اللہ کا رسول ایک ہے، قرآن ایک ہے، اسلام ایک ہے نماز ایک ہے۔ نماز کا مطلب یہ ہے کہ نماز سب پر فرض ہے ایک ہی نماز ہے آپ اس کو چھوڑ دو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر ایک ارب آدمی ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائے تو کیا مسلمان کسی کا غلام ہو سکتا ہے؟ کیا مسلمان قوم کو کوئی آرمی مغلوب کر سکتی ہے؟ یہ نماز جو ہے میں کبھی کبھی غور کرتا ہوں یہ جو پانچ وقت کی نماز جو ہے یہ پریڈ ہے یہ دراصل پریڈ ہے جیسے روزانہ فوج ہو پریڈ کرائی جاتی ہے نا انہوں نے کہا اٹینشن وہ سارے جناب اٹینشن ہو گئے سارے ہو جائے تو اب نماز میں اس میں کیا فرق ہے۔ اس کا مطلب ہے مسلمان کو حضور پاک ﷺ نے اپنی امت کا ایک ایسا پروگرام عطا کیا ایسا علم عطا کیا کہ اس علم کے سوائے توحید کچھ نہیں ہے۔

سوائے وحدیت کے کچھ نہیں ہے۔ اور جب تک مسلمانوں میں یہ وحدیت نہیں مسلمان ترقی کرتا چلا جاتا ہے بتایئے کہاں چین وہاں بھی مسلمانوں کی حکومت ہے۔ پورے یورپ میں آپ کہاں بھی چلے جائے وہاں بھی مسلمانوں کی حکومت ہے اب صورت حال یہ ہے کہ جن لوگوں پر آپ حکومت کرتے تھے اب وہ ہمارے آقا ہیں ہم ان کے غلام ہیں تو اب تو محرومی کی انتہاء ہو گئی میں سمجھتا ہوں بد نصیبی کی انتہاء ہو گئی۔ کہ علم بھی ہمیں وہاں ہی سے سیکھنا پڑتا ہے وہاں ہی سے مانگنا پڑتا ہے یہ جو کچھ علوم ہیں وہ ہمارے بزرگ کے اٹھا کے دیکھیں کتاب میں انہوں نے عربی سے اسے انگریزی میں کر دیا۔ فرانسیسی میں کر دیا اور اپنا علم بنا کر وہ وہاں سے بھیج رہے ہیں آپ پڑھیں اور اپنے علم کی طرف آپ کو دھیان نہیں ہے آپ انگریزی بڑے شوق سے پڑھیں گے اپنے بچوں کو اعلیٰ سے اعلیٰ داخلے کرائیں گے اور جب قرآن کا ذکر آئے گا تو قرآن یہ کہ ٹھیک ہے جی پڑھ لو۔

وہ کس لئے پڑھیں گے کہ ثواب پہنچا دوں، وہ کس لئے پڑھیں گے کہ نوکری نہیں مل رہی آیت الکرسی پڑھ لو، بھئی کیا ہے بھئی، بہت بری حالت ہے بڑے پریشان حال ہوں نماز پڑھا کرو ٹھیک ہو جائے گے بھئی وہ گھر میں چوری کا خطرہ ہو رہا ہے تو انہوں نے کہا آیت الکرسی پڑھ کر سویا کرو چور نہیں آئے گا۔ بلاشبہ قرآن میں یہ انوار ہے قرآن میں یہ طاقت ہے۔ قرآن کا یہ وصف ہے کہ وہ نوع انسانی کی حفاظت کرتا ہے لیکن قرآن میں یہ کوئی منشاء تو پورا نہیں کیا قرآن کا منشاء یہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے قرآن میں ہر سائنسی فارمولا محفوظ کر دیا۔ میرا اپنا یہ خیال ہے میں نے یورپ میں بھی اپنی تقریروں میں بتایا کہ یہ جتنی بھی سائنسی ایجادات ہو رہی ہیں اس وقت تک ہوئی ہیں سب قرآن سے مطابق ہے ہر ترقی کے پیچھے قرآن کی آیت آپ کو مل جائے گی۔ مثلاً اب اس وقت سائنس کی سب سے بڑی ترقی ہے سب سے بڑی ترقی سب سے بڑا جو علم ہے وہ یہ ہے کہ کسی بھی طرح ٹائم کو وقت کو مختصر کرنا ہے۔

اب وہ ٹائم کو مختصر کرنے کا فارمولا یہ ہے کہ رفتار بڑھا دے۔ جتنی زیادہ رفتار بڑھا دی جاتی ہے اسی حساب سے ٹائم کی ترقی جو ہے وہ زیادہ ہو جاتی ہے۔ اب دیکھے نہ پہلے آپ بیل گاڑیوں میں چلتے تھے۔ پھر وہ ریل گاڑی آئی کاریں آئیں پھر ہوائی جہاز آئے وہ رفتار سے چلتا ہے اب وہ اسپیس شپ بنا رہے ہیں تو وہ ترقی کا دارومدار اس بات میں ہے کہ ایک وقت کو کم سے کم اس طرح کر دیا جائے اور تھوڑے سے وقت میں زیادہ سے زیادہ فاصلہ جس طرح طے کرنا ہے یہ ایک سائنسی ترقی کا ہے اصول اس میں اب آپ قرآن پاک میں حضرت سلیمان کا قصہ پڑھیں حضرت سلیمان علیہ السلام بیٹھے ہوئے ہیں، انہوں نے ملکہ سباء کو تخت یمن سے اپنے دربار میں منگوانا چاہا، وہاں ایک جن

www.ksars.org

بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا کہ اس پہلے آپ اپنا دربار برخواست کرنے سے پہلے لے آونگا وہاں انسان بھی تھا دربار میں حضرت سلیمان کے دربار میں جنات کی بھی ہوتے تھے ہے وہ سب اللہ تعالی نے ان کو اسی سلطنت دی تھی وہ سب پرندوں کی چرندوں کی درختوں کی سب کی زبانیں بھی سمجھتے تھے وہاں انسان بھی بیٹھا ہوا ہے انہوں نے کہا صاحب اس سے پہلے آپ کی پلک جھپکے میں تخت لے آئیونگا۔

سینکڑوں میل کا فاصلہ ہے کوئی اٹھارہ سو میل کہتا ہے کوئی بائیسوں میل کہتا ہے بہر حال سینکڑوں میل کا فاصلہ ہے تو اب حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا ہاں بھی لاؤں پلک جھپکے گی دیکھا تو تخت رکھا ہوا ہے۔ دربار میں سناٹا یہ کیا ہوا تخت یہاں کیسے موجود اس بندے نے کہا اس میں کوئی پریشان ہونے کی بات نہیں ہے کوئی حیرت کی بات نہیں ہے قالوالذی...کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے کتاب کا علم عطا کیا قرآن کا علم عطا کیا اس سے یہ تخت آیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وقت کی نفی کا فارمولا قرآن میں موجود ہے۔ اب دیکھئے سائنس میں اتنی ترقی ہوئی نہیں ہے آپ پلک جھپکے سینکڑوں میل سے تخت لے آئے۔ ان لوگوں نے یقیناً انگریزی میں بھی قرآن موجود ہے۔ پھر یہ انگریز ایسے ایسے عربی دان ہیں کہ عرب لوگ حیران ہو جاتے ہیں اتنی اچھی ان کی عربی ہے۔

مسلسل لگے ہوئے ہیں سائنٹسٹ اب انہوں نے اس آیت کو ظاہر ہے پڑھنے کے بعد اس پر غور کیا یہ کیسے ممکن ہے کہ سینکڑوں میل سے پلک جھپک سے تخت آجائے اس پر اللہ تعالیٰ نے کیا بیان کیا اس پر جناب ریسرچ کرنا شروع کردی اور نتیجے میں دھیرے دھیرے وقت کم کرتے کرتے یہاں تک پہنچ گئے کہ انہوں نے آواز سے تیز رفتار بنالی اور اس میں ڈھائی سو تین سو آدمی بیٹھتے ہیں جتنی میری آواز ہے نہ اس بھی زیادہ تیز رفتار ہوتی ہے۔ قرآن میں یہ فامولا موجود ہے آپ یہ کہتے ہیں کہ صاحب زمین میں سے تیل نکال دیا۔ آپ قرآن پڑھیں اللہ تعالیٰ نے جہاں زمین کے طبقات کا ذکر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے تمہارے لیئے زمین کے اندر نہریں چلادی ہیں۔ پانی کی نہریں چلادیں گیس کی نہریں چلادیں۔ دودھ کی نہریں چلادیں۔ ان انہوں نے یہ کہا کہ بھی جب یہ پانی جو اللہ تعالیٰ کہے رہے ہیں وہ دیکھنا چاہئے نا، وہاں ہی جو گیس بھی نکل گئی، پٹرول بھی نکل گیا، پانی تو پہلے سے ہی نکل پھر اب آپ کا یہ ڈیفریز ہے جس میں آج کل وہ ہمارے ایک صاحب تھے وہ کہنے لگے جب بقرا عید ہوتی ہے ہم دو تین ہفتے تک تو بقرا عید کا گوشت ہی کھاتے رہتے ہیں۔

آپ یہ کہیں بانٹتے تو ہے نہیں اپنے بکرے کا، پورے پورے بکرے ڈیفریزر میں رکھ لیتے ہیں ایک دو مہینے تک کھاتے رہتے ہیں۔ اب آپ دیکھئے وہ حضرت عزیر علیہ السلام کا قصہ قرآن میں پڑھا ہے، سو گئے کھانا جناب ان کا رکھا ہوا تھا گدھا ان کے پاس تھا آپ نے قرآن شریف میں پڑھا ہو گا اب وہ اٹھے تو پتا چلا کہ گدھا مرا ہوا پڑا ہے اور اس کی جو ہڈیاں ہیں وہ بھی راکھ ہو گئیں اور کھانا کھولا تو کھانا اسی طرح رکھا ہوا نہ سڑا نہ بھوسہ ہے اب وہ حیران اللہ تعالیٰ کہتے ہیں تم سو سال یا سو سال سے زیادہ سوتے رہے ہو دیکھو تمہارا کھانا خراب نہیں ہوا، یہ ڈیفریزر میں تھا اللہ نے فارمولا بیان کیا آپ تلاش تو کریں۔ حضرت سلیمان کے قصے میں جانوروں کی بولیوں کا ذکر ہے، حضرت سلیمان کو علم تھا جانور کی بولیاں ان کو سمجھ میں آتی تھی وہ جتنے بھی آپ قرآن پاک میں غور کریں گے تو یہ جتنی بھی سائنسی ترقی ہے مثال کے طور پر اب اللہ تعالیٰ کہتے ہیں یہ تمہارے سارے سمندر روشنائی بن جائیں یہ سب آپ کی سنی ہوئی باتیں ہیں سارے قلم درخت بن جائیں اب ایک اگر برگد کا درخت ہو تو اس میں میرا خیال ہے دو تین لاکھ تو قلم بن جائیں گے کیوں بھئی نہیں بن جائیں گے؟

www.ksars.org

اب وہ کہتے ہیں سارے درخت زمین پر ہیں وہ سارے کے سارے قلم بنالیں سمندر کو روشنائی بنالیں اور اللہ کی باتیں اور اللہ کی نشانیوں پر غور کر کے لکھتے چلیں جائے تو سمندر بھی ختم ہو جائیں گے درخت بھی ختم ہو جائے گے قلم بھی ختم ہو جائیں گے اللہ کی باتیں باقی رہ جائیں گی۔ اب کمپیوٹر دیکھ لیں مائکرو فلم دیکھ لیں آپ، میں ایک لائبریری میں گیا تھا ہمدرد دواخانے، میں میری بہت خدمت ہوئی تو وہاں یہ پورے پورے اخبار مائکرو فلم پر آرہے تھے اتنی سی جگہ، یہ جو ایک انچ ہے نہ اس کا آدھا حصہ آدھے حصے میں وہ دو صفحے پورے اخبار کے آجاتے ہیں۔ اچھا اب اللہ تعالیٰ کا نظام آوازوں کا نظام آوازوں کے نظام پر آپ غور کریں تو آپ یہ دیکھئے حضرت عمر فاروقؓ کا جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے دوران خطبے کے انہوں نے اپنے کمانڈر کو حکم دیا۔

تو ہزاروں میل پر فوجیں کھڑی تھیں تو وہاں انہوں نے آواز سنی لوگوں نے کہ یہ تو امیر والمومنین کی آواز ہے یہ... یہ پہاڑ کی طرف متوجہ ہو جاؤ دیکھو وہاں کیا ہو رہا ہے اب انہوں نے وہ سپاہی بھیجے پہاڑی پر تو وہاں دشمن شب خون مارنے کے لئے چڑھا، تو اگر یہ ٹیلیفون کے ذریعے آواز پہنچ جاتی آپ کی یہاں سے امریکہ تو حضرت عمرؓ نے تو بغیر ٹیلیفون کے ہزار میل پہنچا دی آواز کوئی ترقی ایسی نہیں ہے جو مسلمانوں کے احاطہ سے باہر ہو اور جو ترقی آپ کو قرآن سے نہ ملتی ہو لیکن بات وہی ہے ہم علم سے بھی بہرا ہو رہے ہو تو علم کو ہم نے بالکل ایک گھٹیا قسم کی چیز سمجھ لیا ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ جتنی سائنسی ترقی ہوئی ہے جتنے سائنٹسٹ ہیں آپ انہیں جاہل کہے گے یا عالم کہے گے کیا کہے گے بھئی عالم ہی کہے گے نا تو ان کے پاس تو قرآن بھی نہیں ہے ان کے پاس تو رسول بھی نہیں ہے ان کے پاس تو بقول آپ کے اللہ بھی نہیں ہے۔

لیکن ان کے پاس علم ہے اب یہ اللہ کا قانون ہے اب دیکھئے نا پانی ہے اب پانی سے کافر چاہے وہ بھی ہے بھی کھانا پکائے گا، مشرک چاہے وہ بھی پانی سے پکائے گا یہ اس کو جی چاہے کھانا پکا کر دے گا پانی مسلمان ہے وہ بھی کھانا پکائے گا۔ کہ اللہ رب المسلمین نہیں ہے اللہ رب العالمین ہے۔ پانی کا جو وصف ہے وہ مسلمانوں کے لئے نہیں ہے وہ کن پوری مخلوق کے لئے ہے۔ مثلاً جس طرح ایک انسان کی پیاس بجھتی ہے اسی طرح ایک شیر کی بھی پیاس بجھتی ہے، ایک یہودی کی پیاس بھی بجھتی ہے، ایک عیسائی کی بھی پیاس بجھتی ہے یہ ایک اللہ کا ایک نظام ہے اسی طرح ایک اللہ کا علم پھیلا ہوا ہے اب اس علم سے جو بھی آدمی استفادہ کریں جو بھی تفکر کرے اس کو فائدہ پہنچے گا انا اللہ ...لایغیر و... اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب کوئی قوم اپنی تبدیلی نہیں چاہتی تو ہم بھی اس کے اندر تبدیلی پیدا نہیں کرتے۔

مسلمان اسی میں خوش ہیں کہ ہم دیوبندی ہیں، ہم بریلوی ہیں، ہم وہابی ہیں ہم فلاں ہیں، ہم فلاں ہیں اور ان تفرقے بازیوں سے ہمارا جو ورثہ ہے ہمارے جو باپ دادا کا ورثہ ہے علم، علم سیکھنا علم میں تفکر کرنا، کھوج لگانا سائنسی ایجادات کرنا، ہمارے بڑوں نے ایجادات کی، جہاز ہمارے بڑوں نے بنایا گھڑی ہمارے بڑوں نے بنائی، یہ زمین کی جو پیمائش ہے یہ ہمارے بڑوں کی دی ہوئی ہے۔ یہ سارا علم ہمارے بڑوں کا ہے۔ یہ جو سمندر کے جہاز چلتے ہیں اور یہ جو تمام ستاروں سے روشنیوں کا تعین، یہ سب راستے کا تعین ہمارے مسلمانوں نے کیا ہے۔ ہمارے پاس کیا ہے سوائے لڑائی کے، سوائے جھگڑے کے، سوائے فساد کے، سوائے نفرت کے ہمارے پاس کچھ نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے ہم علم سے دور ہو گئے ہیں علم سے بے بہرا ہو گئے ہیں اور جب تک ہم علم نہیں سیکھیں گے علم حاصل نہیں کریں اب تک جو ہمارے حالت خراب ہو چکی ہے اس سے زیادہ خراب ہو جائے گی، مسلمان کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ عالم ہوتا ہے۔

www.ksars.org

مسلمان کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ مفکر ہوتا ہے، مسلمان کا مطلب یہ ہے کہ وہ سائنسدان ہوتا ہے۔ وہ اللہ کی نشانیوں پر غور و فکر کرتا ہے کھوج لگاتا ہے۔ ہمارے یہاں صورت حال یہ ہے کہ ہم اپنے کلمہ گو بھائی کو کافر کہیں گے تو وہ ہمیں کافر کہے گا۔ تو جب آپ کائناتی سسٹم پر غور کریں گے تو وہاں آپ کو سوائے علم کے کچھ بھی مثلاً آپ سورج کو جانتے ہیں کہ اس میں سے دھوپ نکلتی ہے طلوع ہوتا ہے غروب ہوتا ہے اس کو آپ علم کے علاوہ کوئی نام دے سکتے ہیں۔ آپ چاند کو جانتے ہیں چاند کو جاننا علم کے بغیر کچھ ہے آپ آسمان دیکھتے ہیں روزانہ ہاں قندیلیں روشن ہوتی ہیں دنیا کی ستارے آپ اس کو علم کے بغیر کیا کہہ سکتے ہیں۔ آپ اپنے بارے میں جانتے ہیں میں زید ہوں میں محمود ہوں۔ اگر آپ کے اندر علم نہ ہو تو کیا آپ اپنے آپ کو، اپنے باپ کو، اپنی ماں کو، اپنی بہن کو اپنے بھائی کو، اپنے رشتہ دار کو پہچان سکتے ہیں...؟

جب آپ کائناتی سسٹم پر غور کریں گے تو وہاں آپ اس علم کے علاوہ کچھ نہیں یہ بھی ایک علم ہے کہ واحد ذات اللہ خالق ہے اور تمام انسان یہ بھی ایک علم ہے۔ ایک پاگل آدمی کو یہ پتا نہیں ہوتا کہ وہ انسان ہے یا مخلوق ہے یا جانور ہے یا کیا ہے۔ اسے علم ہے ہی نہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا اگر کسی قوم میں علم نہیں ہے تو وہ قوم پاگل کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ جو قوم علم نہیں سیکھتی وہ مجبور ہوتی ہے، وہ پاگل ہوتی ہے اور رندر گاہ ہوتی ہے وہ رجیکٹیڈ ہوتی ہیں آپ دیکھیں اب سے آپ تیرا سو سال پہلے مسلمان دیکھ لیں اب دیکھ لیں آپ ایسا لگ رہا ہے جیسے بھیڑ بکریاں نہیں ہوتی۔ بھیڑ بکریاں جس نے دام لگائے لے گیا کوئی خرید کے جس کے پاس طاقت ہوئی مارکیٹ سے اس نے جو چاہے کام نکلوا لیا کہنے کو تو آپ مسلمان ہیں لیکن بلحاظ عمل کیسے مسلمان ہیں یہ سب کو پتا ہے اور یہ جو اسلام کی کمزوری ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم نے قرآن سے رجوع کرنا چھوڑ دیا ہے، قرآن سے علم حاصل کرنا چھوڑ دیا ہے۔

اگر آج بھی قرآن کو ہم پڑھیں۔ پڑھنے کے ساتھ ساتھ اس کے اندر اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق تفکر کریں، اللہ کی نشانیوں کو ڈھونڈیں ان فی ذالک...اللہ تعالیٰ کہتے ہیں یہ جو کائنات میں نشانیاں بکھری ہوئی ہیں یہ ان لوگوں کے لئے ہیں جو غور فکر کرتے ہیں، کو عقل سے کام لیتے ہیں جو علم کو استعمال کرتے ہیں، اور جب علم استعمال نہیں ہو گا ویسے بھی ایک آدمی پڑھا لکھا ہے بی اے، ایم اے ہے سو آدمی انگوٹھا چھاپ ہیں۔ اہمیت کس کی زیادہ ہو گی بھئی...ایک آدمی کی، ایک آدمی بھی آپ ہی میں سے ہے آپ ہی بھائی بندوں میں سے ہے۔ آپ ہی کا رشتہ دار ہے وہ پڑھا لکھا ہے اور آپ پڑھے لکھے نہیں ہیں تو وہ ایک آدمی کی اہمیت سو آدمیوں سے زیادہ ہے تو اسی صورت سے جب ایک قوم دوسری قوم کے سامنے آتی ہے تو ایک قوم کا دوسری قوم سے موازنہ ہوتا ہے۔ یہ سائنس کی جتنی بھی ترقی ہے ایجادات ہیں اس کو ہم علم کے علاوہ کوئی نام نہیں دے سکتے۔

ہمارے پاس اللہ کی دی ہوئی کتاب ہے قرآن ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا لا یغدرو... کہ چھوٹی سے چھوٹی بڑی سے بڑی کوئی بھی بات ایسی نہیں ہے اللہ تعالیٰ اعلان کرتے ہیں چھوٹی سے چھوٹی بڑی سے بڑی کوئی بھی بات ایسی نہیں ہے جو ہم نے قرآن پاک میں وضاحت کے ساتھ بیان نہ کر دی ہو چھوٹی سے چھوٹی بات میں ساری چیزیں آ گئیں میز بھی آ گئی، سوئی بھی آ گئی، بم بھی آ گیا۔ اچھا اب آپ دیکھیں سائنس کی ترقی میں ایک چیز آپ کو مشترک نظر آئے گی کسی بھی ترقی میں، اب تو بہت بہت ترقی ہو گئی کہ پلاسٹک آ گیا کچھ بھی آ گیا لیکن لوہے کی اہمیت اپنی جگہ ہے ہر سائنس کی ترقی میں آپ کو لوہا ضرور ہی نظر آئے گا مثلاً اب پلاسٹک سے کوئی چیز بن رہی ہے اس میں لوہا نہیں ہے تو وہ

www.ksars.org

اس مشین جس مشین سے بن رہی ہے وہ لوہے کی ہوگی۔ اخبار چھپ رہے ہیں اخبار ہیں تو کوئی لوہے کا عمل داخل نہیں ہے لیکن اخبار جس مشین سے چھپ رہا ہے وہ لوہے کی ہے۔

ریل کی پٹری، ہوائی جہاز، سمتی نظام، تار، تار برقی نظام کوئی چیز ترقی کی ایسی نہیں ہے جس کے بارے میں آپ کہے جی لوہے کا اس میں کوئی داخل نہیں ہے۔ ثابت ہوا کہ لوہا ایک ایسی دھات ہے کہ اگر اس لوہے کے بارے میں ریسرچ ہو جائے اور اس لوہے کو استعمال کرنا آجائے تو اس سے بے شمار چیزیں بنتی ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لاھوانزلنا... ہم نے لوہا نازل کیا لھوانزلنا... ہم نے لوہا نازل کیا ...لوہے کو کہتے ہیں کہ ہم نے لوہا نازل کیا... فی ھا... عربی آیت ...اور اس لوہے کے اندر اتنے فوائد ہیں اتنی طاقت ہے اتنے اوصاف ہیں کہ اس کا شمار نہیں... عربی آیت... اور یہ جتنے بھی اس کے اندر فائدہ ہے جتنی بھی اس کے اندر طاقت ہے لوے کی جتنے بھی صفات ہیں... عربی آیت... یہ ہم نے لوگوں کے فائدے کے لئے اس کو پیدا کیا ہے۔

قرآن آپ کا ہے تو ظاہر ہے قرآن شریف کی آیت بھی آپ کے لئے ہوئی مسلمان تو کبھی غور ہی نہیں کیا اللہ کی طرف غیر مسلموں نے اس آیت کو پڑھ کے کیا کہا کہ یہ کیا کہے رہے ہیں اللہ میاں کہ صاحب لوہا ایسی چیز ہے جس میں انسانوں کے لئے ہر طرح کا فائدہ ہے ہیں یا نہیں اب انہوں نے جناب اس کو ریسرچ کیا اب آپ دیکھیں ایٹم بم بھی لوہے کے بغیر نہیں بنتا، ہائیڈروجن بم بھی لوہے کے بغیر نہیں بنتا ، سائیکل بھی لوہے کے بغیر نہیں بنتی، آپ کی چھتیں بھی لوہے کے بغیر نہیں بنتی، اب یہاں آپ کے پتھر ماشااللہ خوبصورت لگا ہوا ہے لوہے کی مشین کے بغیر یہ کٹتا نہیں ہے قرآن کی آیت پر ہمیں غور کرنا چاہئے تھا، ہمیں اس کو پڑھنا چاہئے تھا، اس کے اندر ہمیں تفکر کرنا چاہئے، کہ اللہ تعالیٰ کیا فرما رہے ہیں... بیشک ہم نے لوہا نازل کیا اور یہ بات اس کے اندر بے شمار فائدے رکھ دئے اچھے بھی برے بھی تکلیف بھی طاقت بھی ہر چیز اس کے اندر رکھ دی ہے اور یہ کیوں رکھی ہے تاکہ انسان اس سے فائدہ اٹھائے ہم نے تو اس آیت اس طرح پڑھا ہی نہیں بس پڑھ کر اس طرح گناہ کیا کہ ثواب ملے گا ثواب کیا چیز ہوتی ہے ثواب کا مطلب ہے کسی چیز کا حاصل ہونا اب اگر آپ اس آیت پر غور کرتے ہیں اور سائنسی ایجات کر لیتے مسلمان جیسے دوسروں نے کرلی ہے یہ ثواب ہے۔

حاصل ہوا اللہ تعالیٰ کے فرمان سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے لوہا نازل کیا اس میں بے شمار فائدے رکھ دیئے انسانوں کے لئے۔ کیا اللہ تعالیٰ آپ کو کہانیاں سنا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قصے سناتے ہیں اللہ تعالیٰ نعوذ باللہ خوامخواہ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں کوئی کام ہی نہیں ہے اللہ کو، کیا مطلب ہے اس کا اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اس کی طرف متوجہ ہو غور کرے لاھوالزلنا... کہ ہم نے لوہا نازل کیا اس میں بے شمار طاقت ہم نے دی اگر آپ اس سے ایٹم بم بنالیں تو دنیا کو تباہ برباد کر دے گا۔ اگر آپ اس کو بجلی کے تاروں میں ڈال دیں تو سارے شہروں کو روشن کر دے گا۔ اگر آپ اس کا توا بنالیں جو دنیا بھر کو روٹی پکا کر کھلا دے گا اگر آپ اس کی دیگ بنایں تو لنگر جاری کر دے گا۔ یعنی جس طرح بھی کریں چاہے آپ جس میں استعمال کریں چاہے اسکو آپ نقصان میں استعمال کریں ہم نے اس کے اندر طاقت رکھ دی ہے لیکن مسلمانوں نے اسکو ہزاروں دفعہ ہی پڑھا ہو گا غور و فکر کبھی نہیں کیا جن لوگوں نے غور و فکر کیا تو غور و فکر کا مطلب کیا ہے بھئی وہ بھی علم کے بغیر کچھ نہیں بھئی آپنے ایک آیت پر غور و فکر کیا اب اس غور و فکر کے نتیجے ہیں جو مفہوم آپ کے ذہن میں آیا یہ جو لوہے کی صلاحیتوں کا انکشاف ہوا آپ کے اوپر وہ علم ہے۔

www.ksars.org

سائنٹسٹ کسی چیز کے بارے میں غور کرتا ہے، تفکر کرتا ہے،اس تفکر کے نتیجے میں اس کے ذہن میں بہت ساری چیزیں سمجھ میں آتی ہیں۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہیں وہ ان چیزوں کو پکڑ کر کبھی ٹیلیفون بنالیتا ہے، کبھی ٹی وی بنالیتا ہے، کبھی کمپیوٹر بنالیتا ہے کیا سائنٹسٹ کے دماغ میں سونے کے تار لگے ہوئے ہیں تو کیا سائنٹسٹ جو ہیں وہ روٹی کے بجائے ہوا کھا رہا ہے۔وہ بھی یہی روٹی کھاتا ہے وہ بھی آلو کھاتا ہے ہم بھی آلو کھاتے ہیں وہ بھی گوشت کھاتا ہے ہم بھی گوشت کھاتے ہیں اس کی شکل صورت بھی وہی ہے جس طرح ہماری ہے جس طرح وہ پیدا ہوتا ہے اس طرح ہم بھی پیدا ہوتے ہیں۔ جس طرح وہ بوڑھا ہوتا ہے ہم بھی بوڑھے ہوتے ہیں۔ جس طرح وہ مرتا ہے ہم بھی مر جاتے ہیں۔کیا فرق ہے اس میں اور ہمارے میں بتائیں بھئی کیا فرق ہے۔علم حاصل کرنے کا فرق ہے۔ تفکر کرنے کا فرق ہے۔

ایک سائنٹسٹ تفکر کرتا ہے تو سب کچھ مل جاتا ہے اور ایک مسلمان تفکر نہیں کرتا تو وہ محروم ہو جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ پھر میں آپ سے عرض کروں گا اللہ تعالیٰ رب المسلمین نہیں ہے اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے۔اللہ تعالیٰ کی جتنی بھی چیزیں کی ہے۔وہ تمام مخلوق کے لیے پیدا کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے آکسیجن بنائی اس سے تمام مخلوق فائدہ اٹھاتی ہے۔لیکن ہمارے جو بد قسمتی ہے اور بد نصیبی یہ ہے کہ ہم اللہ کے بندے محبوب رسول اللہ ﷺ کی امت ہیں ہمارے اوپر خصوصی اللہ کا انعام ہے۔ہم توحید پرست ہیں۔ہم مشرک نہیں ہیں ہمارے پاس اللہ کی دی ہوئی دستاویز ہے قرآن کی شکل میں ہم چاہے تو اس میں زندگی گزارنے کے طریقے اس میں سے نکال لیں۔ہم چاہے تو اس میں سے سائنس نکال لیں۔ہم چاہے تو ان صفحات کو پڑھ کر عروج یافتہ قوم بن کر ساری دنیا پر حکمرانی حاصل کر لیں اور جب ہم نہیں چاہے گے قرآن نہیں پڑھیں گے قرآن میں تفکر نہیں کریں گے تو ظاہر ہے علم حاصل نہیں ہو گا۔

علم کے بغیر انسان کچھ بھی نہیں ہوتا۔اچھا آپ یہ کہتے ہیں میں تو صاحب بڑا حیران ہوتا ہوں لوگ کہتے ہیں کہ انسان کو اور انسان اور حیوان کا تجزیہ کیا جائے موازنہ کیا جائے تو انسان کو حیوانات میں فضیلت اس لئے حاصل ہے کہ انسان کو علم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔کیوں بھئی...یہی بات ہے نا، کیا جانوروں کو علم نہیں ہوتا؟ وہ جاہل ہوتے ہیں اگر جانوروں کو علم نہیں ہوتا تو بکری گوشت کیوں نہیں کھاتی ،اگر جانوروں کو علم نہیں ہے تو شیر پتے کیوں نہیں کھاتا،اگر جانوروں کو علم نہیں ہے تو یہ دانہ پرندے کیوں چگتے ہیں پتھر کیوں نہیں کھاتے اگر انہیں یہ علم نہیں ہے تو گائے گائے میں جاکر کیوں بیٹھتی ہے، بکری بکریوں میں جاکر کیوں بیٹھتی ہے۔ایک بکری اپنے بچے کو کیوں دودھ پلاتی ہے۔کیوں اس کی پرورش کرتی ہے کیا یہ علم کے بغیر ممکن ہے...؟اس کا مطلب یہ ہے کہ علم ایک ایسا ورثہ ہے اللہ کی طرف سے تمام مخلوقات کے لئے تو پرندے ہوں، چرندے ہو، درندے ہوں، درخت ہو، شجر ہو، حجر ہو، سب کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا کیا ہے لیکن ایک انسان ہے انسان کو اللہ تعالیٰ نے وہ خصوصی علوم عطا کئے ہیں جس کو وہ پڑھ کر سوچ کر تفکر کر کے نئی نئی رائیں نکال سکتا ہے نئی نئی ایجادات کر سکتا ہے نئے نئے سفر کر سکتا ہے۔

ایک بکری جو ہے وہ تفکر کر کے چمٹا نہیں بنا سکتی۔انسان تفکر کر کے چمٹا بنا سکتا ہے۔ایک بکری تفکر کر کے گھر نہیں بنا سکتی انسان تفکر کر کے گھر بنا سکتا ہے۔ایک بیل تفکر کر کے ہوائی جہاز نہیں بنا سکتا۔انسان تفکر کر کے ہوائی جہاز بنا سکتا ہے۔ لیکن آپ یہ نہیں کہے سکتے کہ بیل کو کوئی علم نہیں ہے۔ علم ہے لیکن علم کی جو بنیادی صفت ہے ریسرچ، تفکر کرنا، اللہ کو ڈھونڈنا، اللہ کی نشانیوں کو تلاش کر کے ان

www.ksars.org

کو جاری وساری کرنا۔ یہ حیوانات میں نہیں انسان یہ کہے کہ میں اس لئے جانور سے افضل ہوں کہ میں روٹی پکا کر کھاتا ہوں یہ کوئی فضیلت ہے۔انسان یہ کہے کہ صاحب میں اپنا گھر بناتا ہوں آپ ذرا چڑیا کا گھونسلہ تو بنا کر دیکھادیں،وہ ابابیل کا گھر ہوتا ہے بنا کر دیکھادیں ،مکھی شہد کی مکھی کا چھتہ بنا کر دیکھادیں ایسا گھر بنا کر اس میں رہائش کر کے دیکھادیں۔

اچھا انسان اس بنیاد پر افضل ہے کہ اسے وحی نازل ہوتی ہے ؟۔الہام ہوتا ہے یہ بھی وجہ نہیں ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں شہد کی مکھی پر وحی نازل کرتا ہوں۔شہد کی مکھی پر وحی نازل کرتا ہوں۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ صفات نازل کر دیں ہیں کہ جب وہ پھول پر جائے گی۔اگر وہ پھول زہریلا ہے تو کبھی وہاں سے رس نہیں چھوٹے گا۔اگر وہ غلطی سے وہ رس چوس کے لے آئی تو چھتے میں جو پہریدار ہیں اسے اندر نہیں جانے دینگے جان سے ہی مار دینگے۔انسان اتنا بڑا ظالم ہے میں نے پڑھا کسی رائیٹر کا قول کہنے لگے انسان اتنا بڑا ڈاکو ہے کہ وہ مکھیوں کا شہد بھی نہیں چھوڑتا وہ بھی کھا جاتا ہے۔انسان کا وصف اگر ہے وہ یہی ہے کہ اس کے اندر تفکر کی صلاحیت اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے انا...کہ ہم نے اپنی امانت سموات کا پیش کی،انکار کر دیا،تو ہم نے اپنی امانت زمین کو پیش کی منع کر دیا،کیا ہم اس کے مستحق نہیں ہیں ہم نے اپنی امانت پہاڑوں کو پیش کی پہاڑوں نے کہا ہم اس کی خشیت سے ریزہ ریزہ ہو جائے ینگے۔

۔اختتام

www.ksars.org

سوال: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت کی منتقلی کیسے ہو؟

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اومارسلنک اللہ ...

معزز خواتین و حضرات آپ کو آواز کی گڑ گھڑاہٹ سے آپ صاحبان کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ اتنی اچھی نہیں ہے جتنی اس مجلس کی مناسبت کے موقع پر ہونی چاہئے تھی۔ بہر حال میں جس قابل ہوں سیدنا الصلوٰۃ والسلام کی ولادت میں موضوع کے حوالے سے بہت مختصر سی معروضات پیش کروں گا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ الحمد اللہ...اس مجلس میں اہل کراچی کے علاوہ حیدر آباد ،ٹنڈو اللہ یار، سنگھڑ، خیر پور، اور دوسرے شہروں سے جو لوگ شریک ہوئے ہیں اور انہیں اپنے شہروں میں واپس جانا ہے۔ آپ نے مقالے بھی سنے سیدنا الصلوٰۃ والسلام کی شان عقیدت، نعتیں بھی سماعت فرمائیں۔ عید میلاد النبی کے سلسلے میں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کہ آج ہم لوگ اکھٹے ہو گئے ہیں۔ صدیوں سے یہ سفر عمل ہو رہا ہے اور یہ بلا شبہ مسلمانوں کی سعادت اور خوش بختی ہے۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک ولادت پر اور سیدنا الصلوٰۃ والسلام کی مقدس زندگی پر تقریریں ہوتیں ہیں مقالے پڑھے جاتے ہیں۔ نعتیں سنی جاتی ہیں۔ بے شمار کتابیں لکھی گئیں ہیں۔ سیرت طیبہ پر اور عجیب حال ہے جس کتاب کو بھی آپ اٹھایئں اس میں ایک لذت چاشنی ہوتی ہے۔ حالانکہ سیرت طیبہ پر جو بھی آدمی کچھ لکھے گا۔ وہ حضور پاک کی زندگی ہے۔ جو مکے سے مدینے تک اور مدینے سے مکے تک کی زندگی ہے۔ تو مجھے بھی شوق ہوا میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی میں نے کی حضور الصلوٰۃ والسلام کے دربار کی طرف توجہ کر کے ایک اظہار و تمنا کی، کہ یا رسول اللہ ﷺ ہوں تو میں کسی قابل نہیں لیکن میرا دل چاہتا ہے سیرت پاک پر کوئی ایسی کتاب لکھی جائے۔ جس میں روحانی گوشے جو ہے وہ زیادہ اچھی طرح واضح ہوں۔ اب تک لاکھوں کی تعداد میں سیرت پر کتابیں لکھی گئیں، حضور پاک ﷺ کا اخلاق، حضور پاک ﷺ عادات حضور پاک ﷺ بحیثیت فوجی جنرل، کے یہ ہر آدمی نے کوشش کی ہے کہ حضور پاک ﷺ کی زندگی کا کوئی بھی شعبہ ایسا نہ رہے۔

جو امت مسلمہ کے سامنے نہ آئے بہر حال میں نے بھی کوشش کی پر میں نے یہ بات میں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ میں آپ سے اپنے حق میں دعا کرانا چاہتا ہوں۔ دیکھئے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی جب زیادہ غور سے پڑھی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام کو پھیلانے میں صرف کی۔ اس زندگی میں کوئی ایسی بات نظر نہیں آئی کہ جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لوگوں نے اذیت اور تکلیف نہ پہنچائی ہو۔ اب پیدائش سے رسالت کا وقفہ آپ دیکھ لیجئے۔ پہلے والد کا انتقال ہو گیا۔ پھر والدہ کا انتقال ہو گیا۔ پھر دادا کا انتقال ہو

www.ksars.org

گیا۔ پھر اہل خاندان نے جو اذیتیں پہنچائی بائی کاٹ کیا، کانٹے بچھائے راستے میں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خانہ کعبہ میں سجدے میں تھے۔ان کے سر پر اونٹ کی اوجھ رکھ دی۔تو میں جب یہ سنا کرتا تھا تو میں یہ سمجھا کرتا تھا کہ اونٹ کا یہ جو پیٹ ہوتا ہے۔
اسے آپ دیکھتے ہیں اسے کسی لا کر رکھ دیا ہوگا۔لیکن تحقیق کی نظر سے اسے دیکھا اور کتابیں پڑھیں تو اوجھ کا مطلب یہ تھا کہ اونٹ کی اوجھ لے جا کر اسے صاف کر کے اس کے اندر غلاظت، گندگی، کانٹے خون اور نا معلوم کتنی قسم کی زہریلی چیزیں ڈال کے تو اس طرح آدمی کے سر کے اندر ڈالتے تھے۔جیسے غبارے ہیں سر آجائے اور اس کو وہ ڈال کر اس کا کس دیا کرتے تھے۔اس سے یہ ہوتا تھا کہ آدمی کا سانس رک جاتا تھا۔دم گھٹ جاتا تھا اور مر جاتا تھا۔یہ پڑھ کے اتنا عجیب لگا کہ اس قدر ظالم اور شقی لوگ، جب بھی حضور پاک ﷺ کا منشاء اہل عرب کو تمام انسانوں کو صراط مستقیم پر لانے کا تھا تا کہ یہ بھی سکون حاصل کرے اور اللہ تعالیٰ کی کشادگی حاصل کر کے جنت میں بھی سکون کی زندگی گزاریں۔تو یہ کہ وہ اس کا قصہ پڑھا اور دوسرے طائف کے یہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لا گئے۔جہاں ان کے رشتہ دار تھے ان کی یہاں ٹھرنا چاہا تو انہوں نے بجائے اس کے ان کو ٹھراتے وہ وہاں بد تمیزی سے پیش ہو گئے غنڈے بد معاش ان کے پیچھے لگا دئے اور انہوں نے اتنے پتھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مارے کے لہولہان ہو گئے اور قسم خدا کی آپ کے جوتے جو ہیں خون سے بھر گئے۔
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدد کی تو میں نے کوشش کی ہے کہ حضور پاک ﷺ کی زندگی مختصر انداز میں پیش کروں کہ حضور پاک ﷺ نے اپنی زندگی میں اسلام کے پھیلانے کے لئے،اسلام کی تبلیغ کے لئے یہ تکالیف اٹھائیں اور برداشت کی۔میں کہاں تک کامیاب ہوا یہ تو اللہ کو پتہ ہے۔لیکن ایک بات بہت کتابیں میں نے لکھیں ہیں تقریباً انیس کتابیں لکھیں ہیں۔کبھی میرے اوپر لکھنے کا زور نہیں پڑا جو دماغ میں اللہ تعالیٰ نے ڈالا میں لکھتا چلے گیا۔اس کتاب میں نے عجیب بات یہ محسوس کی کہ ہر صفحے میں نے اپنے آپ سے بہت کم تر سمجھا اور ذہن میں یہ بات رہی کہ حضور پاک ﷺ سیرت طیبہ پر کچھ لکھنا بڑی بے ادبی اور گستاخی ہے۔بر حال اللہ تعالیٰ سے دعا کی معافی تلافی کرتا رہا تو ایک چھوٹی سی کتاب سامنے آئی میرے ذہن میں سیرت طیبہ کی اوپر جو لکھنا ہے۔وہ یہ ہے کہ ایک تو میں یہ چاہتا ہوں کہ حضور پاک ﷺ ایک معجزات ہیں۔
یہ ہم سب جانتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ نے چاند کو اشارہ کیا۔معجزہ ہو گیا چاند کے ٹکڑے ہو گئے۔عقیدے کی لحاظ سے یقین کے لحاظ سے یہ بات اپنی جگہ بالکل صحیح ہے کہ ہمیں اس بات پر ایمان ہمارا ہے۔لیکن میں یہ چاہتا ہوں میرا دل یہ چاہتا ہے اندر سے معجزات رسول اللہ ﷺ کی کسی بھی صورت سے سائنسی تحقیق ہو جائے۔یہ بات سامنے آجائے کہ چاند کیا ہے؟ سائنس کے اعتبار سے چاند کیا ہے؟ کہاں سے نکلتا ہے؟ کہاں غروب ہوتا ہے؟ اور جب حضور پاک ﷺ نے اس کو اشارہ کیا تو اس اشارے سے چاند کے ٹکڑے کیسے ہو گئے؟ اس میں اگر سائنس کی تحقیق ہو جائے تو میرا خیال ہے موجودہ دور کے جو لوگ پڑھے لکھے ہیں۔اس میں عیسائی بھی ہیں، یہودی بھی ہیں، غیر مسلم، بھگوان کو ماننے والے بھی ہیں، اور ہمارے مسلم بھائی بھی ہیں تو ان کے لیے ایک نئ بات ہو گی۔اسی طرح سے رسول پاک ﷺ کی کیا دست مبارک میں کنکریاں آئیں انہوں نے کہا کلمہ پڑھ لیا۔

www.ksars.org

بات تو بالکل صحیح ہے کہ کلمہ پڑھ لیا۔ لیکن کنکریوں نے کلمہ کیسے پڑھ لیا؟ اللہ تعالیٰ کی کون سی حکمت تھی؟ کون سا قانون تھا؟ جس قانون کے ذریعے کنکریوں نے لا اللہ الہ محمد رسول اللہ کہہ دیا۔ یہ بھی بات یہ ہے کہ جب رسول پاک ﷺ تجارت کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ درخت جھک گئے، پہاڑ جھک گئے، کوئی ایسی جڑی بوٹی، کوئی پودا پھول ایسا نہیں رہا کہ جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں جھک کر ان کی عظمت کا اقرار نہ کیا ہو۔ اب یہ بھی ایک بات ہے بھئی درخت کیسے جھک گئے؟ پردے کیسے جھک گئے؟ اس بات کو میں کوشش کرنا چاہ رہا ہوں کے کسی صورت سے کہ اسی کوئی کتاب لکھی جائے سائنس کا جو علم ہے۔ وہ موجود علم کے ماننے والے بھی رسول پاک ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کر کے حضور پاک ﷺ کے راستے پر چلے اور اللہ تعالیٰ انہیں توفیق دے۔ اور دوسرا یہ ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں کے حضور پاک ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل فرمائی سب جانتے ہیں کہ ہم حضور پاک ﷺ امی تھے۔

لیکن کیا شان ہے جس آدمی نے پڑھائی نہیں کی، اسکول میں داخل ہی نہیں ہوا، دستخط کرنا بھی نہیں آتے اور کیا عظمت، کیا شان ہے قرآن جیسی کتاب اپنی امت کے لئے چھوڑ دی تو اس کتاب میں تین چیزیں ہمیں ملتی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ مسلمان اپنی زندگی کس طرح گزارے، وہ کاروبار کس طرح کریں، والدین کے حقوق کس طرح پورے کرے، بیوی بچے کے حقوق، قوم کے حقوق، ملک کے حقوق، اس کی جو معاشیت ہے وہ کس طرح ہو تو اس کا ایک پورا قانون اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بیان کر دیا ہے۔ اس کو ہم شریعت کے نام سے جانتے ہیں تو اس پر الحمد اللہ بہت کام ہوا ہے۔ شریعت کے بغیر کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں ہے، جو یہ نہیں جانتا ہو جھوٹ بولنا گناہ ہے، کسی کا حق مارنا وغیرہ وغیرہ اللہ تعالیٰ کے لئے نہ پسندیدہ ہے۔ لیکن قرآن میں ایک حصہ ایسا ہے۔ جو تاریخ کے اوپر ہے۔ یہ جتنے پیغمبران علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے۔

ان کے ادوار، ان کی قوموں کا تذکرہ ہے مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا تذکرہ موسیٰ علیہ السلام کے دور میں جادو کا تذکرہ، حضرت یوسف علیہ السلام کا تذکرہ ان کے دور میں خصوصیت کے ساتھ خواب کی زندگی کا تذکرہ، حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصہ ان کے دور میں خصوصیت کے ساتھ ٹائم اینڈ اسپیس کا تذکرہ، حضرت عزیر کا قصہ اس میں آپ کے پاس یہ جو ریفریجڑ ہے ڈیپ فریزر ہے اس کے پورے فارمولے اور قانون، تو ایک علم یہ چاہتا ہے قرآن میں یہ جو چیزیں ہیں تاریخی اعتبار سے اللہ تعالیٰ توفیق دے کے اس کو بھی ایک جگہ جمع کر دیا جائے۔ جو قرآن کا جو تیسرا حصہ ہے وہ یہ تھا کہ انسان پیدا ہونے سے پہلے کہاں تھا؟ یہاں پیدا ہو گیا، اور پیدا ہونے کے بعد ہر انسان جو بھی انسان پیدا ہوتا ہے۔ کہیں چلا جاتا ہے کہاں چلا جاتا ہے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں عالم ارواح میں چلا جاتا ہے۔ کوئی کچھ تذکرہ اس کا اگر آپ پڑھیں تو اس کے بہت سارے ادوار یہ ہیں وہ زیر بحث آتے ہیں۔

مثلاً مختصر یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے کن کہا انسان تو عالم ارواح میں تھا عالم ارواح کے بعد وہ کتاب المبین میں آ گیا۔ کتاب المبین کے بعد لوح محفوظ میں آ گیا، لوح محفوظ کے بعد برزخ میں آ گیا، برزخ کے بعد یہ عالم ناسوت میں آ گیا، اب عالم ناسوت سے نکلنے کے بعد اعراف میں چلا گیا، اعراف سے نکلنے کے بعد نفخ صور میں چلا گیا، نفخ صور میں سے نکلنے کے بعد حشر اور نشر میں چلا گیا، حشر اور نشر کے بعد یوم المیزان میں چلا گیا، یوم المیزان میں سے نکلنے کے بعد یوم الحساب میں چلا گیا، یوم الحساب سے نکلنے کے بعد جب اللہ تعالیٰ حساب کتاب

www.ksars.org

کر لیا تو وہ جنت میں چلا گیا اب یہ جو ادوار ہیں اس کے بعد اور بھی ادوار ہیں جنت یا دوزخ کے بعد ابد میں چلا گیا، ابد کے بعد ابد الآباد میں چلا گیا تو یہی ساری چیزیں رسول اللہ ﷺ نے قرآن میں بالکل وضاحت کے ساتھ بیان کی ہیں۔ لیکن عجیب مسئلہ یہ ہے یہ ساری چیزیں ابھی تک نہ تو مسلمانوں کے سامنے آئیں اور نہ ہی نوع انسانی کے سامنے آئیں۔

اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ لوگ نہیں جانتے، اولیاء اللہ حضور پاک ﷺ کے وارث ہیں سب جانتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ نے سنا ہو گا کہ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وہ یہ علم کے دو لفظ دئے ہیں ایک لفظ میں نے ظاہر کر دیا اور ایک لفظ میں نے چھپا لیا۔ صحابہ اکرام ﷺ نے فرمایا کہ علم بھی کوئی چھپانے کی چیز ہے۔ آپ نے کیوں چھپا لیا۔ انہوں نے کہا اس لئے چھپا لیا کہ ابھی لوگوں کی اتنی سکت نہیں ہے کہ اس کو سمجھ سکیں۔ اگر میں نے یہ لفظ بیان کر دیا کھول دیا تو فائدہ کچھ نہیں ہو گا۔ تم لوگ مجھے قاتل کر دو گے۔ میرے سمجھ میں نہیں آئی اب یہ چودہ سو سال کے بعد نوع انسانی کے شعور میں اتنا ارتقاء ضرور پیدا ہو گیا ہے کہ انسان کا ذہن جو چیزیں سمجھنے لگا ہے جو انسان کا ذہن وہ سو سال پہلے نہیں سمجھتا تھا۔ مثلاً ریڈیو، ٹی وی، کیمرہ، زمین کے اندر تک دیکھ لینا، آسمانوں میں دیکھ لینا اب پہلے کے جو لوگ ہیں ساٹھ ستر سال پرانے پہلے کے جو لوگ ہیں۔

ان سے اگر آپ اس وقت یہ کہتے صاحب ریڈیو بجتا ہے، ٹی وی پر ایٹینا ہوتا ہے، چینل ہوتے ہیں، یہاں سے اور وہاں سے ساری دنیا کے پروگرام آجاتے ہیں اور یہاں سے بیٹھ کر آدمی افریقہ میں بات کر لیتا ہے افریقہ میں وہ بیٹھ کر پاکستان میں بات کر لیتا ہے اور انتہاء یہ ہے کہ وہ تصویر بھی ٹیلیفون پر آجاتی ہے۔ تو پہلے یہ سب چیزیں نہیں تھیں اور کیونکہ علم محدود تھا۔ اس لئے انسانی شعور بھی محدود تھا۔ اس انسانی شعور محدود ہونے کی بناء پر ہی حضرت ابوہریرہ نے یہ فرمایا کہ میں نے ایک لفظ کو جو انسانی شعوری سکت کے مطابق ہے وہ میں نے ظاہر کر دیا اور جو انسانی شعور کی سکت سے باہر ہے وہ میں نے چھپا لیا۔ اب چودہ سو سال بعد اب انسانی شعور کی اتنی سکت ہو گئی ہے کہ اگر اس کو طریقے کے ساتھ، دلیلوں کے ساتھ، حکمت کے ساتھ، برہان کے ساتھ کسی بات کو اگر پیش کیا جائے تو تصور میں آجاتا ہے۔

تو یہ حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے اپنی کتاب لوح و قلم میں فرمایا: آپ نے پڑھا ہو گا کہ یہ کتاب میں سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے لکھ رہا ہوں۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے لکھ رہا ہوں تو اس کتاب کا مطلب یہ ہے کہ نوع انسانی کی شعوری سکت اتنی زیادہ ہو گئی ہے کہ اب حضرت ابوہریرہ کا یہ فرمانا کہ جو لفظ میں نے چھپا لیا اگر اس کو تھوڑا تھوڑا تدریج کر کے ظاہر کیا جائے تو انسان کی عقل اس کو سمجھے گی اور اس کا اعادہ کرے گی۔ میں آپ حضرات سے یہ التجاء کرتا ہوں۔ جہاں بھی آپ میرے لئے دعا کریں تو کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اندر یہ تقاضہ پیدا کیا ہے کہ میں حضور پاک ﷺ کی زندگی کو روحانی نقطہ نظر سے بیان کرنے کے قابل ہو جاؤں۔ تو اب میں بہت عرصے سے اس چکر میں تھا، اللہ کا بہت بڑا کرم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی ابتداء کر دی اور محمد رسول اللہ ﷺ کے نام سے پورے دو سو صفحوں کی کتاب لکھی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کو سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار میں قبول فرمائے اور آئندہ مجھے ہمت اور توفیق دے کے مزید میں چار جلدوں میں رسول اللہ ﷺ کے اس سیرت طیبہ کو بیان کرنے میں بیان ہو جاؤں۔ آدمی کے اندر کچھ نہیں آدمی کے اندر کچھ بھی نہیں ہے۔ قابلیت و اہلیت کچھ بھی نہیں ہے۔ اب دیکھئے ہر آدمی شاعر نہیں ہوتا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شاعری مل جاتی ہے

www.ksars.org

توآدمی شاعر بن جاتا ہے۔آدمی مصنف نہیں ہوتا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو اگر کوئی انسپائر ہو جاتا ہے وہ لکھنا شروع کر دیتا ہے یہ اللہ کی توفیق ہے۔انتہاء یہ ہے کہ آپ اگر غور فرمائیں توانسان تو کھانا بھی نہیں کھا سکتا۔اگراوپر سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھانا کھانے کی انفارمیشن نہیں ملے۔کوئی انسان پانی نہیں پی سکتا اگراس کے ذہن میں پانی پینے کا خیال نہ آئے،کوئی انسان گھر سے دفتر نہیں جاسکتا،اگراس کے دماغ میں دفتر جانے کا خیال نہ آئے،کوئی انسان اس زمین پر شادی نہیں کر سکتا اگراس کے ذہن میں شادی کا خیال نہ آئے۔

آپ ماشااللہ اتنے سارے افراد بیٹھے ہوئے ہیں۔میں آپ سے عرض کرتا ہوں آپ میں سے زندگی کا کوئی ایک عمل ایک عمل ایسا بتادیں۔ جوآپ خیال آئے بغیر کرتے ہوں کوئی ایک آدمی ہاتھ اٹھائے پیدائش سے لیکر مرنے تک ۸۰ سال کی عمر تعین کر لیں ۸۰ سال کی عمر میں ایک کام،ایک کام،ایک عمل،ایک خواہش،ایک جذبہ ایسا آپ بتادیں جوآپ خیال آئے بغیر کرتے ہوں۔بولیں...۸۰ سال میں ایک کام،ایک عمل ۸۰ سال بہت عمر ہوتی ہے ۳۶۵ دن ہوتے ہیں۔تو بھئی کتنے ہوئے ۸۰ سال میں چھ تیاں اٹھارہ تقریباً دوہزار کی تو ہو جائے گی۔ڈھائی ہزار کے قریب ہو گئے کتنے منٹ ہوئے کتنے گھنٹے ہو گئے۔ہر آدمی میں ہر پندرہ سیکنڈ کے بعد دوسرے خیال میں منتقل ہو جاتا ہے۔ہر آدمی ہیں ہر پندرہ سیکنڈ کے بعد یہ قانون ہے۔اس کا ہر آدمی ہر پندرہی سیکنڈ کے بعد دوسرے خیال میں منتقل ہو جاتا ہے ۔اب ۸۰ سال کے آپ سیکنڈ لگا دیجئے کروڑوں کروڑوں خیالات میں ان کروڑوں خیالات میں ایسا عمل ہو جس کا نام بتادیں کہ یہ کام ہم بغیر خیال کے کرتے ہیں۔

جی......اچھا کوئی کام آپ بغیر خیال کے نہیں کرتے تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خیال کہاں سے آرہا ہے؟آپ کو پتا ہی نہیں ہے کہاں سے آرہا ہے بھئی...مثلاً آپ ریڈیو چلاتے ہیں۔وہ ریڈیو اسٹیشن سے لہریں آرہی ہیں۔فریکونسی بن رہی ہے۔ٹی وی آپ چلاتے ہیں مختلف چینل ٹی وی اسٹیشن سے یہ سلسلہ جاری ہے پھر بوسٹر لگے پھر یہ لگا وہ لگا۔اب یہ بتائیں کہ زندگی کا کوئی عمل ایسا نہیں ہے۔جو خیال کے بغیر آپ کرتے ہو تو ظاہر ہے آپ یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ خیال کہیں سے آرہا ہے۔کسی کو پتا نہیں خیال کہاں سے آرہا ہے؟ کیوں بھئی ...کہاں سے خیال آرہا ہے؟ ظاہر ہے اللہ کی طرف سے آرہا ہے۔توآپ کہتے ہیں جی اللہ تو ہمیں بھول ہی گئے۔اللہ تو ملتا نہیں بھئی آپکی زندگی تو خود اللہ ہے۔بھئی خیال نہیں آئے گا توآپ ہاتھ بھی نہیں ملا سکتے۔وہ خیال ہی جو ہے وہ اللہ کی طرف سے آرہا ہے۔

مانقرب...میں تمہاری رگ جان سے زیادہ قریب ہوں...الاانابکل شئی محیط...اللہ تعالیٰ کہتا ہے میں وہ ذات اکبر اقدس ہوں۔جو میری اس صفات میں تمہارا احاطہ کیا ہوا ہے اس احاطہ سے باہر ہی نہیں نکلو۔۔۔قالوانا...اللہ وہ ذات ہے جو تمہیں اوپر سے نیچے بھیجتا ہے اور نیچے سے اوپر بھیجتا ہے۔ایک سرکل ہے ایک دائرہ ہے آپ کہیں سے آرہے ہیں کہیں جارہے ہیں۔نہ آپ کو یہ پتا کہ آپ کہاں سے آرہے ہیں نہ آپ کو یہ پتا کہ آپ کہاں جارہے ہیں۔توآپ میں ایک دُنبے میں اور بکرے میں فرق کیا ہوا؟ بھئی آپ کو علم دیا اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی یہ کہتا ہے۔ہیں روٹی کھاتا ہوں،ہر آدمی یہ کہتا ہے،میں کپڑے پہنتا ہوں،ہر آدمی یہ کہتا ہے کہ میں تعلیم حاصل کرتا ہوں،ہر آدمی یہ کہتا ہے یہ میری جائیداد ہے،ہر آدمی یہ کہتا ہے کہ یہ میری بیوی ہے،میرے بچے ہیں،میرے شوہر ہے۔آپ کہتے ہیں نا یہ لیکن اب سوال یہ ہے کہ اگر آپ کی بیوی ہے اگر بیوی پیدا نہیں ہو گی تو پھر کیسے بیوی ہے؟

www.ksars.org

بیوی کی پیدائش کیسے ہو گی وہ کہتے ہیں نا یہ میرا شوہر ہے بیوی بھئی شوہر کی پیدائش کیسے ہو گی ؟اللہ حاضر ہے۔آپ روٹی کھاتے ہیں اگر گیہوں نہ ہوتا،چکی نہ ہوتی، چکی ہوتی تو آٹا گوندنے کے لئے پانی نہ ہوتا،آٹا گوندنے کے لئے چلئے پانی بھی ہو گیا، توا نہ ہوتا، چلئے توا بھی ہو گیا اگر آگ نہ ہوتی چلئے آگ بھی ہو گئی آپ نے بنالی آپ کا معدہ ہی نہیں ہوتا، پیٹ ہی نہ ہوتا، روٹی کھانے کے لئے جتنا آپ غور کریں گے زندگی کے اوپر آپ کے اوپر یہی بات منکشف ہو گی کہ یہاں کوئی چیز ذاتی حیثیت نہیں رکھتی۔ سورج ہو، چاند ہو، ستارہ ہو، زمین ہو، پانی ہو ،درخت ہو، معدنیات ہو، نباتات ہو، کہکشانی نظام ہو، سماوات ہو، زمین کے ذرات ہو، زمین کے ندر پانی ہو، پہاڑوں کے اوپر پانی ہو ،آپ بتایئے کون سی ایسی چیز ہے جس کے اوپر آپ کی دسترس ہے اور جس میں آپ یہ کہہ سکیں کہ یہ ہماری دسترس ہے۔

سائنس نے بڑی ترقی کی بلاشبہ ترقی کی لیکن آپ کوئی سائنس کی ایک ترقی بتادیں۔ جو اللہ تعالی کے وسائل کے بغیر اس نے ترقی ہو ،بتائیں اب بجلی بنی اب بجلی کے لئے اگر پانی نہ ہو، چلئے پانی ہو تو ٹربائن نہ ہو جب ٹربائن ہو تو مگنیٹ نہ ہو، مگنیٹ ہو تو تار نہ ہو، تار ہو تو بجلی کے اندر دوڑنے کی صلاحیت پیدا نہ ہو، پھر یہ تار بھی ہو گیا بجلی بھی ہو گئی کھمبا نہ ہو پنکھا نہ ہو، تو یہ جتنی بھی چیزیں ہیں۔ان کے بارے میں جتنا بھی آپ غور و فکر کریں گے۔ آپ کو ایک ہی جواب ملے گا کہ یہاں کوئی چیز اپنا ذاتی وجود میں نہیں رکھتی ہے۔اللہ تعالی کی دی ہوئی ہے۔ اہل باطن لوگ کہتے ہیں وراسیخون فی...رسول اللہ ﷺ کی وراثت یافتہ لوگ قرآن پاک جب پڑھتے ہیں تو وہ اس بنیاد پر پڑھتے ہیں کہ انسان کی حیثیت سوائے نفی کے کچھ...وراسیخون... یہاں کوئی چیز ایسی نہیں ہے۔ جس کا اللہ سے رابطہ اور تعلق قائم نہ ہو۔ کوئی چیز رہ ہی نہیں سکتی اللہ کے بغیر، تو قرآن پاک کا ایک بڑا حصہ جو اس بنیاد پر قائم ہے کہ یہاں اللہ کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔اس کو قرآن پاک نے معاد کہا ہے۔ معاد میں عالم ارواح بھی ہے، معاد میں فرشتے بھی ہیں، معاد میں فرشتوں کی قسمیں بھی ہیں، معاد میں جنات بھی ہیں، معاد میں انسان بھی ہے، معاد میں کروڑوں دنیائیں ہیں۔ آپ کی طرح کی، معاد میں کہکشانی نظام ہے، معاد میں انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقامات وہ حصہ ابھی تک یہاں ہے آپ حضرات دعا کیجئے اللہ تعالی میرا سینہ کھولیں اور میرے دماغ میں اتنی سکت پیدا کرے کہ مرنے سے پہلے یہ کام کر جاؤں کہ معاد کے اوپر سے پردہ ہٹا جاؤں اور مجھے یقین ہے یہ کام ہو گا، آپ حضرات نے میرے لئے دعا کی، لوگوں نے پورے دل سے دعا کی تو انشااللہ پورا نہیں تو اتنا ضرور کہہ جاؤں گا کہ آئندہ آنے والی نسل جو ہیں ان کے لئے ایک راستہ مقرر ہو جائے گا۔

یہ میری بات غرض ہو گئی جو میں نے آپ سے دعا کے لئے عرض کیا۔اب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت طیبہ کے بارے میں بہت مختصر بات ہے کہ حضور پاک ﷺ کی زندگی کا کوئی بھی عمل جب آپ اس پر غور کریں گے تو حضور اپنی ذات کے لئے نہیں جو بھی کچھ کیا حضور پاک ﷺ نے جو کچھ کیا اللہ کے لئے کیا، جو کچھ سوچا حضور پاک ﷺ نے صرف اللہ کے لئے سوچا، جو کچھ پیغام پہنچایا اللہ یہ کہتا ہے، اللہ یہ کہتا ہے مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ اپنے نبی کے محترم ﷺ کی نقش قدم پر چلتے رہیں۔ حضور پاک ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کریں اور اس مطالعے کے نتیجے میں یہ بات آپ کے اوپر آشکار ہو کہ حضور پاک ﷺ نے جو بھی کچھ کیا۔ اللہ کے لئے کیا تو امت کی حیثیت سے ہمارے اوپر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم بھی اپنی ذاتی حثیت یہاں جو بھی کچھ کریں اپنے رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پیروی اللہ کے لئے کریں۔

www.ksars.org

اگر ہماری کسی سے دشمنی ہے تو اللہ کے لئے ہے تو ہماری کسی سے دوستی ہے تو اللہ کے لئے ہے۔ اگر ہم کھانا کھاتے ہیں تو اللہ کے لئے کھا تے ہیں وہ اس لئے کہ اللہ چاہتا ہے ہم کھانا کھائیں۔ تو جب ہم پانی پیتے ہیں اس لئے پیتے ہیں پانی بنایا ہی اس لئے ہے کہ ہم پیتے، اللہ کے لئے، اللہ تو پانی نہیں پیتا، کھانا نہیں کھاتا، اللہ کا تو گھر بھی نہیں ہوتا اگر صرف اس بات پر ہم اپنی زندگی کو قائم کرتے ہیں۔ ہمیں جو بھی کچھ کرنا ہے اللہ کے لئے کرنا ہے تو ہم انشااللہ رسول اللہ ﷺ کی طرز زندگی سے نا صرف واقف ہو جاتے ہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی نسبت ہمیں منتقل ہوتی ہے۔ یہ زبانی عشق ہونا، شعر پڑھنا، نعتیں پڑھنا، رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجنا بلا شبہ بہت بڑی نعمت ہے بہت بڑی سعادت ہے بہت بڑی سکت ہے۔ لیکن آپ یہ غور کریں چودہ سو سال سے نعتیں بھی پڑھی جا رہی ہیں، میلاد النبی بھی ہو رہے ہیں۔

ہر پیغمبر کے ہر مسجد میں ہر گھر میں رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کا چرچہ بھی ہے، ہر مسلمان اس بات پر ایمان بھی رکھتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی شفاعت بھی حاصل ہو۔ ہر مسلمان میں آپ سے عرض کروں گا عقیدہ ہے، ایمان ہے، اس وقت ایک ارب مسلمان ہیں دنیا میں، میں اپنے اندر یہ بات بہت محسوس کرتا ہوں کہ بڑی گہرائی میں ایک ارب مسلمان ہے۔ جسے بھی ہیں گناہ گار ہیں۔ جسے بھی ہیں ہم سب جانتے ہیں لیکن اگر کسی مسلمان کو اس بات پر یقین ہو جائے کہ میری جان دینے سے رسول اللہ ﷺ خوش ہونگے تو ایک ارب آدمی سے ایک بھی ایسا آدمی نہیں ہوگا۔ جو اپنی جان بچانے کی کوشش کرے گا۔ اب اس بات کو آپ کیا کہتے ہیں کیفیت، آپ اتنے سارے آدمی بیٹھے ہیں اپنے اندر جھانک کے دیکھ لیں جواب ہاں میں ملے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے اندر رسول اللہ ﷺ کی محبت ڈالی ہوئی ہے لیکن ہماری محبت زبانی وجود تک ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ نے عموماً ہر چیز کو کر کے بتایا ہے۔

اب مثلاً مسلمانوں میں دعا کا کنسپٹ ہے۔ دعا کرو، دعا کرو، دعا کرو اب وہ صاحب تو بڑی اچھی دعا کراتے ہیں۔ اب صاحب دعا بھی اچھی بری ہو گئی جو آدمی بہت ساری لمبی لمبی دعا کر کے تو بڑی اچھی دعا لیکن سوال یہ ہے کہ جب وہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو حضور پاک ﷺ نے کبھی بغیر عمل کے دعا نہیں کی۔ جنگ بدر میں حضور تشریف لے گئے۔ ایک طرف ایک ہزار آدمی تھے۔ ایک طرف تین سو تیرا آدمی تھے مکے میں یا مدینے میں بیٹھ کے دعا نہیں کی میدان جنگ میں جا کر دعا کی یا اللہ جو کچھ میں لا سکتا تھا میں لے آیا اب ہماری مدد کر واس عمل میں جانے کے بعد دعا کی گئی تو اللہ نے فرشتے نازل کر دئے ایک ہزار آدمی کے لئے اللہ نے تین ہزار فرشتے نازل کر دئے اور تین سو تیرہ آدمی کا جلوس تیار ہو گیا آگے تو ہمیں یہ سوچنا ہے کہ ہمیں جو بھی کچھ کرنا ہے اس کا پہلے عملی مظاہرہ ہو
۔

پھر رسول اللہ ﷺ کی نسبت سے ان کے تعلق سے ان کے وسیلے سے درود سلام بھیج کر اللہ سے دعا کریں یہ خالی دعا نہیں کہ بھئی دعا کرو، دعا کرو، دعا کرو یہ اصل میں بے عملی کا مظاہرہ ہوتا ہے ب آپ دیکھئے کہ صبح سے شام تک بیٹھ کر دعا کر رہے ہیں۔ یا اللہ مجھے پراٹھے کھلادے، یا اللہ مجھے پراٹھے کھلادے، یا اللہ مجھے پراٹھے کھلادے، کیا آپ پراٹھے کھالیں گے؟۔ بھئی آپ پراٹھے پکالیں اور کھایں تو ایک تو مسلمانوں میں عملی کا مظاہرہ ہے یہ ثابت ہونے لگا ہے اس سے انتشار پیدا ہو گیا اور اس انتشار سے مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ فرقے بن گئے یہ فرقے بھی اس لئے بنے ہیں عملی مظاہرہ کم سے کم ہو جائے اگر ہو عملی مظاہرہ ہو تو اس لئے جب عملی مظاہرہ کے

www.ksars.org

ساتھ اللہ تعالی کے حضور جھکتے ہیں، سجدہ کرتے ہیں تو ہم وہ کام کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کر کے ہمیں بتا گئے۔ یہ بڑی سعادت کی بات ہے کہ آپ عید میلاالنبی میں شریک ہو تشریف لائیں اچھی اچھی باتیں سنے رسول اللہ ﷺ پر درود سلام بھیجا جائے لیکن یہ بھی بہت ضروری ہے ہماری زندگی میں عمل ہونا چاہیئے۔

اور عملی مظاہرہ اس طرح ہونا چاہیئے رسول اللہ ﷺ نے عملی مظاہرہ حضور بر حق نے ہمیں کر کے بتایا ہے۔ اب میرا خیال ہے جو کچھ میں نے کہنا تھا وہ تو آپ نے سن ہی لیا اور ایک کہ میں نے لطیفہ سنا تھا ملا نصیر الدین کا جی کا اچھا نہیں تھا، لوگ ان کو زبر ستی پکڑ لے گئے جلسے ہیں یہاں آپ نے تقریر ضرور کرنی ہے۔ انہوں نے کہا میں نہیں کرتا لیکن زبردستی پکڑ کر لے گئے تو انہوں نے کہا بھائیوں میں جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں آپ لوگ سمجھتے ہو آپ لوگ اسے سمجھتے ہیں؟ کہا جی ہم نہیں سمجھتے انہوں نے کہا آپ ہیں ہی بے وقوف آپ سے کیا کہنے کی ضرورت ہے اسٹیج سے اتر گئے لوگوں نے کہا بھئی یہ تو بہت تیز آدمی ہے اب ایسا کرو کہ ہم کہہ گے ہم سمجھتے ہیں انہوں نے کہا جی ٹھیک ہے ہم سمجھتے ہیں انہوں نے کہا جی ٹھیک ہے پھر بتانے کی کیا ضرورت ہے۔ پھر انہوں نے کہا صاحب آدھے یہ کہو ہم سمجھتے ہیں اور آدھے یہ کہو ہم نہیں سمجھتے تو پھر آگئے اسٹیج پر پکڑ کر لیا ہو گا کوئی آدمی آدھوں نے کہا ہم سمجھتے ہیں آدھوں نے کہا ہم نہیں سمجھتے تو انہوں نے کہا جو سمجھتے ہیں ان کو سمجھادے جو نہیں سمجھتے تو ماشااللہ آپ نے اتنی تقریر مقالے سنے ہیں۔

اب جو کچھ جو آپ نے سنا ہے وہ آپ اپنے گھروں میں جا کر سنائیں اور ایک بات جو یہاں سے مطلب باندھ کر لیجانی وہ وہ یہ کہ مسلمان میں سے عمل نکل گیا ہے۔ عملی زندگی جو ہے اس کی طرف توجہ دیں اور جو بھی عمل کریں اس کے بارے میں یہ ضرور سوچیں یہ عمل ہم نے خیال آئے بغیر نہیں کیا خیال آئے بغیر نہیں کیا اور ظاہر ہے آپ یہ سوچیں خیال کہاں سے آیا تو خیال جو ہے وہ اللہ کی طرف سے آتا ہے۔ اللہ تعالی ہم سب کو توفیق دے۔ ہم سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عملی زندگی کے متعلق اپنی زندگیوں کو ڈھالیں اور رسول اللہ ﷺ سے عشق کا تقاضہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو تکلیفیں برداشت کیں ہیں ہم تو ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے ہم کم از کم اتنا تو کر سکتے ہیں رسول اللہ ﷺ جو ہمارے لئے ایک راستہ متعین کر دیا ہے اس راستے پر چلتے رہے اور اس میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ...

وما ارسلنک...اللہ تعالی نے فرمایا کہ میرے حبیب رسول اللہ ﷺ کو رحمت بنا کر بھیجا ہے تو اب امت میں بھی رحمت ہونی چاہیئے۔

بھئی امت کا کیا مطلب ہے اپنے نبی کی جو طرز فکر ہے وہ امت میں منتقل ہو جائے۔ تو ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہمارے اندر رحمت کتنی ہے۔ ہمارے اندر غصہ کتنا ہے، ہمارے اندر نفرت کتنی ہے، ہمارے اندر قہر کتنا ہے، ہمارے اندر برائی کتنی ہے تو جب ہم اپنا محاسبہ کرتے ہیں تو ہمیں تو سوائے قہر کے، نفرت کے، غصے کے کچھ ہے ہی نہیں، رحمت نظر ہی نہیں آتی ہے۔ ماشااللہ اتنے سارے لوگ ہیں ذرا میں بھی کرتا ہوں آپ اپنا محاسبہ کریں کہ ہمارے اندر سو سو برائیاں ہیں کیا ہمارے اندر پانچ ایسی خوبیاں ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ سے نسبت دے سکتے ہیں۔ سو میں پانچ سچی بات یار سو میں سے ایک بھی نہیں اب غصہ ہے، غصے کے بارے اللہ تعالی نے فرمایا...جو لوگ غصہ کرتے ہیں اللہ ایسے لوگوں سے محبت ہی نہیں کرتا بات ہی ختم ہو گئی جو لوگ غصہ کرتے ہیں اللہ ان سے محبت نہیں کرتا۔ حضرت علی کا آپ نے مشہور واقعہ سنا ہو گا ایک کشتی ہو گئی، لڑائی ہو گئی یہودی سے وہ انہوں نے اسے نیچے گرا دیا نیچے گرا کر تلوار نکالی اس کو قتل کرنا چاہتے تھے۔

www.ksars.org

اس نے منہ پر تھوک دیا، آپ نے چھوڑ دیا اور ایک طرف ہو گئے۔ اس نے کیا اب تو آپ مجھے اور زیادہ غصہ آنا چاہئے تھا آپ کو، انہوں نے کہا نہیں بھئی میں تو اپنے لئے تجھ سے نہیں لڑ رہا تھا۔ میں تو اللہ کے لئے لڑ رہا تھا۔ اب تو نے جسے ہی میرے منہ پر تھوکا اب مجھے غصہ آگیا میری ذات سامنے آگئی میں تجھے آزاد کر رہا ہوں تو بھاگ جا۔ تو ہمیں اپنے اوپر کنڑول کرنے اور غصہ اور نفرت اور بڑائی اس سے اللہ تعالیٰ نے بھی منع کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی عملی زندگی بھی یہی ہے کہ حضور نے کبھی کسی پر غصہ نہیں کیا انہوں نے سب کو معاف کیا، سب کو معاف کیا۔ اپنے خاندان کے قاتل معاف کر دئے، اپنے خاندان کے قرضے معاف کر دئے، اپنے خاندان کے برسوں سے جھگڑے فساد ہوتے تھے وہ سب معاف کر دئے۔ اب دیکھئے حضور پاک ﷺ رحمت اللعالمین نے معاف کر دیا۔ آپ پوری سیرت طیبہ کا مطالعہ کر لیں غصے کی بات آپ کو کہیں نظر نہیں آئے گی۔

ایک ہندہ نے حضرت کے چاچا کلیجہ چبا لیا اور وہ مسلمان ہو گئی تو آپ نے اسے بھی معاف کر دیا بس یہ فرمایا کہ بھئی جب تم سامنے آتی ہو تو مجھے اپنے چچا کا سراپا سامنے آجاتا ہے تو تم میرے سامنے نہیں آیا کرو لیکن معاف کر دیا تو حضور پاک ﷺ کا مظاہرہ یہ ہوا کہ حضور سراپا رحمت ہیں تو ہمیں بھی اپنے حضور پاک ﷺ کی طرز فکر پر عمل کر کے ہمیں بھی اپنے بھائیوں کے لئے، اپنے بچوں کے لئے، اپنے خاندان کے لئے رحمت بنا چاہئے اور جب ہم رحمت بن کر رہیں گے۔ اس رحمت کی وجہ سے ہماری بے شمار دنیاوی پریشانیاں اور کیا کیا یہ سب ختم ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی عملی زندگی پر عمل کرنے کی جدوجہد اور کوشش کریں اور ہمیشہ یہ بات اپنے ذہن میں رکھیں کہ یہ دنیا میں جو بھی کچھ ہے وہ اللہ کا بنایا ہوا ہے۔ آپ بھی اللہ کے بنائے ہوئے ہیں، آپ کی ضروریات زندگی بھی اللہ کی بنائی ہوئی ہے، سورج بھی اللہ کا بنایا ہوا ہے، چاند بھی اللہ کا بنایا ہوا ہے، پانی بھی اللہ کا بنا ہوا ہے، زمین بھی اللہ کی بنائے ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ اتنا رحیم کریم ہے کہ اس نے ہر چیز آپ کے لئے بنا دی اور مفت بنا دی، ایسے اللہ سے دوری سوائے بدنصیبی کے کچھ نہیں شکر کرے، ٹھنڈا پانی بھی پیئے تو یا اللہ تیرا شکر ہے۔

پیٹ بھر کے روٹی کھائیں یا اللہ تیرا شکر ہے۔ کوئی دوست ملے اس سے ہنس کے بات کر لی یا اللہ تیرا شکر ہے تو شکر کی بھی عادت پڑ جاتی ہے... اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں شکر کا، شکر کرنے والے بہت کم بندے ہوتے ہیں تو میں آپ اس بات پر عمل کر لیں کہ جب بھی کوئی چیز استعمال کریں تو آپ کہیں یا اللہ تیرا شکر ہے، پانی پیئے یا اللہ تیرا شکر ہے، نئے کپڑے پہنیں یا اللہ تیرا شکر ہے، اب آپ سو گئے مر گئے سونا مرنا برابر ہے اب صبح اللہ تعالیٰ آپ کو دوبارہ زندہ کر دیتا ہے تو اس کو کہنے میں کیا کوئی خرچا ہوتا ہے یا اللہ تیرا شکر ہے۔ تو نے ہمیں دوبارہ زندہ کر دیا تو شکر کو آپ عادت بنا لیں گے۔ تو اس ایک عادت کی وجہ سے آپ یقین کیجئے کہ رسول اللہ ﷺ سے آپ کا تعلق قائم ہو جائے گا۔ صرف یہ کام کریں کہ شکر کرنا آسکے۔ کھانا کھائیں شکر کریں، پانی پیئے شکر کریں، کپڑے پہنے شکر کریں، بچوں کو دیکھے خوش ہوں شکر کریں... اور ایک بات حضور پاک ﷺ نے فرمائی قرآن پاک میں فرمائی حضور ﷺ کی زبان سے... ولقد اتنا لقمان... کہ ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی تو اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی تا کہ وہ شکر ادا کرے۔

اب لقمان حکیم کیا وہ تسبیح لیکر بیٹھ گئے، یا اللہ تیرا شکر ہے، یا اللہ تیرا شکر ہے، یا اللہ تیرا شکر ہے نہ جڑی بوٹیوں پر ریسرچ کرتے، نہ امراض کی تشخیص کرتے، نہ لوگوں کا علاج کرتے کیا یہ شکر ہو گیا تو کیا یہ شکر ہو گیا تو حضور قلندر بابا اولیاءؒ سے میں نے پوچھا... انشکروک

www.ksars.org

اللہ...کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی نعمت عطا کی اس کو استعمال کرو اللہ تعالیٰ نے لقمان کو حکمت دی اسلئے تا کہ وہ استعمال کرسکیں لوگوں کو اس سے فائدہ ہو، لوگوں کا علاج کرے...ولقد اتنا...کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو استعمال کرتے ہیں۔اس کا فائدہ ان کو پہنچتا ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کا استعمال نہیں کرتے وہ محروم ہو جاتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ ان دونوں سے ماوراء ہے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اتنی نعمتیں اللہ تعالیٰ نے اس قدر نعمیں مفت عطا کی ہیں کپڑے پہنتے ہیں نا، نہاتے ہیں دھوتے ہیں شکر اپنائیں، ورد کریں یااللہ تیرا شکر ہے یااللہ تیرا شکر ہے آپ دیکھئے انشااللہ اس سے آپ کے اندر ایسی بھٹی سلگ جائے گی جو یقیناً آپ کو رسول اللہ ﷺ کے دربار میں لے جائے گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے پانچ دس منٹ مراقبہ کرلیں اس کے بعد مراقبے کے بارے میں یہاں جتنے بھی حضرات ہے آدھے لوگوں کو علم ہوگا کہ مراقبہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔جو حضور پاک ﷺ نبوت سے پہلے غار حرا میں جا کر اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں غور و فکر کرتے تھے۔غار حرا میں نبی ﷺ نبوت سے سرفراز ہونے سے پہلے تشریف لا جایا کرتے تھے۔وہاں رات کو بھی رہتے تھے دن کو بھی رہتے تھے۔مختلف مدتیں لوگ اس کی بتاتیں ہیں جب کم سے کم مدت تاریخ ہیں بتائی جاتی ہے تین سال کی ہے۔ویسے تو سات سال کی ہے۔لیکن تین سال، تین سال حضور ﷺ غار حرا میں تشریف لیجاتے رہے۔تو وہاں دیکھئے نبوت سے پہلے نہ تو نماز فرض ہوئی تھی، نہ روزہ تھا، نہ حج، نہ زکوٰۃ جب۔معراج شریف میں سب کچھ ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے غار حرا میں تشریف لیجاتے تھے اور اللہ کی نشانیوں پر غور و فکر کرتے تھے...کہ عقل مند وہ لوگ ہیں۔

جو اللہ کی نشانیوں میں غور و فکر کرتے ہیں تو مراقبہ کا مطلب ہے غور و فکر کرنا، اللہ کی نشانیوں میں تفکر کرنا اب یہ انسان سب سے بڑی اللہ کی نشانی ہے اب دیکھئے آپ کے اندر جو مشین لگی ہوئی ہے دل پھیپھڑے، گردے ہر چیز چل رہی ہے اٹومیٹک چل رہی ہے۔اب یہ پتا ہی نہیں ہے۔کرنٹ کہاں سے آرہا ہے یہ کتنی بڑی شکر کی بات ہے ابھی بیٹھا ہوا ہوں بیٹھے بیٹھے ختم ہو جاؤں تو بہ یہ ایک تفکر جو ہے اس کو کہتے ہیں مراقبہ یعنی وہ تفکر جو انسان اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کرتا ہے وہ تفکر انسان اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے، وہ تفکر جو انسان اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے، اس کو کہتے ہیں مراقبہ اور یہ جو رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی غار حرا میں اس پر عمل کیا اور اس عمل کے نتیجے میں رسول اللہ ﷺ کے پاس غار حرا میں جبرائیل تشریف لائے اور ...اقرا بسم ربک خلق...اور حضرت جبرائیل قرآن شریف لے کر نازل ہوئے اس تفکر سے انسان کائنات کے مخفی گوشوں کو تلاش کرتے ہیں۔

انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے جو روح کام کر رہی ہے نظر اس روح کو ڈھونڈ لیتی ہے رسول اللہ ﷺ کی نسبت تو ویسے ہمیں حاصل ہے۔جب ہم غور و فکر کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے غور و فکر کے عمل کو اپناتے ہیں۔ان کی سنت پر عمل کرتے ہیں تو ہمیں رسول اللہ ﷺ کی جو نسبت ہے اس کا ادراک ہو جاتا ہے۔تو مراقبہ ایک عمل ہے فکر کرنا غور کرنا اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ تمام طرف سے اپنا ذہن ہٹا کر آنکھیں بند کر کے بیٹھ جائیں اور یہ تصور کریں کے آسمان سے نیلی روشنی آرہی ہے اور وہ دل میں جذب ہو رہی ہے روشنیاں آپ سرخ بھی کر سکتے ہیں پیلی بھی کر سکتی ہیں، جی نیلی ہی روشنی کیوں نیلی روشنی کا مراقبہ اس لئے ابتدائے دور میں کرایا جاتا ہے۔کہ

www.ksars.org

انسان کا ذہن بلندی کی طرف مائل ہو آسمان بھی نیلا ہے تو جب آپ یہ خیال کریں گے کے آسمان سے نیلا رنگ آرہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا جو شعور ہے، زمینی شعور زمین سے لیکر اعلیٰ کی طرف اس کا رتبہ ہے آسمان کی طرف، غیب کی دنیا کی طرف اللہ کی طرف اس کا وجود ہے اور مراقبہ کرنے سے پہلے گیارہ دفعہ یاحیی یاقیوم اور گیارہ دفعہ دورود شریف پڑھ لیں گھر میں جب آپ لوگ مراقبہ کریں تو سو دفعہ دورود شریف پڑھیں سو دفعہ یاحیی یاقیوم پڑھیں مراقبہ کی مدامت کریں۔

مراقبہ پابندی کے ساتھ کریں سونے سے پہلے کریں انشااللہ اس سے بھی بہت بڑا فائدہ ہوتا ہے اور انسان پریشانیوں بیماریوں سے اس کو محفوظ فرمادیتا ہے۔ گیارہ دفعہ دورود شریف گیارہ دفعہ یاحیی یاقیوم پڑھ کر آنکھیں بند کر کے بیٹھ جائیں اور یہ تصور کریں کے آسمان سے نیلی روشنی آرہی ہے۔ مراقبہ اختتام۔

www.ksars.org

تصوّف ہیں ورکشاپ ٹریننگ کا بہترین طریقہ ہے (ڈاکٹر رشید)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ انا...

اس بابرکت اور باسعادت محفل میں جناب محترم عظیمی صاحب شرکائے محفل اور خاص کر علم کے متلاشی، تصوّف کے متلاشی، غور و فکر کے متلاشی، خواتین و حضرات السلام و علیکم میرے لئے یہ بات انتہائی فکر اور خوشی کی بات ہے کہ جناب عظیمی صاحب نے اپنی عظمت کا مظاہرہ فرماتے ہوئے مجھے اس عظیم محفل میں شرکت کا موقع دیا۔ جس کے لئے میں دل سے ان کا شکر گزار ہوں۔ اس وقت مجھے تصّوف پر تقریر تو نہیں کرنی اگرچہ دل چاہتا ہے۔ لٹریچر تو ہمارے پاس بہت ہیں۔ آپ کو بہترین مقرر ملیں گے بہتر لٹریچر ملے گا جس چیز کی کمی ہے اس پر عمل ہے یعنی اس کو ہم عملی اپنا رہیں یا نہیں، یقین کیجئے تصّوف پر بہت لٹریچر ہے، اخلاق پر بہت لٹریچر ہے، سیرت پر بہت لٹریچر ہے، لیکن کیا ہم اپنی چیزوں کو اپنی صورت کو اس کے مطابق بنا سکیں، کیا ہم رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں ہم اپنے آپ کو ڈھالنے کی کوشش کر سکیں، کیا اولیاء اکرام اور صوفیاء اکرام کی حیات اور اصلاح کے لئے ہم اپنے آپ کو تیار کر سکیں، اگر ہم یہ کام کر لیں تو بہت بہتر ہے۔

یہ جو مراقبے کا سسٹم ہے اور یہاں جو نظام ہے یقین جانئے یہ دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی اور اس بات کی خوشی ہم نے اپنے تمام معاملات میں بڑے سے بڑے جلسوں میں اولیاء اکرام نے اس ملک کی زیادہ ایک اہم آبادی کو نظر انداز کر دیا۔ یعنی خواتین کو، مجھے خوشی یہ ہوئی کے یہاں پر مرد اور خواتین دونوں اس کام میں آگے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے اس کا ایک منطقی عمل ہے۔ اگر ہم کسی مرد کی تربیت کرتے ہیں تو ہم ایک ذات کی تربیت کرتے ہیں۔ لیکن اگر ہم کسی خاتون کی تربیت کرتے ہیں تو ہم ایک فیملی کی تربیت کرتے ہیں اور ہم آئندہ نسلوں کی تربیت کرتے ہیں۔ اس لئے کے بچوں کی پرورش انہوں نے کرنی ہے۔ جس انداز سے یہ ریسرچ ہو رہی ہے، تحقیق ہو رہی ہے۔ یقین جانئے جو اللہ تعالیٰ جو فرمان ہے...افلا تعقلون افلا تفکرون...اس کے لئے ہم جو توجہ نہیں کر رہے ہیں ہماری ناکامی کا ایک سبب یہ بھی ہے۔

اور سلسلہ عظیمیہ میں یہ جو کام شروع کیا گیا در اصل خیال ہے کہ یہ یونیک ہے اور اس طرح جس کو آگے بڑھنا چاہئے۔ اگر ہم اسکو اس طرح نظام تعلیم کو دیکھ لیں تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ ہم بغیر پلاننگ کے چل رہے ہیں۔ ہم اسلامیات کی تعلیم ڈگری دے رہے ہیں۔ کیا ہم اب طلبہ میں اسلام کی روح پیدا کر رہے ہیں۔ یقین جانئے جب تک وہ روح پیدا نہیں ہو سکتی جب تک آپ انہیں پریکٹکلی نہیں بتائیں گے ۔ جب تک آپ اولیاءاللہ کے واقعات کے ساتھ ساتھ اولیاءاللہ کی ان کو صفات کو آشنا نہیں کریں گے۔ قرآن کریم میں لوگ عام طور پر یہی کرتے ہیں...الاانا ھوالاخوف...یکفرون...اس کے بعد اسٹاپ کر دیتے ہیں۔ اگلا حصہ نہیں پڑھتے۔ حالانکہ اگلا حصہ اس کی تشریح ہے

www.ksars.org

یہ اولیاءاللہ کون ہیں...الذین امنو وکانو...اے اللہ پر ایمان لانے والوں اور احتیاط کرنے والوں معاف کیجئے گا۔میں یہ تافون کا ملا کیا نہیں کرتا اور جیسا کہ ابھی قبلہ عظیمی صاحب نے فرمایا کہ اہل ایمان کو کس قسم کا ڈر نہیں ہوتا۔

اللہ نے تو خود کہیں دیا کہ پہلے حصے میں کہ نہ انہیں خوف ہے نہ انہیں ڈر ہے تو پھر وہ کیسے۔اصل یہ ہے کہ صرف آپ اللہ کی ذات کے بارے بیں سوچنا شروع کردیں اور جیسا کہ اس رسالے میں حضرت نانا تاج الدین ناگپوریؒ کے رسالے میں ایک لفظ جو 'اناء' کا ذکر انہوں نے کیا ہے آپ اس پر غور کریجئے۔یقین جانئے تمام مسائل حل ہونگے یعنی اہل حق کہنے والا تو سمجھ رہا ہے میں کیا کہہ رہا ہوں لیکن سنے والے علم نہیں رکھتے تھے، سوچ نہیں رکھتے تھے، علم نہیں رکھتے تھے، انہوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ انہوں نے اہل حق کیوں کہا وہ یہ سمجھے انہوں نے اپنے آپ کو اہل حق کہے دیا حالانکہ حقیقت یہ ہے اگر ہم اہل حق کی تجزیہ کرلیں اور عناصر کا تجزیہ کرلیں تو بات پوری ہوجاتی ہے۔کہ سرجل حق جب ہم نماز پڑھ کر آرہے ہیں تو حضرت نے فرمایا کہ پوچھا گیا خدا کہاں ہے اس کا بڑا آسان جواب فرمایا کہ خدا کہاں نہیں ہے ایسی جگہ بتادیجئے جہاں اللہ تعالیٰ نہیں ہے۔

تو بات واضح بھی ہوجائے گی تو یہ جو تصّوف کا ٹریننگ کا سلسلہ جو شروع ہوا گیا ہے یقین جانئے اس سے بہتر اصلاح کا کوئی طریقہ نہیں۔آج ہمارے برصغیر ہندوپاک نے اسلام کی جو روشنی ہے وہ صوفیاء اکرام کے طفیل ہے، وہ اولیاء اکرام کے طفیل ہے اور اس کی وجہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ان کی محفل میں مسلم غیر مسلم دونوں آگے ہیں۔مسلمان اپنے ایمان کو تازہ کرتا ہے اور غیر مسلم ایمان لینے آتا ہے اور اس کی بنیادی وجہ کیا تھی ان کا کیریکٹر تھا، ان کا کردار تھا، ان کے قول وفعل کی یکسانیت تھی، ان کے قول و فعل میں تضاد نہیں تھا، آج اسلام کو کس چیز کی ضرورت ہے؟، جس تبلیغ کی ضرورت ہے کہ ہم نوجوان تیار کرے ان کو یہ بتائے کہ ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں۔ان کو تحقیق کی دعوت دیں۔اسلئے دنیا جو ترقی کررہی ہے ہم بیسویں اکیس ویں صدی کی بات کررہے ہیں اس میں قرآن کریم نے تو واضح کردیا اس نے کہا کہ لَیسَ الانسان للہ...آپ کا مسلمان ہونا کافی نہیں ہے اصل چیز یہ ہے کہ آپ ظاہر کیا کر رہے ہیں آپ کوشش کیا کررہے ہیں۔

اگر کوئی بھی انسان خواہ وہ مسلم ہو، غیر ہو، یہودی ہو، عیسائی ہو، اگر وہ کوشش کرے گا۔اللہ اسے کامیاب دے گا۔یہ اللہ کا وعدہ ہے۔تو ہماری بدقسمتی یہ ہوگی کہ اس فیلڈ بیں باقی لوگ جو کوشش کریں وہ ہم نہ کریں۔آپ تھوڑی دیر کے لئے پوری کائنات کا ذرا جائزہ لے لیں اور اس میں دیکھیں کے اس میں جو بھی سائنسی ترقی ہورہی ہے، جو بھی ٹیکنالوجی کی ترقی ہورہی ہے، کیا وہ قرآن میں نہیں ہے؟فرق یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو اس پرت پر مطالعہ کرنا چھوڑ دیا ہے ہم صرف اس لئے قرآن کریم کا مطالعہ کررہے ہیں کہ ہمیں تیس نیکیاں مل جائیں گی، دس نیکیاں مل جائیں گی بالاشبہ نیکیاں آپ کو مل جائیں گی۔لیکن اس کا اثر بھی آپ کا ہوگا؟اس کی سیدھی سی مثال ہے آپ کو ڈاکٹر نسخہ لکھ کردے دیں۔آپ اپنے سامنے اور اس وقت خرید کے رکھ لیجئے اور صبح سے شام تک پڑھئے گا اس میں وٹامن A سے لیکر z موجود ہے جس میں یہ انرجی موجود ہے۔

جس میں یہ انرجی موجود ہے لیکن جب تک اس کیا قطرہ آپ کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔اس کا اثر آپ کو نہیں ملے گا۔آپ جتنی چاہے تعریف کریں تو قرآن کریم کی تلاوت سے ہمیں ثواب میں انکار نہیں کرتا ثواب مل جاتا ہے لیکن کیا آپ کی زندگی بدلتی

www.ksars.org

ہے۔زندگی تو اس وقت بدلے گی جب آپ اس میں غور و فکر کریں اور غور و فکر کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ مراقبہ کریں۔آپ تنہائی میں بیٹھیں اور سوچیں تمام انبیاء کو دیکھ لیجئے کوئی ایسا پیغمبر آپ نہیں بتا سکتے کہ جس کی اللہ تعالیٰ نے نبوت سے پہلے تربیت نہیں کی ہو۔قرآن کریم نے کہا...اللہ ھوالا...کہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ کس کو پیغمبری دینی ہے لیکن ہر پیغمبر کی زندگی دیکھئے کہ پیغمبری ملنے سے پہلے نبوت ملنے سے پہلے اس نے مراقبہ کیا،اس نے غور و فکر کیا،اس نے توجہ کی،اس نے سوچا،اس نے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو ذمہ داری عطا فرمائی۔

خواہ وہ موسیٰ علیہ السلام کا توریت پر ہو،کوئی خطبے پر ہو،حضور علیہ السلام کا غار حرا میں ہو،یہ سب چیزیں ہمیں یہ بتاتی ہیں کہ اصل تربیت ہے اور یہ ادراہ سلسلہ عظیمیہ واقعی قابل ادارہ ہے اس نے وہ مشن شروع کیا ہے۔جو ہمیں بہت پہلے شروع کر دینا چاہئے۔آج ہماری نوجوان نسل کو جس چیز کی ضرورت ہے وہ یہی کے ہم اپنی اصلاح کس طرح کر سکتے ہیں۔ہم کہے دینگے کہ ہم بچوں کے ہاتھ سے کلاشن کوف لیکر ان کے ہاتھ میں قلم دے دینگے۔تو قلم دینے سے تو بہت سارے مسائل حل نہیں ہونگے۔اس قلم سے تو ناول بھی لکھا جا سکتا ہے۔اس قلم سے کہانی بھی لکھی جا سکتی ہے اور اس قلم سے اخلاق کی باتیں بھی لکھی جا سکتی ہیں۔اخلاق کی باتیں اس وقت لکھی جائیں گی جب آپ بااخلاق بن جائیں اور جب وہ بااخلاق بن جائے گا پھر وہ اپنے قلم کو اس کے لئے استعمال کرے گا تو حقیقت یہ ہے کہ ہمارے اسلامی نظام میں ہماری نماز میں،ہمارے روزے میں،ہماری زکوٰۃ میں،ہمارے جہاد میں،جو سب سے اہم چیز ہے وہ یہ ہے کہ اس میں خوشی اور حدود کس حد تک ہے۔

تو ہم اس کے حق تو ادا کر رہیں ہیں یا نہیں اور وہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ ہمارا غور و فکر صحیح ہو،ہماری سوچ صحیح ہو،ایک مثال میں آپ کو دیتا ہوں کہ ایک مرید نے اپنے پیر صاحب سے فرمایا کہ حضرت میں نے ایک مکان بنایا ہے۔آپ آیئے اس کی ابتدا کر دیں۔بڑی با برکت بات ہوگئی۔وہ گئے مکان دیکھا اور کہا کہ یہ آپ نے وسٹ اوپن کھڑکی کیوں رکھی،وسٹ اوپن رکھا ہے تو کھڑکی کیوں رکھی تو اس نے کہا صاحب ویسٹ اوپن میں ہوا آنی چاہئے تو انہوں نے فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہوئے کہ میری تربیت کا تم پر کوئی اثر نہیں ہوا ارے بھائی تم یہ غور کر لیتے یہ فکر کر لیتے کہ یہ کھڑکی میں نے اس لئے رکھی ہے کہ آذان کی آواز آئے گی اور میں وقت پر ادا کروں گا تو ہوا کو آنے سے کون روک سکتا تھا تو خود ویسٹ اوپن ہے ہی تو آدمی اس چیز کی ضرور فکر کریں کہ ہم غور و فکر کریں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کیا ذمہ داری دی۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہترین امت کنڈیشنری ہی بنایا ہے ان کنڈیشنز نہیں بنایا ہے...ہم کریں گے تو ہم پہلی امت ہیں قرآن اٹھا کر دیکھ لیجئے اگر نیکی کو پھیلانے اور برائی کو روکنے کی کوشش نہیں کریں گے۔تو ہم بہترین امت ہونے کا دعوہ نہیں کر سکتے اور نیکی کو پھیلانا اور برائی کو روکنا کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ہم نیکی لیں اور نیکی کو سمجھنے کے لئے پہلے ہم غور و فکر کریں اور جب غور و فکر کریں گے تو قرآن کریم کا یہ معجزہ ہے کہ آپ کے سامنے چیزیں آتیں جائیں آپ کے سامنے چیزیں آتیں جائیں۔آپ کا ذہن وسیع ہوتا جائے،اور آپ اس کائنات کو سمجھتے جائیں،اور اپنے آپ کو سمجھتے جائیں اور بہترین طریقہ یہ ہے آپ نے اپنے آپ کو سمجھیں گے تو سمجھیں کائنات کو سمجھ لیا جس نے اپنے آپ کو سمجھ لیا اس نے اللہ تعالیٰ کو سمجھ لیا اس نے کائنات کو سمجھ لیا تو مختصر میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

www.ksars.org

جو آج میرے تاثرات یقین جانئے وہ الفاظ میں بیان میں خود ہی یہ سوچ رہا ہوں کہ میں نے اب جو بھی صفحوں پر لکھا ہے۔ کیا میرے پاس پریکٹیکل کوئی ہے۔ جب پیچھے مڑ کے دیکھتا ہوں تو مجھے کچھ اپنے پاس نظر نہیں آتا کہ کیا اس کتاب کا اثر پڑھنے والے پر ہوا یا نہیں جب تک وہ میری زندگی میں انقلاب نہیں آئے گا عظیمی صاحب نے یہ انقلاب پیدا کرنے کے لئے یہ سسٹم شروع کیا ہے اور یہ جو مثلاً ہم بیان کر تے ہیں کہ جنگل میں منگل کر دیا ہے تو آج جو واقعی احساس ہوا۔ ان نوجوان بچوں کو دیکھ کر بچیوں کو دیکھ کر یہ کس طرح موجود ہے ہمارے معاشرے میں غور و فکر کی سمجھنے کی تڑپ پیدا ہونی چاہئے تڑپ پیدا کرنے والا ہونا چاہئے اور مجھے خوشی ہے اور اس بات کا اطمینان ہے اللہ کا شکر ہے کہ عظیمی صاحب نے نوجوانوں میں یہ تڑپ پیدا کر دی ہے اور ہماری اس تڑپ میں برکت دے اور انشااللہ ہم اپنی جامعہ میں بھی عظیمی صاحب کو تکلیف دیں گے۔

ان کو بلوائیں گے تا کہ وہ ہمارے بچوں کو یہ بتائیں کہ جو کچھ تاریخ ہمیں دے رہی ہیں اس کو پریکٹیکلی اپنانے کے لئے انہیں کیا کچھ کرنا چاہئے۔ اور انشااللہ ان کی کتابوں کا مطالعہ کریں گے اور اپنے طلبہ کو بھی کہے گے کہ اس کتاب کا مطالعہ کریں اور ہمیں سب کچھ مل کر کرنا ہے اور یقین جانئے اس معاشرے میں اصلاح نہیں ہو سکتی۔ جب تک ہم اولیاء اکرام کی زندگیوں کو سمجھنے کی کوشش نہیں کریں گے ۔ جو انہوں نے کیا ہم اس کو سمجھ لیں ان کے نقش قدم پر چل لیں۔ یقین جانئے ہمارے معاشرے کی اصلاح ہو جائے گی۔ اس لئے کہ ان کے قول و فعل میں اختلاف نہیں تھا۔ ہمارا جو معاشرہ تباہ ہو رہا ہے وہ اس ہی لئے کہ ہمارے جو طفیل ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے قول و فعل ہیں یکسانیت پیدا کر دے اور اپنے معاشرے کی اصلاح کرنے کی کوشش عطا فرمائے۔ اور آخر میں، میں عظیمی صاحب کا اور ان کے صاحب زادے کا اور تمام آپ حضرات و خواتین کا گزار ہوں کہ آپ نے اس بابرکت محفل میں مجھے موقع دیا کہ میں حاضر ہوں اور آپ کی باتیں سنوں اور یقین جانئے میں یہاں سے بہت کچھ سیکھ کر جا رہا ہوں۔

بس آپ سے گزارش ہے کہ دعا کریں کہ جو کچھ میں لیکر جا رہا ہوں اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ اختتام

www.ksars.org

سوال: تخلیق علم کے علاوہ کچھ نہیں ہے

گرامی قدر عظیمی محترم بہنوں اورجان سے عزیز شاگر دبچوں اور بچیوں آپ اس سلسلے میں یہاں تشریف لا ئے ہیں اس کا منشاء یہ ہے کہ ہم جو بھی کچھ سیکھنا چا ہتے ہیں اور جو کچھ سیکھ سکتے ہیں اس علم کو حاصل کرنے کے بعد لوگوں تک پہنچا نا چا ہتے ہیں یہ سیکھنا اور سیکھا نا ازل سے شروع ہوا ابد تک قائم رہے گا ۔اللہ تعالیٰ نے جب یہ کائنات بنا ئی تو اصل میں کا ئنات کا جو تصور ہے وہ یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ کا علم جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے محفوظ کرلیا تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے پھیلا نا چا ہا یہ ساری تخلیق اگر سوچا جا ئے ، تفکرکیا جا ئے تو یہ ساری تخلیق ہی علم ہے ۔ تخلیق کا کوئی بھی پہلو آپ سامنے رکھیں اور اس پر غور کریں تو وہ پہلو علم کے علاوہ آپ کو کچھ بھی نظر نہیں آئے گا مثلاً آپ درخت کے بارے میں سوچنا شروع کر دیں وہ ایک مکمل علم ہے ایک بیج ہوتا ہے ننھا سا بیج اس ننھے سے بیج میں اتنا بڑا درخت ہوتا ہے اگر اس بیج کی جسامت کو سامنے رکھ کر درخت کا تصور کیا جائے تو عقل حیران ہو جا تی ہے اور کسی طرح یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اس ننھے سے بیج میں اتنا بڑا درخت کس میں چھپا ہوا تھا ۔

برگدکا درخت آپ نے کبھی دیکھا ہو گا اس کابیج خشخش کے دا نے سے چھوٹا ہوتا ہے لیکن اس خشخش کے چھوٹے سے دانے میں اگر آپ کے پاس کوئی ایسی تر کیب ہو کہ اس کے اندر آپ جھا نک لیں یا دیکھ لیں تو اس ننھے سے بیج میںآپ کوایسا درخت نظر آئے گا کہ جس درخت کے نیچے ہزار پندرہ سو آدمی آرام سے بیٹھ سکتے ہیں لیٹ سکتے ہیں سو سکتے ہیں تو یہ بھی ایک کام ہے ایسے ہی پا نی ہے، پانی بھی ایک مکمل علم ہے۔آکسیجن ہائیدروجن یہ تو کہنے کی باتیں ہیں بس طے کرلیا گیا ہے کہ آکسیجن اورہا ئیڈروجن سے پا نی بنتا ہے دیکھئے نا اگرآکسیجن ہائیدروجن سے پانی واقعہ بنتا ہے تو خشک سالی کاعلاج ہوتا یہ کبھی نہیں آتی۔ یہ ساری دنیا میں خشک ہو جا تی ہے کہر پڑتا ہے۔ تو معلوم ہوگیا اس فارمولے سے ہا ئیڈروجن اور آکسیجن سے پا نی بنتا ہے تو آپ اس فا رمولے سے زمین میں پانی کیوں نہیں پیداکر لیتے آسمانوں سے پانی بر سا کیوں نہیں دیتے ،تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں یہ علم تو ہے اس علم کی کوئی ایسی بنیاد نہیں ہے جس بنیاد ہو ہم یہ کہے کہ یہ حقیقی بنیاد ہمیں فراہم کی گئی ہے۔

جب آکسیجن اور ہائیڈروجن کوملا تے ہیں تو پانی کی طرح کوئی چیز بن جا تی ہے اس کو کہاپا نی بن گیا وہ نہ پینے میں استعمال آتا ہے نہ درختو ں کے پینے کے استعمال اگر وہ استعمال آسکتا ہے تو خشک سالی کا مسئلہ تو حل ہو جا نا چاہئے پھر آپ کہتے ہیں آکسیجن کا بھی علم ہمیںحاصل ہے ابھی تک آکسیجن کی کوئی تعریف تو بیا ن نہیں ہوئی۔اب کہتے ہیں آکسیجن ہوتی ہے اور جتنے گیسیز ہیں بے شمار اسی صورت سے آکسیجن میں ایک گیس دریا فت ہوئی ہے اس

www.ksars.org

کانام رکھ لیا گیا ہے اور اس آکسیجن کا علم یہ ہے کہ وہ آدمی کوزندہ رکھتی ہے اگر آکسیجن نہیں ہو گا تو آدمی زندہ نہیں رہے گا ۔تو آدمی کا مشاہدہ یہ ہے کہ ایک آدمی مر گیا اس کی میت میں دس آدمی موجود ہیں بیس آدمی موجود ہیں پو را خاندان موجود ہے تو ایک آدمی مر گیا ، با قی سب زندہ ہیں ایک اس آدمی کے لئے گھر میں ٹنوں کے حساب سے آکسیجن ہے ایک آدمی کے لئے وہ ختم ہوگئی آکسیجن سے آدمی زندہ ہے تو اس آدمی کو مر نا نہیں چا ہئے آکسیجن تو وہاں موجود ہے اور اگر آکسیجن وہاں موجود نہیں ہے تو بیس آدمی کیوں زندہ ہیں بیس آدمی زندہ ہیں ایک آدمی مر گیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس لئے مر گیا اس کو آکسیجن نہیں ملی ۔

تو کہاں سے نہیں ملی آکسیجن تو موجود ہے آکسیجن میں تو غبا رہ بھرا ہوا ہے آکسیجن تو ہے کہ آکسیجن سے آدمی زندہ رہتا ہے لیکن یعنی نہیں ہے کہ بیس آدمی کیوں زندہ ہیں اور وہ کیوں مر گیا تو اب جب آکسیجن کاذکر آگیا تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آکسیجن بھی ایک مکمل علم ہے اس کو تلاش کرنے کی کوشش کی گئی لیکن اس کی جو کنہہ ہے اس کی جو حقیقت ہے اس کی جو وہاں تک ابھی انسانی شعور نہیں پہنچا تو جتنا بھی آپ غوروفکر کر یں گے ۔ پر ندے ہیں اب نظام یہ ہے کہ یہ نوع دو پیروں سے دو ہاتھوں سے چلتی ہے اب انسان ہے دو پیروں سے چلنے والاجا نور اس کے دو نوں ہا تھ کاٹ دیں پھر دیکھیں کیسے چلتا ہے دونوں ہاتھ کاٹ دیں آدمی نہیں چل سکتا کوئی بھی نہیں چل سکتا جیسے ہی چلے گا گر جا ئے گاتو اس کا مطلب ہے چلنا بھی ایک قانون ہے دوپاوں کو بیلنس کرنے کے لئے دو ہاتھوں کاہو نا ضروری ہے دو ہا تھ جب دو ٹانگوں کو بیلنس کر یں گے اس کا نام چلنا یا اس کا نا م رفتا ر ہے۔

جتنا آپ تیز دو ڑایں گے اس کی مناسبت سے آپ کے ہاتھ بھی جلدی جلدی چلیں گے پیر بھی جلدی جلدی چلیں گے آپ کسی آدمی کو کھڑا کر دیں اس کے دو ونوں ہاتھ باندھ دیں اور اس سے کہے بھاگ تو دس قدم پر ہی گر جا ئے گا نہیں بھا گ سکتا تو اس کامطلب یہ ہے کہ چلنا جو ہے دو ہاتھ ہوں دو پیر ہوں اب آپ پر ندوں کو دیکھیں پرندوں کے اگر آپ پر کاٹ دیں اڑ نا تو کیا وہ چلنے سے بھی رہے جائیں گے معذور ہو جا تے ہیں اس کا مطلب ہے کبھی آپ نے کبوتر کو دیکھا ہو گا ان کے پاس دو پرایسے ہوتے ہیں اڑ کر یوں کھڑے ہو جا تے ہیں اور با لکل بیکار نہ وہ چل سکتا ہے نہ اڑ سکتا ہے سیدھی سی بات ہے اس کے دو پیر دو ہاتھ ہیں دو ٹانگیں دو ٹا نگیں ہیں جس طرح انسان کے ہاتھ با ندھ دو، وہ نہیں چل سکتا اسی طرح کبوتر کے پر با ند ھ دو وہ نہیں چل سکتااب آپ کہے رینگنے والے کیڑے ہیں ان کے تو ہاتھ پیر نہیں ہو تے ان کے ہاتھ پیر وہ ہیں ان کا جو پیٹ ہے اس کے اندر اللہ تعالٰی نے اس قسم اعضا کے رکھ دیئے ہیں اس کی موجودگی یہ ہے اس میں رینگنے کی صلاحیت ہے کہ جب وہ رینگتے ہیں‌تو بالکل ان کی چال کواور انسان کوچال کو آپ موازنہ کریں‌تو ایک سی چال۔

www.ksars.org

انسان سیدھا کبھی نہیں چلتااچھا ایک لائن ڈال دو پوری اور اس کو چلنا ہے وہاں تک تو اس کی چال دیکھو کیا ہو گی اور تھوڑی دیر میں جا کر تھک جائے گا بغیر اس لا ئن کے ہوسکتا ہے رینگنے والے کیڑے میں اللہ تعالی نے ایسی صلاحیت پیدا کر دی ہے اللہ تعالیٰ نے جب وہ چلتا ہے تو اس کی جو پیٹ ہے پیٹ کے نیچے جو عضلات ہیں وہ ہاتھ اور پیروں کے قائم مقام کام کر تے۔ یہ جب آپ غور کریں گے تو کوئی چیز آپ کوایسی نظر نہیں آئے گی جس کو آپ یہ کہے گے اس کے پیچھے کوئی علم نہیں۔ ستارے ہیں، ستا رے آسمان پر چمکتے ہیں چا ند ہے اس کاایک علم ہے ،سورج ہے اس کاایک علم ہے ، کہکشانی نظام جس کو آپ گلیکسی کہتے ہیں اس کاایک علم ہے، حساب کاعلم ہے ، کتاب کاعلم ہے ،معاشیات کا علم ہے ،معاشیات سے آزاد ہو وہ بھی ایک علم ہے تو یہاں آپ کو علم کے علاوہ کوئی چیز نظر نہیں آسکتی اب یہی علم ہے تو علم کو سیکھانے والے بھی ہو نے چا ہئے علم سیکھنے والے بھی چا ہئے۔

تو سیکھنے والے طلب علم کو طلبہ اسٹوڈنٹ کہاجا تا ہے اور سیکھا نے والے کو استاد کہتے ہیں ۔ ٹیچر کہتے ہیں اس کا جو بھی نام رکھ لیں اب یہ کہانی شروع ہوتی ہے کائنات سے تو اللہ تعالیٰ نے کائنات بنا ئی، کا ئنات میں افضل تر ین مخلوق انسان کو بنایا، لقد خلقنا انسان فی احسن تقویم...ثم رددنہ اسفل سافلین ...ہماری بہترین صناعی بہترین تخلیق انسان ہے ثم رددنہ ...لیکن جا ہل ہے پڑھا لکھا نہیں ہے ثم رددنہ ...گڈھے میں گرا ہوا ہے جی گڈھے میں جاہل ہی آدمی گر تا ہے پڑ ھا لکھاآدمی تو گڈھے میں نہیں گر تا ۔ ایک آدمی ہے اس کو گڈھے کا علم ہی نہیں ہو گا وہ گر جائے گا ایک آدمی کو یہ علم ہے یہ گڑھا ہے میں اس کے اندر ذرا سا بھی گر جا ئوں گا بچوں گا نہیں تو جتنے لوگ اسفل سافلین میں پڑے ہو ئے ہیں اس کامطلب یہ ہے وہ جا ہل ہے اور انسان ہماری بہترین صنا عی اور ابھی اس نے علم نہیں سیکھا اس لئے وہ خسارے میں ہے، نقصان میں ہے تو اللہ تعالیٰ جو ہے خالق بھی ہے اللہ تعالیٰ مالک بھی ہے، اللہ تعالیٰ رب بھی ہے، خاص عالمین کا رب ہے اللہ تعالیٰ لوگوں کاہی رب نہیں ہے یہاں تک سات ارب دنیا ئوں کا بھی رب ہے ۔

تو رب بھی ہے اور استاد بھی ہے تو جب اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات تخلیق کی اور انسان کوافضل قرار دیا تو اللہ تعالی نے یہ طے کیا کیوں‌کہ افضل ہے تو اس کی فضیلت اس بات سے ثابت ہو گی کہ اس کو علم سیکھا جا ئے اور آدم علیہ السلام کو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے علم سیکھا یا ۔ علم سیکھا نے کے بعد کہ بھئی فرشتے سجدہ کرو، کیوں سجدہ کرو؟

بھئی آپ تو سجدہ کر رہے ہیں اس لئے سجدہ کرو وعلما انسان معلم یعلم ...کیوں کہ یہ جا ہل تھا پڑھا لکھا نہیں تھاہم نے اس کو علم سیکھادیا وعلماانسان معلم یعلم...وہ یہ علم نہیں جانتا تھا ہم نے اس کو سیکھا دیا ہے کہنے لگے علم تو ہمیں بھی آتا ہے تو انہوں نے کہا ٹھیک ہے اگر جو تمہیں یہ علم آتا ہے جو ہم نے اس کو سیکھا دیا ہے تو بیان کرو

www.ksars.org

بتاؤ کیوں کہ وہ علم تو انسان کو اللہ تعالیٰ نے سیکھا دیا تھا وعلما انسان معلم یعلم ...فرشتے کو نہیں آتا تھا اب اللہ تعالیٰ نے کہا آدم سے بھئی اب تمہیں ہم نے جو علم سیکھا یا ہے تمہیں بتا ئو وعلما انسان معلم یعلم...جو علم ہمیں نہیں آتا تھا وہ ہم نے تمہیں سیکھا دیا ہے تمہیں نہیں سیکھا یا اب وہ تصدیق کر نا چاہتے ہیں اطمینان کر ناچا ہتے ہیں کہ وہ کون سا علم ہے جو فرشتوں کو حاصل نہیں ہے انسان کو حاصل ہو گیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہاب ان کو علم سیکھا ئو یا ان کو پڑھ کر سنا ئو۔

۔قالو سبحان ...کیا ہے بھئی کیا ہے وعلما آدم لاسماء ...کہ ہم نے تمہیں اپنی تخلیقی فا رمولوں کا علم سیکھا دیا ہے ۔ وعلماء آدم الاسماء ...کہ ہم نے آدم کوآسماء سے مراد صفت تو اللہ تعالیٰ کی صفت خالق کے تخلیقی فارمولے اللہ تعالیٰ کہتے ہیں ہم نے تمہیں تخلیقی علم سیکھا یا ہے وہ تم بیان کرو آدم نے وعلما آدم لاسمائ...ثم الاملا ئکہ ...فرشتوں کوسامنے بیٹھا کر کھڑا کرکے آدم سے کہا جو تمہیں علم سیکھا یا ہے اپنی صفات کا، تخلیق کا ، وہ انہیں تم بتا ئو آدم نے وہ علم بتا دیئے فرشتوںنے جب وہ علوم سنا تو وہ قالو ...انہوںنے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہم یہ علم نہیں جا نتے ہم یہاں لاکھوں کروڑوں سال سے عبادت کر رہے ہیں آپ کی نظامت میں کارندے ہیں، آپکے کارکن ہیں، آپ کے غلاموں میں ہیں جوکچھ آپ کہتے ہیں کرتے ہیں جہاں کھڑا کر دیا وہاں کھڑے ہیں۔ جہاں سجدے میں ڈالدیا وہاں سجدے میں ہیں۔

یہ کون سا علم ہے جو نہیں آتا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں تم کہتے تھے نا کون سا علم سیکھا دیا یہ تو بڑا خون خرابہ کرے گا فساد بر پا کر دے گا اور آپ کی نیا بت کے فرا ئض کس طرح انجام دے گا آپ بتا ئو کچھ اگر تم سچے ہو تو بتا ئو تمہیں یقین آجا ئے قالا انی علمو معلایعلا...فرشتوں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ سچے ہیں، بیشک ہمیں یہ علم نہیں آتا جو آدم نے ہمیں پڑھ کر سنا یا ہے یا جو آدم نے جس کے یقین شدہ کیا تخلیقی فا رمولوں کے بارے میں آپ نے جو آدم کو علم سیکھا دیا ہے وہ ہمیں نہیں آتا اور فرشتوں نے آدم کی حاکمیت کو قبول کرلیا تو دو سرا وہ شیطان نے قبول نہیں کیا او ر مردود ہو گیا اور یہ بات وہی ہے ، جب تک آدم کواللہ تعالیٰ نے علم نہیں سیکھا یا ،آدم مسجود ملا ئکہ نہیں بنا۔ جب تک آدم کو اللہ تعالیٰ نے علم سیکھا نے کے بعد آدم سے وہ علم نشر نہیں کروادیا فرشتوں کے سامنے ، تو فرشتوں کواطمینان جب ہوا جب آدم نے وہ علم اللہ تعالیٰ کو بتا دیئے ۔

اب آپ یہ آیت پڑھیں وعلما الانسان معلم یعلم...ہم نے انسان کو وہ علم سیکھا دیا جو وہ نہیں جانتا تھا مختصر بات یہ ہے کہ ساری کائنات علم ہے کائنات کا ہر ذرہ علم ہے ایٹم کیا ہے ایٹم اگر علم نہیں ہے تو اس کے اندر توانائی اور انر جی کس طرح تلاش کر یں جس طرح آم کی گٹھلی میں اتنا بڑا درخت ہے ،جس طرح آپ کی گٹھلی میں ہزاروں ہزاروں آم لگے ہو تے ہیں جس طرح آم کی گٹھلی میں ہزاروں پتے ہیں ،جس طرح آم کی گٹھلی میں تختے ہیں ،پٹیاں ہیں ،پا ئے ہیں ایک آم کی گٹھلی میں اس طرح کائنات کے ہر ذرے میں مٹی کا ایک ذرہ برابر اٹھا کر اس کا تجزیہ

www.ksars.org

کریں وہ غلاف ہے اس غلاف پر بھی غلاف ہے کوئی بھی غلاف اٹھالیں، ہم سب پید ا کیسے ہو ئے ایک قطرہ آپ کا، ایک قطرہ ہوتا ہے اگر اس کو دیکھیں تو یہ بھی ایک مکمل اس میں آپ کو بچہ بھی نظر آئے گا اس میں آپ کو کرو سومز نظر آئیں گے تو اس میں آپ کو یہ بھی نظر آجا ئے گا اس بچے کی آنکھیں کیسی ہیں کالی ہیں، کلانجی ہیں،شربتی ہیں آپ کو اس میں یہ بھی نظر آئے گا کہ اس بچے کے بال گنگریالے ہیں۔

سیدھے ہیں آپ کواس میں یہ بھی نظر آئے گا بچہ کمزور ہے ،طاقتورہے ،صداقت ہے معزور ہے تو وہ ایک قطرہ مکمل علم کاکپسول چھو ڑ دے، اب جتنا بڑا کپسول ہے اُتنا بڑا علم ہے اتنا چھوٹا کپسول ہے علم کے علاوہ یہاں کچھ نہیں ہے اللہ تعالی نے قلم سے وہ علوم سیکھا دیا جو تمہارے لئے چھپا ہوا تھا جو تمہار ے لئے پر دے میں تھا اللہ تعالی کیا ہیں اللہ تعالی خود ایک علم ہیں بھئی ہم تو یہ کہتے ہیں اللہ میاں ہیں اس کا کیا مطلب ہوا یعنی ہمیں اس بات کو علم ہے کہ اللہ ہے جب ہم کہتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ ہم اس علم کاتذکرہ کررہے ہیں جس علم میں ہمیں وہ حواس عطا کر دیئے جو حواس دن کو دن کہتے ہیں اور رات کو رات کہتے ہیں ۔اب ایک دھات تانبہ ہے اس بات کا تجزیہ کیا جا ئے گا اس بات میں آپ کو تا نبہ بھی نظر آئے گا ،پتل بھی نظر آئے گا ، نہ معلوم دھاتیں اس میں کتنی آپ کونظر آئے گی اور وہ چھوٹا سے با ریک سے با ریک بال جو ہے آپ کو ایک گھاس کا درخت نظر آئے گا ۔

ہر بال میں نلکے کی طرح جس طرح پا نی اوپر چڑھتا ہے اسی طرح ہر بال میں دماغ سے غذا اوپر کو جاتی ہے جتنی غذا اوپر جا تی ہے اتنا بال بڑا ہوتا ہے جتنی غذا کمزور ہوتی ہے اتنا بال کمزور ہوتا ہے اور گر جا تا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک آدمی کے سر پر ایک ہزار بال ہیں تو اس کا مطلب ہے ہرآدمی کا سر ایک ہزار درختوں کے لئے سر زمین ہے ہر آدمی اپنے سر پر ایک ہزار درخت اگا ئے پھر رہا ہے اب کیسا عجیب درخت ہے نا اس میں لیکن وہ اب زمین کو سنگ لگ جا ئے پو ری پوری کھیتیاں اجڑ جا تی ہیں بر باد ہو جا تی ہیں آپ کے سر پر سنگ لگ جائے خشکی ہو جا ئے مف لگ جا ئے آپ کے بال اس طرح گر جائیں گے جس طرح گھاس گر جا تا ہے آپ ا ن کی حفاظت کریں زمین کو ٹھیک کر لیں جو بھی اس کا طریقہ کار ہو زمین میں آپ مٹی بدلتے ہیں کھا د دیتے ہیں پا نی دیتے ہیں دوایاں ڈالتے ہیں آپ سر کی بھی حفا ظت کرتے ہیں تاکہ بال بڑے بڑے ہوں یہ بھی ایک علم ہے لیکن بال اور بال بھی ایک علم ہے آپ نہ سوچیں نہ دیکھیں نہ ذکر کر یں تو کوئی علم نہیں ہے کائنات کوآپ مختصر لفظوں میں یہ کہے گے کا ئنات کیا ہے علم۔

اب یہ ساری کہ سیارے ہوتے ہیں ستارے ہو تے ہیں کہکشانی نظام ہوتے ہیں عالمین ہو تے ہیں جنت دوزخ فرشتے اعراف برزخ ، دوزخ، عرش کر سی آسمان بے شا رلیکن یہ ہوتے ہیں، اسی وقت ہیں جب آپ کو ان شعبوںکے بارے میں علم عطا ہو اب اللہ تعالیٰ کا نظام کیا ہے پہلے تو اللہ تعالیٰ نے آدم کو بنا یا انسان آدم ہی ہوا نہ

www.ksars.org

اب جب وہ اس کو بنا یا تو دیکھئے علم تھا نہیں، مٹی کی مورتی تھی اس کو آپ یوں سمجھیں آپ ایک مٹی مورتی بنائے اور اس میں کوئی روح نہیں اس مورتی میں ایک کیسٹ چھوٹا سا لگا دیں اور وہ مورتی بولتی چلی جا ئے گی،اب یہ تو بہت ہی سمجھنا آسان ہے سمجھنے نہیں آتی رو نے والی گڑیا بولنے والی گڑ یا ہنسنے والی گڑیا چلنے والی گڑیا تو اب اللہ تعالی نے بھی یہی مو رتی بنا ئی اسمیں اللہ تعالی نے ایک ڈسک ڈال دی کمپوٹر کی زبان میں ، اب کمپوٹر رکھا ہوا ہے اتنا بڑا ڈبہ اس میں آپ پر وگرامنگ سے بھرا ہوا ڈسک ڈالیں تو وہ پر گرام کے مطابق کام کرتا ہے۔

اگر اس کمپیو ٹر کوآدمی کا قائم مقام سمجھ لیں سارا مسئلہ حل ہوجا ئے گا کمپیوٹر کا ایک آدمی ا س کے اندر ایک ڈسک لگا ہوا ہے ، جس قسم کی ڈیسک ڈالی وہ بول رہا ہے اگر گانا ڈال دیا وہ گانا بول رہا ہے اگر اس میں آپ نیت شاعری ڈالی تو شاعری بول رہی ہے ۔اگر اس میں ڈسک میں آپ نے ہر وہ چیز ڈال دی جس صبح سے شام تک آپ کر تے ہیں اور جب آپ اس کو کھولیں گے تو وہ ڈسک بو لے گی پھر آپ کوکمپوٹر کی آواز آئے گی ۔

اب یہ کہ اللہ تعالی نے کمپوٹر بنایا ڈبہ اور ڈبے کے اندر اللہ تعالی نے ڈسک ہی کہتے ہیں نہ کیا کہتے ہیں۔

ڈسک کہتے ہیں نہ وہ ڈسک ڈال دی روح کی اب اس آیت پر وعلاء انسان معلم ...کہ کمپوٹر ایک ڈبہ تھا خالی ہم نے اس کے اندر ایک ڈسک ڈال دی یعنی انسان کو کچھ پتا نہیں تھا جب ہم نے ڈسک ڈالی تو بو لنے لگا جو وہ نہیں جانتا تھا وہ جا ن گیا ہم نے انسان کووہ علم سیکھا دیا جو وہ نہیں جانتا تھا تو اب یہ ساری کائنات بھی علم کے علاوہ کچھ نہیں ہے اللہ خود علم ہے ، جتنے انبیا ء علیہ الصلوٰۃوالسلام تشریف لائے جتنے اولیا ء اللہ آئے ان سب کی پہچان کیا ہے ایک پیغمبر کی اور اربوں کھربوں آدمیوں کی کیا پہچان ہے اربوں کھربوں آدمی وہ علم نہیں جانتے جو پیغمبر جا نتے ہیں او ر حضور پاک ﷺ ہمارے نبی اللہ تعالی ہمیں ان کے نقش قدم پر چلا ئے انسانوں کی طرح پیدا ہوئے انسانوں کی طرح جوان ہو ئے بلکہ ایک عام انسانوں سے زیادہ تکلیف اٹھاکر جوان ہو ئے سب لوگوں کے تو ماں باپ بھی نہیں مر جا تے سب لوگوں کے تو قبیلے والے بھی نہیں ہوتے کہیں نہ کہیں سہارا تو ہوتا ہے پیدا ہو نے سے پہلے والد صاحب چلے گئے پھر سات سال کی عمر میں والدہ کا انتقال ہو گیا ذرابڑے ہو ئے تو دادا کا ہو گیا، چچا عبد امطلب نے پاس رکھا تو ساری قوم ساری دنیا ان کی مخالف ہوگئی مار، پٹا ئی ،کانٹے بچھا نا، پتھر پھکنا ،مٹی پھکنا یعنی عام آدمی کی زندگی میں اتنی تکا لیف کبھی نہیں ہوتی تھی جتنی حضور ﷺ کی زندگی میں مصائب اور لیکن سب کے اوپر فضیلت ہے۔

صرف سات ارب کے اوپر فضیلت نہیں ہے اگر سات ارب دنیائیں اور سات ارب آبادیاں اس کائنات میں ہیں تو ان سات ارب آبادی کے اوپر ایک شخص پر تو فضیلت ہے ومارسلنک الا حمت العالمین ...ایک ایسی ہستی جس کو تمام عالمین کوہم نے رحمت بنا کر بھیج دیا رحمت بنا کر بھیجنے کاکیا مطلب ہوا وہ علوم سیکھا دیئے جب علوم میں رحمت کے علاوہ کچھ نہیں ہے عفودرگزر ہے، کوئی لالچ نہیں ہے ، کوئی حسد نہیں ہے ، حکمرا نی کا شوق نہیں

www.ksars.org

ہے ، خودنمائی نہیں ہے ،کیوں نہیں اس اللہ کے محبوب بندے کے اندر اللہ تعا لی نے ایسی ڈسک ڈال دی ہے جو اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ علم ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام عجیب و غریب طریقے سے ان کی پیدا ئش ہوئی ، اللہ نے اپناجلوہ دیکھایا ۔ یہ ان کی خصوصیت ہے بھئی ان کی خصوصیت بھی علم ہے تو جب پیغمبروں کی یہ خصوصیت علم ہے تو اور سب سے پہلی جو خصوصیت علم کی شروع ہوئی وہ آدم علیہ السلام سے ہوئی وہ پیغمبر بھی ہیں ہمارے بھی سب کے بھی اور پیغمبروں کے بھی پیغمبر ہیں ۔

تو اگر اب انسان کے پاس علم ہے اب دیکھئے شا خیں بہت ہے ایک بنیادی علم ہے،سائنسی علوم ہیں ،مثلاً آج کا دور ہماراسائنسی علوم کا دور ہے ہر سائنسی علم کی جو ترقی کی مثالیں دی جا تی ہے اس کوہم ترقی کی معراج کہتے ہیں یہ الگ بات ہے وہ ایجات ہمارے لئے وبال جان بن گئی ہے اور ہمیں آرام پہنچا رہی ہے بظاہر سارے علوم ہمیں کہے جا تے ہیں کہ آرام پہنچا رہے ہیں جب ہم اس کے اندر گھستے ہیں تو پتا چلتا ہے آرام کا تو وہاں کوئی شعبہ ہی نہیں ہے ۔بظا ہر ہے سب آرام اب کوئی رات گھٹتی چلی جارہی ہے سکون غائب ہوتا جا رہا ہے کوئی کہتا ہے ڈپریشن ہے کوئی کہتا ہے ٹینشن ہے پتا نہیں اس کے لئے کتنے لفظ آپ نے نکال لئے بھئی اس بات کا ٹینشن ہے یقین ہی نہیں ہے بھئی۔ صاحب وہ تو بہت بھئی انڈے نہیں کھا تے لو جی انڈے پراٹھے کے بغیر تو گزارہ ہی نہیں ہے بھئی گھر نہیں ہے جی گھر بھی بڑا اچھا ہے ماشا اللہ اے سی بھی لگا ہوا ہے، فریج بھی ہے او رقالین بھی ہے اورصسوفہ سیٹ بھی ہے بھئی کپڑے بھی ہیں پہنے کو، لوجی بیس پچیس تو جوڑے پڑے ہو ئے ہونگے۔

، تو بھی یہ کس بات کاڈپریشن ہے یہ کس میں ہے بھئی تمہارا کوئی بھا ئی بند دوست احباب کوئی تمہارا دشمن ہے نہیں دشمن تو نہیں ہے سب ڈپریشن ہیں ، بھئی کس بات کاڈپریشن ہے روٹی تمھیں مل رہی ہے کپڑا تمھیں مل رہے ہیں گھر تمہارے پاس ہے اماں ابا تمہارے پاس ہیں الحمد اللہ بیوی تمہارے پاس ہے بچے تمہارے پاس ہیں پڑھ بھی رہے ہیں لکھ بھی رہے ہیں پھر کس بات کا ڈپریشن ہے ، کیا ہوا جی و ہ ڈپریشن ہو ابڑا یہاں دل پر دباؤ پڑا سینے میں در د ہوا کیا ہوا، کیا ہوا بھئی یہ تو بیمار لگتا ہے ڈاکٹر کے پاس چلو، ڈاکٹر نے بینچ پر لیٹا دیا اور یہ ہو رہا ہے وہ ہو رہا ہے تو کہے گا آپ کا پین ہوا بھئی کیوں ہواڈپریشن تھا جی بھئی کس بات کا ڈپریشن ہے تمہیں کہ تمہارے پاس گا ڑی واڑی نہیں ہے کہاگاڑی تو بہت اچھی ہے ٹھیک ٹھا ک گا ڑی ہے، ہمارے گھر میں تین گاڑیاں ہیں ایک علم یہ ہے جس میں ڈپریشن ہوتا ہے جس میں نیندیں اڑ جا تی ہیں جس میں جینا دشوار ہو جا تا ہے جس کی بنیاد پر ہوتا ہے گر دوں کا مرض ہوجاتا ہے ، جس کی بنیاد پر جگر میں کنسر پھیل جا تا ہے گھٹلیاں بن جا تی ہیں جس علم کی بنیاد پر دل کی تکلیف ہوتی ہے ، بھئی خدانخستہ کوئی کاروبارمیں پریشانی ہے نوکری نہیں ہیں، نہیں، نوکری تو ہے جی لیکن وہ صحیح گزارہ نہیں ہوتا بھئی صحیح گزارہ تو اب ہوگا گھر میں اے سی ہے کہے جی وہ تو تین تین ہیں بھئی دو بند کر دو ایک رکھ لو تنخواہ پو ری ہو جا ئے گی وہ کیسے ہو سکتا ہے جی ایک بچوں کا ہے ایک

www.ksars.org

بیوی کا ہے ایک گھر والوں کا ہے گاڑی ہے گاڑی بھی دو ہیں ایک کر لو جی وہ کیسے ہو سکتا ہے ایک کمرے میں رکھا ہوا ہے ہمارے ایک کچن میں رکھا ہواہے یہی علم ہے کہ تکالیف کو جمع کر نا ، شہر سے دور ہو نا ، شوق کر نا کہ صاحب بند روڈ میں رہے گے کیا بھئی وہاں وہاں تو ہوابڑی خراب ہے، وہاں تو دروازے بھی بند کر و تکلیف کیا جمع ہے بلکہ ایسی جگہ رہو جہاں شور نہیں ہے، سرجانی، بھئی یہ تو غریبوں والا شہرہے اس کے تو ہم خلاف ہیں یہاں تو ہم رہے ہی نہیں سکتے ،بے عزتی ہو جا ئے گی۔

یہ بھی ایک علم ہے عجیب و غریب علم ہے آدمی یہ کہتا ہے سکون چا ہئے رہنا بندر روڈ پر چاہتاہے جہاں سوائے شور کے، دھواں کے، پو لیس کی چیخنے والی گاڑیوں کے، فساد کے ایکسڈنٹ کے کچھ بھی نہیں ہے اس کی قیمت ہو گئی پانچ لاکھ رو پے، سرجانی ٹاؤن جیسی بستی ہیں پانچ لاکھ ہوگا تو پورا گھر بن جائے گا ۔پانچ لاکھ رو پے دے کر دنیا بھر کی تکالیفیں برداشت کرتا ہے اور کہتا ہے سکون چا ہئے دھواں دھار میں گندے میں کھڑے ہو ئے ہیں کپڑے کالے ہو جا تے ہیں، مطلب یہ بھی ایک علم ہے ۔ایسا علم جس میں اذیت کے سوا پریشانی کے علاوہ اور مسائل کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

یہ علم آپ کا وہ علم ہے جو علم آپ سیکھتے ہی اس لئے ہیں آپ زیادہ سے زیادہ تکلیف اٹھائیں ، منشاہ آپ کوپتا ہے زیادہ سے زیادہ آرام پہنچیں منشاہ ہونے سے کیا ہوتا ہے عملاً جو تجربہ ہو گا جو نتیجہ نکلے گا وہ زیر بحث آئے گا اور ایک علم یہ ہے کہ آپ کے اندرقناعت ہوآپ بہترین روٹی کھائیں بہترین لباس پہنیں اپنے بچوں کی اعلیٰ قسم کی تعلیم و تربیت ہے لیکن آپ کوسکون نہیں ہے اب آپ یہ بتائیں جب اللہ تعالیٰ نے یہ کہا ، و علما انسان معلم یعلم کہ ہم نے انسان کو وہ علوم سیکھا دیا جووہ نہیں جانتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے کون سا علم سیکھا یا عزت پر یشانی کاعلم.. ،سیکھا یا یا پر سکون رہنے کا علم سیکھا یا اگر آپ کہتے ہیں نہیں صاحب یہ تو اللہ نے ہمیں علم نہیں سیکھایا اللہ میاں ہمیں چا ہتے تو یہ علم کیسے ہوتا تو اس کے بارے میں قرآن پاک میں فرمایا میرے دوستوں کو وہ علم آتا ہے جس علم کی بنیاد پر ان کے اندرسے غم اور خوف ڈر نکل جا تا ہے وعلما انسان ...اللہ تعالیٰ نے انسان کووہ علم سیکھا دیاجس کی بنیاد پر اس کے اندر سے خوف بھی نکل جا تا ہے اور غم بھی نکل جا تا ہے تو اب بات یہ بنی یہاں علم کے علاوہ کچھ نہیں ہے اب انسان خود ایک علم ہے مثلاً آپ کوئی بھی کسی کانام لیں وہ کیا ہے سب سے پہلے آپ کا لیں، آپ کے والد صاحب نے آپکانام رکھ دیا اس کا کیا مطلب ہو ا بھئی آپ کے والدین نے آپ کے بزرگ نے آپکے اندر یہ علم منتقل کر دیا کہ تیری شناخت کے لئے تیرا یہ نام ہے۔

علم تو منتقل ہوانا ، پیدا ہوئے سب سے پہلے آپ کے کان میں آذان دالوائی گئی اس کا کیا مطلب ہوا آپ کے شعور کو یہ علم منتقل ہوجا ئے کہ تو کس گھرانے میں پیدا ہوا ہے وہ گھرانہ تو حید پرست ہے اس گھرانے میں جو روایات ہیں اور اس گھرانے کی جو طرز فکر ہے کہ اللہ ایک ہے وحدلاشریک ہے اور اس کے بھیجے ہو ئے پیغمبر قابل

www.ksars.org

احترام ہیں قابل تقلید ہیں اور آخری نبی محمد ﷺ اس کو آپ علم کے علاوہ کیا کہے گے ،پھر ماں بچے کو ،بچے کی یاد میں آدمی رورو جا تا ہے ماں کی یادوں میں روح اسے نکالدیتی ہے یہ کیا علم نہیں ہے ۔ یہاں آپ دس سال پانچ چھ سال کے ہوئے پھر آپ کو اسکول میں داخل کر دیا گیا یہ کیا علم نہیں ہے۔ آپ جب اپنی ہستی کا اپنی شخصیت کا تجزیہ کر یں گے تو ایک ہی جواب ملے گا علم کے علاوہ کچھ نہیں ہے جب آپ پوچھیں گے اللہ میاں کیا ہیں؟ تو ایک ہی جواب دیں گے اللہ میاں علم ہیں بھئی علم کس طرح ہیں؟

بھئی یہ اللہ تعالیٰ کا تو علم ہے دوپیر بنا دیئے دو ہاتھ بنا دیئے ناک بنا دی دماغ بنا دیا نظام بنادیا پو ری مشین کی انڈسٹریس کر دی میں نے روحانی ڈائجسٹ میں لکھ دیا اللہ میاں سب سے بڑے سائنس داں ہیں سارے لندن کے مولویوں نے شور مچا دیا کہااللہ تعالیٰ کو سائنسدان بنادیا ۔۔۔اختتام

www.ksars.org

www.ksars.org